5A

تاریخِ ملّت

جلد ششم

خلافتِ بنی عبّاس

حصہ دوم

متوکل باللہ سے مستعصم باللہ تک

تالیف

مفتی انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی

ندوۃ المصنفین دہلی

سلسلۂ ندوۃ المصنفین

(۳۹)

تاریخِ ملّت

جلد ششم

خلافتِ بنی عبّاس

حصۂ دوم

جس میں اٹھائیس عباسی حکمرانوں متوکل سے لے کر مستعصم تک کے تمام تاریخی حالات ایک خاص اسلوب سے جمع کیے گئے ہیں، اسی کے ساتھ سلاطین بویہ، سلاجقہ، زنگی، ایوبی، علویین اور باطنیہ وغیرہ کی تاریخ کا جامع خلاصہ بھی پیش کیا گیا ہے

ندوۃ المصنفین اردو بازار دہلی

۱۳۶۹ھ

مکتبہ جدیدہ
چوک انارکلی
لاہور
۱۹۵۰ء

قیمت غیر مجلد چار روپے بارہ آنے

قیمت مجلد پانچ روپے

مطبوعہ ہمدرد پریس دہلی

فہرست مضامین

خلیفہ المتوکل علی اللہ جعفر

نام و نسب متوکل علی اللہ جعفر بن معتصم بن ہارون الرشید۔ ان کی والدہ کا نام "شجاع" خوارزمی تھا جو ام ولد تھی۔ شوال ۲۰۶ھ میں متوکل کی ولادت مقام فہم الصلح میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت متوکل واثق کا ہم سبق رہا۔ مگر واثق کی سی لیاقت نہ تھی مذہب میں تقلید کا حامی تھا۔

خلافت واثق نے کسی کو ولی عہد نہیں کیا تھا۔ اس کی وفات کے بعد قاضی احمد بن ابی دؤاد معتزلی۔ امیر ایتاخ، امیر عمر بن فرج اور ابوالزیات وغیرہ قصر خلافت میں مجتمع ہوئے اور محمد بن واثق باللہ کو جو ایک نوعمر لڑکا تھا۔ تخت خلافت پر بٹھانے کی غرض سے سیاہ لباس و زرہ پہنائی۔ اتفاق سے بوجہ کم عمری لباس بڑا اور وہ چھوٹا نکلا۔ امیر وصیف نے حاضرین سے مخاطب ہو کے کہا۔

"کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے ہو جو ایسے کم عمر صاحب زادے کو سریر خلافت پر متمکن کیا چاہتے ہو"

حاضرین یہ سنکر چوکنے سے ہو گئے۔ مستحقین خلافت کی بابت رائیں قائم کر کے جعفر بن معتصم پر متفق الرائے ہوئے۔ جب جعفر حریم خلافت سے

باہر آئے تو قاضی احمد بن دواد نے فوراً اُن کو لباس فاخرہ پہنایا۔ عمامہ باندھا دست بوسی کر کے کہا :-

"السلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ وبرکاتہ"

سب ارکین سلطنت نے بیعت کی اور المتوکل علی اللہ کا لقب دیا گیا یہ واقعہ ۲۴ ذی الحجہ ۲۳۲ھ کا ہے۔ اس وقت متوکل کی عمر ستائیس سال کی تھی۔ خلیفہ متوکل نے بیعت لینے کے بعد خلیفہ واثق باللہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کرنے کا حکم دیا۔ بعد ازاں شاہی لشکر کو آٹھ ماہ کی تنخواہ مرحمت فرمائی۔

نظم عمال غانم بن محمد طوسی کو حکومت موصل پر بحال رکھا۔ ابن عباس محمد بن صولی کو دیوانِ نفقات سے معزول کیا اور اپنے بیٹے منتصر کو حرمین۔ یمن اور طائف کی حکومت عنایت کی۔[1]

احیاء سنت متوکل نے عنانِ خلافت ہاتھ میں لیتے ہی اپنا میلانِ طبع احیائے سنت کی طرف ظاہر کیا۔ مسئلہ خلقِ قرآن کی پابندی اٹھا دی گئی بلکہ محدثین کی دلجوئی اور اُن کی ہر قسم کی معاونت کی۔ ۲۳۴ھ میں تمام محدثین کو سامرہ مدعو کیا اور جب مجتمع ہو گئے تو اُن کی تواضع و مدارات اُن کے شایانِ شان کی۔ انعام واکرام سے بھی نوازا۔ اور حکم دیا کہ "صفات" و "رویت الہی" کے متعلق محدثین اپنے وعظوں اور خطبوں میں بیان کیا کریں چنانچہ ابو بکر ابو شیبہ محدث کو جامع رصافہ میں اور ان کے بھائی عثمان کو جامع منصور میں

[1] ابن خلدون ج ۷ کتاب ثانی ص ۱۸۱

اشاعت حدیث پر مقرر کیا[1]۔ ان بزرگوں کے وعظ میں روزانہ تیس تیس ہزار آدمی شریک ہوتے تھے۔ رعایا پر اس عمل کا بڑا اچھا اثر پڑا۔ متوکل کے حق میں دعائیں ہونے لگیں[2]۔

مدح متوکل
از
ابوبکر بن الخبازہ

وبعد فان السنة الیوم اصبحت ... معززة حتی کان لم تذلل
تصول وتسطو اذ اقیم منارھا ... وحط منار الافک والزور من عل
وولی اخو الابداع فی الدین ھاربا ... الی النار یھوی مدبرا غیر مقبل
شفی اللہ منھم بالخلیفة جعفر ... خلیفة ذی السنة المتوکل[1]

ہلاکت ابن زیات واثق اپنی زندگی میں متوکل سے بے حد ناخوش تھا۔ تو وزیر محمد بن عبد الملک ابن زیات بھی متوکل سے برگشتہ رہتا تھا۔ دیگر امرا بھی منحرف تھے۔ البتہ قاضی احمد بن دواد معتزلی متوکل کا خیر خواہ تھا اور وہ واثق کے سامنے کلمہ خیر اکثر کہا کرتا۔

چنانچہ صفر ۲۳۲ھ میں خلیفہ نے ابن زیات اور اس کے تمام خاندان کو گرفتار کر لینے کا حکم دیا اور کل جائداد اس کی بحق سرکار ضبط کی گئی۔ قید میں ابن زیات کو ڈال کر اکتالیس دن سخت عذاب دیئے اور تنور میں بند کر دیا جہاں یہ گھٹ کر ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد عمر بن فرج کاتب اور اس

---

[1] ضحی الاسلام حصہ ثالث ص ۱۹۸ [2] ضحی الاسلام از احمد امین جز ثالث ص ۱۹۸

کے بھائی حسن نے تنخواہ کے کاغذ ایک موقعہ پر متوکل کی مسجد کے صحن میں پھینک دیئے تھے اس کو بھی پکڑوا بلوایا۔ ۲۰،۴۰۰۰ دینار۔ ۱۵ درہم ان سے وصول کیے اور اس کی املاک بھی ضبط کی گئی۔ آخر میں ایک کروڑ درہم لے کر متوکل نے اہواز کی جاگیر واگذاشت کر دی اور قید سے رہا کر دیا

ابن بعیث کی بغاوت

آذربائیجان کا رئیس محمد بن بعیث بن حلبس باغی ہو کر ۲۳۴ھ میں قلعہ بند ہو گیا۔ مگر متوکل نے ترکیب سے سامرا بلا کر اس کو قید کر دیا۔ بغا شرابی کی سفارش پر چھوٹا تو مرند کے قلعہ کو مستحکم کر کے حکومت سے مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔ ربیعہ اور دوسرے قبیلہ کے لوگ اس کے شریک ہو گئے۔ یہاں کا ان دنوں حاکم محمد بن حاتم تھا وہ اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔ اس کی بجائے حمدویہ بن علی بن فضل مقرر ہوا اس نے قلعہ کو گھیر لیا۔ مگر اس کی فوج سے قلعہ تسخیر نہ ہو سکا تو بغا شرابی دو ہزار سوار اور کثیر پیادوں کے ساتھ اس کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا ادھر امیر عیسٰی بن شیخ نے خفیہ طور پر ابن بعیث کے ساتھیوں کو جان بخشی کا پیام بھیجا۔ وہ سب اس سے علیحدہ ہو گئے تو ابن بعیث بلا مددگار کے تنہا رہ گیا تو راہ فرار اختیار کی۔ مگر راستہ میں گرفتار ہوا۔ اور سامرا لا کر قید کر دیا گیا۔ وہیں عمر طبعی پا کر مر گیا۔[1]

فتنہ محمود بن فرخ نیشاپوری

۲۳۵ھ میں محمود نے سامرا میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور اس نے کہا کہ میں ذوالقرنین

---

[1] ابن خلدون جلد ۳ کتاب ثانی ص ۲۷۴

ہوں اور خود ساختہ کتاب بھی پیش کی کہ یہ الہامی ہے۔ اس کو گرفتار کر لیا ۱۲۰ آدمی اُس پر ایمان لانے والے پائے گئے جو پکڑ لیے گیے۔ محمود متوکل کے سامنے حاضر کیا گیا۔ اور اس نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اور اس کے پیروؤں کو جیل میں بند کرا دیا گیا۔

بطارقہ ارمینیہ کی شورش

آرمینیہ اور آذربائیجان کی ولایت پر بغا شرابی مامور کیا گیا۔ اُس نے ابوسعید محمد مروزی کو اپنا نائب مقرر کر کے وہاں بھیجا۔ شوال ۲۳۶ھ میں وہ فوت ہو گیا تو اس کے بیٹے یوسف کو نیابت ملی۔

ارمینیہ کے بطریق اعظم بقراط بن اشوط نے بغاوت کر دی تو یوسف نے اس کو گرفتار کر کے متوکل کے حضور سامرا بھیجدیا۔ اس کی وجہ سے تمام بطارقہ برہم ہو گئے۔ انہوں نے باشندوں کو ابھار کر یوسف کے مقابل لا کھڑا کر دیا۔ یوسف ان دنوں شہر "طرون" میں مقیم تھا۔ ارمینیوں نے طرون کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے نکل کر بلوائیوں کا مقابلہ کیا۔ جس میں معہ ساتھیوں کے کام آیا۔ متوکل کو خبر لگی تو اس نے بغا شرابی کو بھیجا۔ اُس نے جزیرہ کی طرف سے پہنچ کر پہلے "ارزن" کا محاصرہ کیا۔ وہاں کا امیر موسیٰ بن زرارہ تھا جس نے یوسف کے قتل میں ارمینیوں کا ساتھ دیا تھا۔ اس کو بغا نے گرفتار کرا کے سامرہ بھیجدیا اور خود امیر بغا خوثیہ کی طرف بڑھا جس کے دامن میں باغی مجتمع تھے۔ بغا نے ان پر حملہ بول دیا۔ بیس ہزار آرمینی مارے گئے اور بے شمار قید ہو گئے۔ اس فتح یابی کے بعد بغا ارمینیہ سے گذرتا ہوا دبیل

اور تفلیس تک گیا۔ وہاں کا حاکم اسحٰق بن اسمٰعیل تھا۔ اس کو بھی مقابلہ میں زیر کیا اور قتل کرا دیا۔ پھر لغا صفاریہ گیا۔ وہاں شکست اٹھانی پڑی۔ اہل صفاریہ نے روم خزر اور صقالبہ کی مدد حاصل کی تھی۔ فوج گراں مقابلہ کے لیے جمع ہو گئی تو متوکل کو خبر دی گئی۔ اس نے خالد بن یزید شیبانی کو اس مہم پر مامور کیا اس کے آنے سے یہ سب لوگ منتشر ہو گئے۔ خالد نے دوبارہ امان کی تجدید کر دی اس طرح یہ فتنہ ختم ہوا[۱]۔

دولت یعفریہ

صنعاء پر عہد معتصم میں جعفر بن سلیمان عامل مقرر کیا گیا تھا۔ اس نے اپنا نائب عبدالرحیم بن ابراہیم کو مقرر کر کے صنعاء بھیج دیا۔ اس نے صنعاء کا انتظام اچھا کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یعفر صنعاء کے انتظام میں لگ گیا باشندے اس کے گرویدہ ہو گئے تو اس نے ۲۴۰ھ میں خود مختاری کا علم بلند کر دیا یہ ریاست ۳۸۷ھ تک یعفر کے خاندان میں رہی۔ محمد بن یعفر، عبدالقادر بن احمد بن یعفر، ابراہیم بن محمد، سعد بن ابراہیم، محمد بن ابراہیم، عبداللہ بن قحطان صنعاء کے حکمراں رہے۔

یعقوب بن لیث صفاری ۲۳۷ھ میں سیستان کے باشندے صالح بن نصر نے سجستان پر قبضہ جمایا۔ یعقوب بن لیث صفاری جو پہلے سے حکومت عباسیہ سے منحرف ہو چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہو گیا

---

[۱] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۵۹۹

لیکن امیر طاہر بن عبداللہ بن طاہر والی خراسان نے صالح کی گوشمالی کر دی اور سجستان کو واپس کر لیا اس کے کچھ عرصہ بعد موقعہ پاکر امیر درہم بن حسین نے بلا مزاحمت سجستان پر قبضہ کیا۔ اس کے ساتھ یعقوب بھی ہو گیا۔ درہم میں فوجی لیاقت نہ تھی۔ یعقوب نے اس کی فوج کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ جب درہم کے ہمراہیوں نے اپنے سردار کی کمزوری دیکھی وہ یعقوب کے ہمنوا ہو گئے اور اس کو اپنا سردار بنا لیا۔ درہم ان سے جدا ہو گیا۔ امیر یعقوب نے سجستان کا بہت اچھا انتظام کیا اور فوجی قوت کو بہت بڑی ترقی دی اور چند دنوں میں اس کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ اس کے بھروسہ پر اس نے سجستان میں اپنی مستقل حکومت قائم کر لی جو صفاریہ حکومت کے نام سے تاریخوں میں مذکور ہے۔ اس دولت کا تفصیلی حال آگے آتا ہے۔

رومیوں کا حملہ مصر پر

رومیوں نے ۲۳۸ھ میں تین سو جنگی کشتیوں میں فوج بھر کر دمیاط کی طرف سے مصر پر حملہ کیا۔ امیر مصر فسطاط میں مقیم تھا۔ وہاں دربار ہو رہا تھا۔ تمام بحری محافظ شرکت کے لیے گئے ہوئے تھے دمیاط پر رومی بلا مقابلہ قابض ہو گئے۔ شہر کو لوٹ لیا۔ جامع مسجد میں آگ لگا دی۔ باشندوں میں سے بہتوں کو قتل کیا اور عورتوں کو پکڑ لے گئے۔ ابھی کشتیاں روانہ نہیں ہوئی تھیں کہ ایک مسلمان امیر لسبر بن الاکشف جو اس وقت قید میں تھا بیڑیاں توڑ کر قید خانہ سے نکل آیا۔ بہت سے راہ گیر اس کے ساتھ ہو گئے۔ اس نے رومیوں پر حملہ بول دیا۔ ان کی اچھی خاصی جماعت تہ تیغ کر دی۔ تاب مقابلہ نہ لا کر

رومی بھاگ کر اشتوم تنیس پہنچے۔ یہاں پر بھی لوٹ مچائی اور آہنی پھاٹک اٹھا کر چلتے بنے۔[۱] اس واقعہ کے بعد متوکل نے دمیاط میں قلعہ تعمیر کرلئے[۲] اور سرحد کی حفاظت کا معقول انتظام کیا۔

اہل حمص کی بغاوت

سنہ ۲۴۰ھ میں اہل حمص نے بغاوت کردی یہاں کا حاکم ابوالمغیث موسیٰ ابن ابراہیم تھا۔ اس کو حمص سے بیدخل کردیا۔ متوکل کو اطلاع پہونچی۔ اس نے محمد بن عبدویہ کو حمص کا حاکم مقرر کرکے ان کے ساتھ عتاب بن عتاب کو باغیوں کی سرکوبی کے لیئے بھیجا ان دونوں نے حمص جاکر باغیوں کی سرکوبی کرکے ان کی طبیعت میں سکون پیدا کردیا۔ مگر کچھ دن نہ گذرے کہ ان میں پھر بغاوت کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا تو محمد بن عبدویہ نے ان کے سربرآوردہ اشخاص کو گرفتار کرکے پابجولاں سامرہ بھجوادیا اور جب ابن عبدویہ حمص میں امن وامان کرکے دارالخلافہ واپس آیا تو ان سب کو کوڑوں سے اتنا پڑوایا کہ وہ ڈھیر ہوگئے۔ پھر ان کی لاشوں کو سولی پر لٹکا دیا اور حمص کے جس قدر فتنہ پرور لوگ تھے۔ اسی طرح سے ان کا خاتمہ کرادیا گیا۔[۳]

مسلمان قیدیوں کا تبادلہ

سنہ ۲۴۱ھ میں روم کی ملکہ تدورہ تھی وہ بڑی ظالمہ عورت تھی۔ اس کے قبضہ میں ۱۲ ہزار مسلمان قید تھے۔ اس نے بہت سوں کو عیسائی کرلیا۔ بڑی تعداد قتل کی گئی جو بچے متوکل کو کہلا بھیجا کہ اگر وہ ضرورت سمجھے تو فدیہ دے کر انہیں چھڑا لے۔ چنانچہ

---

[۱] ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۲ [۲] کتاب الولاۃ ص ۲۰۱ [۳] یعقوبی جلد ۲ ص ۵۹۹

متوکل نے شفیع خادم اور جعفر بن عبدالواحد قاضی القضات بغداد کو روم بھیجکر کے مسلمانوں کو چھڑا منگایا۔ ۱۲ ہزار میں صرف ۷۸۵ مرد اور ۱۲۵ عورتیں باقی بچی ہوئی تھیں۔[۵] ایک سو سے زیادہ ذمی عیسائی بھی رومیوں کے قید خانے میں تھے۔ قاضی صاحب نے فدیہ دے کر ان کی بھی گلو خلاصی کرائی اور آزاد کر دیا جہاں چاہیں رہیں۔

مصر پر بجاۃ کی یورش

شرقاً و غرباً دریائے نیل اور بحر احمر اور شمالاً و جنوباً مصر و حبشہ کے درمیان ایک قوم آباد تھی جن کو بجاۃ کہتے تھے۔ وحشی اور کافرانہ ان کی زندگی تھی۔ ان کے علاقہ میں چاندی و سونے و جواہرات کی کانیں کثرت سے تھیں۔ اولین عہد میں مسلمانوں نے ان کو جنگلی سمجھ کر نظر انداز کیا۔[۶] دوسری صدی میں عبیدہ ابن حجاب نے ان سے معاہدہ کیا۔ پھر مامون رشید کے زمانہ میں عہدنامہ کی تجدید ہوئی۔ اور وہاں ربیعہ اور جہنیہ قبائل آباد ہو گئے۔ یہ لوگ سو مثقال سونا سالانہ مصر کو دیا کرتے تھے۔ متوکل کے عہد میں انہوں نے بند کر دیا۔ اور جو مسلمان سونے و جواہرات کی کانوں میں کان کنی کرتے تھے ان کو قتل کر دیا جو بچ رہے وہ بھاگ گئے۔ اس پر طرہ یہ کہ ۲۴۱ھ میں بجاۃ نے مصر پر تاخت کی۔ متوکل کو ان کی خودسری نے برافروختہ کر دیا۔ اس نے محمد بن عبداللہ قمی کو ان کی سرکوبی پر مامور کیا اور عنبسہ بن اسحٰق حبشی کو لکھا کہ قمی کو فوج و ساز و سامان سے مدد دے۔ قمی بیس ہزار رضاکاروں کے ساتھ طویل سفر کے بعد بے آب

[۵] ابن اثیر جلد ۷ ص ۳۴۲ [۶] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد اول ص ۶۸۷

گیا ہ میدان کو طے کر کے بجاۃ پہنچا اور رسد کا سامان جہاز سے قلزم کی راہ سے روانہ کیا۔ یہاں کا فرماں روا علی بابا تھا۔ اس سے سخت مقابلہ ہوا۔ مگر قمی کو یہ سوجھی کہ گھوڑوں کی گردنوں میں گھنٹیاں باندھ کر میدان مصاف میں پہنچا جائے۔ دشمن کے فوجی شتر سوار ہوتے ہیں اور شتر گھنٹی کی آواز سے بدکتے ہیں چنانچہ اس تدبیر سے فوج علی بابا کو شکست ہوئی۔ علی بابا قمی کی امان میں آ گیا۔ اور چار سال کا واجب الادا خمس چار سو مثقال سالانہ کے حساب سے ادا کیا۔ اپنے لڑکے لعین کو قائم مقام کر کے قمی کے ساتھ آستانۂ خلافت پر حاضر ہوا۔ متوکل نے علی بابا کی اطاعت کیشی کے صلہ میں خلعتِ فاخرہ سے سرفراز فرمایا اور اپنے ملک جانے کی اجازت مرحمت کی۔[1]

فتوحات عہد متوکل میں رومیوں سے اکثر معرکے رہے اس کے علاوہ صقلیہ میں بھی فتوحات حاصل ہوئیں۔ گو صقلیہ میں مسلمانوں کی نوآبادی قائم ہو چکی تھی۔ بلرام ان کا مرکز تھا۔

سنہ ۲۳۴ھ میں زغوس کے باشندوں نے مسلمانوں سے صلح کر کے شہر ان کے حوالہ کر دیا۔ استحکامات منہدم کر دیئے گئے۔ سامان مسلمان ہٹا لے گئے۔ سنہ ۲۳۵ھ میں ایک رومی دستہ نے قصریانہ پر حملہ کیا۔ یہاں کے مسلمان بلا وجہ قتل کئے گئے۔[2]

---

[1] طبری جلد ۱۲ ص ۴۲۹، [2] ابن اثیر جلد ۷ ص ۳

عباس بن فضل کے مجاہدانہ کارنامے

صقلیہ کا مسلمان حاکم محمد بن عبد اللہ بن اغلب تھا۔ اس کے انتقال کے بعد مسلمانانِ صقلیہ نے عباس بن فضل بن یعقوب سے جری اور بہادر کو اپنا امیر بنا لیا اور محمد بن اغلب والیٔ افریقیہ سے اس کی منظوری بھی حاصل کر لی عباس میں مجاہدانہ اسپرٹ تھی۔ عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی اپنے چچا رباح کو قلعہ ابی ثور کی طرف بھیجا اور خود رضا کاروں کو لے کر مسلم شہدا کے انتقام لینے کے لیے قصریانہ کی طرف بڑھا اور تاخت و تاراج کر کے واپس آیا۔ البتہ رباح نے رومیوں سے بدلہ لے لیا۔ ہزارہا رومی رباح کے مقابلہ پر کھیت رہے۔

۲۳۵ھ میں عباس ایک بڑی جمعیت لے کر نکلا قصریانہ، قطانہ سرقولہ، نوطس اور رغوس پر تاخت کرتا ہوا ثبیرہ پہنچا۔ وہاں کے باشندے پانچ ماہ محصور رہ کر صلح پر آمادہ ہو گئے۔ عباس نے محاصرہ اٹھا لیا پھر ۲۴۲ھ میں چند رومی قلعوں کو تاخت کیا۔ ۲۴۳ھ میں پھر قصریانہ پر فوج کشی کی۔ باشندے مقابل آئے اور شکست کھا گئے۔ عباس نے فراغت پا کر سرقوسہ اور طبرمین دغیرہ پر حملہ بول دیا۔ یہاں تاخت کرتا ہوا قصر حدید کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قلعہ نے مجبور ہو کر ۱۵ ہزار دینار پر صلح کرنا چاہی عباس نے رد کر دی۔ دو سو آدمی کی گلو خلاصی شرط ٹھہری۔ چنانچہ دو سو آدمی اہل قلعہ کے چھوڑ کر قصر حدید پر قبضہ کیا۔ تمام باشندہ غلام بنا کر فروخت کر دیئے اور قلعہ کو مسمار کر دیا۔ مگر عباس کا جذبہ انتقام اس پر بھی کم نہ ہوا[1]

---

[1] ابن اثیر جلد ۷، ص ۲۰

فتح قصریانہ صقلیہ کا پایۂ تخت سرقوسہ تھا۔ مسلمانوں کے حملہ کے بعد رومیوں نے قصریانہ کو دارالسلطنت بنایا۔ عباس نے اُس کو فتح کرنے کے لیے ایک بحری مہم بھیجی تھی۔ رومیوں کے جہاز چالیس تھے۔ مقابلہ ہوا آخر ان کے دس جہاز گرفتار کر لیے گیے۔ اس کے بعد خود عباس نے حملہ کیا۔ شوال ۲۲۴ھ میں صقلیہ کے پایۂ تخت قصریانہ پر قبضہ کر لیا۔ اسی دن ایک مسجد کی بنا رڈالی گئی۔ اگلے جمعہ کو اس میں پہلا خطبہ پڑھا۔ اس فتح میں بے شمار دولت ہاتھ لگی۔ اس واقعہ کی خبر قسطنطینہ پہنچی تو شہنشاہ روم نے مقابلہ کے لئے تین سو جہاز کا بیڑا معہ جرار لشکر کے بطریق کی قیادت میں صقلیہ روانہ کیا۔ وہ سیدھا سرقوسہ پہنچا۔ مجاہد اعظم عباس نے اسے بھی شکست فاش دی اور سو جہاز رومی بیڑے کے گرفتار کر لیے اور رومی بے شمار قتل ہوئے تو سطر۔ ابلا۔ قلعہ عبدالمومن۔ قلعہ بلوط، قلعہ ابی ثور کے ساکنین میں انتقامی جوش بڑھ گیا اور یہ حکومت سے باغی ہو گئے۔ عباس نے پہلے ان کی سرکوبی کی پھر قلعہ عبدالمومن اور ابلا، طلوا کا محاصرہ کر لیا۔ اس دوران میں یہ خبر ملی کہ رومیوں کا ایک بڑا لشکر آرہا ہے عباس اپنی فوج کو لے کر چقلودی پر اس کا مقابلہ ہوا۔ پہلے معرکہ میں مخالف لشکر شکست کھا گیا۔ عباس کامیابی پر قصریانہ لوٹا اور اس کی درستی کرائی۔ جنگی استحکامات درست کئے۔ فوجی چھاؤنی قائم کی اس سے فارغ ہو کر ۲۴۷ھ میں سرقوسہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس پر تاخت کرتا ہوا قرقنہ کی طرف بڑھا۔ راہ میں تین یوم بیمار رہ کر یہ مجاہد اعظم سفر آخرت کر گیا۔ رومیوں نے ازراہ دشمنی قبر سے لاش نکال کر جلا ڈالی[1]۔

---

[1] ابن اثیر جلد ۷، ص ۲۰

عباس کی مجاہدانہ سرگرمی کے علاوہ علی بن یحییٰ ارمنی نے ۲۲۵ھ میں رومیوں کے علاقہ پر فوج کشی کر رکھی تھی نواح 'سمیاط' کے رومی سرحدی مقامات پر حملہ آور ہوئے اور دس ہزار مسلمان پکڑ کر لے گئے۔ سقراشاش اور عمر بن الاقطع نے اُن کا تعاقب کیا۔ مگر وہ ہاتھ نہ لگے۔[1]

متوکل نے رومیوں کی سرگرمی دیکھ کر ۲۴۵ھ میں بغا کبیر کو سرحد پر مامور کیا جس نے 'صملہ' فتح کر کے اہل ارض روم کو پوری طرح پامال کیا لیکن رومیوں نے دوبارہ سمیاط پر حملہ کر کے صدہا مسلمانوں کو شہید کیا۔ علی ابن یحییٰ ارمنی نے گرمائی فوجوں کے ساتھ کر کر پر حملہ کیا رومی بطریق پکڑا گیا اور متوکل کے پاس بھیج دیا۔ شاہ روم نے ایک مسلمان سے اس کا تبادلہ کرا لیا۔ پھر ۲۴۶ھ میں یحییٰ نکلا اور رومیوں پر حملہ بول دیا۔ چار ہزار رومی گرفتار کئے۔ ادھر یہ کامیابی تھی۔ دوسری طرف مجاہد کبیر فضل بن قارن نے بیس جہازوں کے ساتھ بحری حملہ کر کے انطاکیہ کے قلعہ کو فتح کر لیا فتوحات کے اعتبار سے متوکل کا عہد کامیاب رہا۔[2]

سندھ

۲۳۵ھ میں سندھ میں ہارون ابن ابی خالد والی بنا کر بھیجا گیا۔ یہاں پر عمر بن عبدالعزیز ہباری کا اثر زیادہ تھا ہارون ۵ برس تک ملکی شورش دباتا رہا۔ آخر شورش اس میں قتل ہوا تو عمر بن عبدالعزیز نے سندھ کے پایۂ تخت منصورہ پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک درخواست متوکل کو بھیجی۔ اس نے صوبہ سندھ کی حکومت کی سند اس کو بھیج دی۔ ابن العزیز

---

[1] ابن خلدون جلد ۳ ص ۲۷۰ [2] ابن خلدون جلد ۳ ص ۲۷۷

نے اپنی حکومت کی بناڈال دی۔

ولیعہدی کا مسئلہ متوکل نے اپنے تینوں بیٹوں کو ۲۷ ذوالحجہ ۲۳۵ھ میں ولی عہد بنایا۔ اور کل ممالک زیر نگیں کو ان پر تقسیم کر دیا۔

منتصر کو:۔ افریقہ، مصر، شام، جزیرہ، عرب، عراقین، موصل حضرموت، اہواز، اصفہان، سندھ، مکران وغیرہ کا علاقہ ملا۔

معتز کو:۔ خراسان، طبرستان۔ رے، ارمینیہ، آذربائیجان، فارس اور ۲۴۰ھ میں کل ممالک محروسہ کے خزانوں کی تحویلداری کا عہدہ بھی اس کو ہی دیا گیا۔ بلکہ معتز کے نام کے ٹکسالوں میں درہم و دینا مضروب کیے جانے لگے۔

مؤید کو:۔ کوبند۔ دمشق، حمص، اردن، فلسطین دیا گیا۔

اس کے بعد ہر ایک اپنے حدود مملکت کا خودمختار حکمران قرار دے دیا گیا[1]۔ عہد نامے میں لکھا گیا کہ خلیفہ ہو جانے پر منتصر، معتز اور مؤید کے کاموں اور امورات ملکی میں دخیل نہ ہو۔

عہد نامہ کی ایک ایک نقل ان کو دیدی گئی اور ایک نقل خلافت کے دفتر میں محفوظ رکھی گئی۔

علوئین بنی امیہ کے زمانہ میں امام زید نے دعوئے خلافت کیا تھا پھر ان کے صاحبزادے حضرت یحییٰ اٹھے۔ متوکل کے عہد میں ان کے

---

[1] طبری و ابن اثیر۔

۲۸ ۱۴

پوتے یحییٰ بن عمر نے "نوائے آل محمد" بلند کی۔ مگر حکومت بنی عباس کے قبضہ میں جلد آ گئے۔ گرفتار ہو کر دربار میں لائے گئے۔ عمر بن فرج کاتب نے اس مقدس ہستی کو کوڑوں کی مار دی اور بغداد کی جیل میں ٹھونس دیا۔

متوکل کو علویین سے دلی عناد تھا جس شخص کے متعلق اس کو خبر ملی کہ علویہ میں سے کسی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس کا خون اور مال سب حلال تھیں آخر میں ناصبی خیالات ہو گئے تھے۔ اپنی مجلس میں حضرت علی اور اُن کی اولاد کے متعلق اچھے لفظ نہیں کہتا تھا حتیٰ کہ ۲۳۶ھ میں امام حسین کا مقبرہ منہدم کرا دیا[1]۔ روضہ سے ملحق ساری عمارتیں گروا دیں۔ ان پر کاشت ہوتی۔ زائرین کا آنا جانا بند کر دیا گیا[2]۔ وجہ یہ تھی کہ شیعوں نے مزار امام حسین کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔ اصلی مزار قائم تھا۔ البتہ قبہ منہدم کرا دیا گیا تھا۔

امام علی ہادی بن محمد جواد ملقب عسکری، سامرہ میں تشریف رکھتے تھے اور ان کی نگرانی بھی رہتی۔ متوکل کو خبر لگی۔ امام کے پاس شیعہ کثرت سے آتے ہیں اور آدمی و اسلحہ فراہم کئے جا رہے ہیں۔ متوکل نے ان کی خانہ تلاشی کے لیے رات کو سپاہی بھیجے۔ امام موصوف ایک گلیمی قمیص پہنے اور ایک اُونی رومال سر پر باندھے ہوئے تلاوت قرآن اور دعا میں مصروف تھے۔ اُن کے گھر میں کوئی چیز نہ نکلی یہاں تک کہ بستر بھی بجز فرش ریگ کے نہ تھا۔ اس حالت میں آپ کو متوکل کے پاس لایا گیا

---

[1] تاریخ الخلفا ص ۲۴۱ [2] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۴۲

اُس نے اپنے قریب بٹھلایا، تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ اور امام صاحب سے حکمت اور نصیحت کی باتیں سنیں۔ پھر قرض ادا کرنے سے چار ہزار درہم ان کو نذر کیے اور اعزاز و اکرام سے رخصت کیا۔[1]

متوکل کا واقعۂ قتل

متوکل ترکوں سے اس قدر بیزار ہو گیا تھا پہلے تو امیر اتراک ایتاخ کو ٹھکانہ لگایا۔ اس کے بعد امیر وصیف اور امیر بغا ہر دو امرار کو قتل کرنا چاہا۔ مگر متوکل کا داؤ چلا نہیں ان دونوں کا متوکل پر داؤ چل گیا۔

ترکی امرار سمجھ گئے تھے کہ ہماری قوت و اقتدار کو متوکل توڑنا چاہتا ہے ایتاخ کو قتل کر چکا۔ ہم میں سے ایک ایک کو ختم کرانا چاہتا ہے۔

متوکل کا وزیر عبید اللہ بن خاقان اور ندیم خاص فتح بن خاقان یہ دونوں منتصر سے بغض رکھتے تھے اور سمجھتے تھے یہ خلیفہ نہ ہو بلکہ معتز خلیفہ ہو اور منتصر کے خلاف کان بھرا کرتے۔ متوکل کو بھی معتز سے ہمدردی زیادہ بڑھ گئی اور ارادہ کر لیا تھا کہ منتصر کو ولی عہدی سے معزول کر دیا جائے۔ منتصر نے باپ کی اس روش سے زیادہ اثر لیا اور ترکوں سے سازباز کرنے لگا اور ادھر متوکل فتح بن خاقان کے مشورہ سے منتصر، بغا وصیف کو ٹھکانہ لگانا چاہتا تھا اور اس خیال کا اظہار محفل نبیذ میں متوکل نشہ شرابی سے کر گیا۔ اس نے باغر ترکی کو جو متوکل کا پاسبان تھا۔ اپنا ہم راز بنا کر ۴ شوال ۲۴۷ھ کو رات کے وقت دس سپاہیوں کو ساتھ

---

[1] ابن خلدون جلد ۷، ص ۲۰۰

لے کر قصر خلافت میں گیا۔ وہاں متوکل اور فتح بن خاقان بیٹھے پی رہے تھے محفل جم رہی تھی۔ چنانچہ متوکل اور فتح کا کام تمام کر دیا گیا۔ منتصر نے شہرت دے دی کہ فتح نے متوکل کو قتل کیا۔ اس پر اس کا بھی خاتمہ کرا دیا گیا۔[1]

سیرت متوکل خلیق و متواضع بہت تھا۔ بلکہ سخاوت و داد و دہش میں اپنے اسلاف کا نمونہ تھا۔

مذہب متوکل کو امام شافعی سے بڑی عقیدت تھی اور ان کے مسلک کا حامی تھا۔ اکثر کہا کرتا تھا کہ کاش میں ان کے زمانہ میں ہوتا تو اُن کو دیکھتا اور ان سے علم حاصل کرتا۔[2] علامہ سیوطی نے اس کو ناصبی لکھا ہے۔[3] یہ خطاب دشمنی علویین کی بنا پر دیا گیا۔

صلحاء سے عقیدت حضرت ذوالنون مصری سے متوکل کو بڑی عقیدت تھی مصر سے ان کو بلایا اور اپنے پاس رکھا اور ان سے باتیں کیں۔ اس کے بعد سے جب ملاقات ہوتی۔ بڑی عزت کیا کرتا تھا

عیش و عشرت متوکل بھی مثل دیگر خلفائے بنی عباس کے عشرت پسند تھا مگر اس قدر نہ تھا جس قدر کہ شیعہ مورخین نے اس کے اوپر اتہام لگائے ہیں۔ مسعودی اور ابن طقطقی وغیرہ نے لکھا ہے کہ متوکل شراب پیتا تھا اور چار ہزار کنیزوں سے خلوت کی اور تفنن طبع کے لیے اس کے دربار میں مسخرہ شریک کیے جاتے۔ علامہ سیوطی بھی کنیزوں کا فسانہ لکھ گئے ہیں۔[4] متوکل جائز حدود کے اندر عیش و طرب کا دلدادہ ضرور تھا

---

[1] ابن خلدون جلد ۳، کتاب ثانی ص ۳۰۱ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۴ [3] ایضاً

اور اس کے عہد میں عیش و طرب کے اتنے سامان جمع ہو گئے تھے کہ اس کا زمانہ عہد سرور کہا جاتا ہے" لیکن جو شخص احیاء سنت کا داعی ہو وہ شراب کیسے پی سکتا ہے۔ یہ افتراء شیعہ مورخین کی ہے البتہ نبیذ کا وہ عادی تھا جو بعض علماء عراق کے نزدیک جائز ہے۔ خطیب، طبری وغیرہ نے اس کی مے نوشی کا تذکرہ نہیں کیا۔ اہل بیت کے ساتھ اس کا طرز عمل ناپسندیدہ تھا۔ اس لیے شیعہ مورخین نے محرمات شرعیہ بھی اس کی جانب منسوب کر کے زعم باطل میں ثواب حاصل کیا ہے

سخاوت متوکل نہایت سخی واقع ہوا تھا۔ علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ متوکل نے شعرا کو جس قدر انعام دیا ہے کسی خلیفہ نے نہیں دیا چنانچہ مروان ابن ابوالجنوب نے ایک شعر پڑھا

ترجمہ:۔ اپنے ہاتھ کو جود سے روک لے۔ کیوں کہ میں کہیں ہلاک نہ ہو جاؤں یا مجھ پر کوئی سختی نہ پڑے۔

یہ شعر سن کر متوکل نے کہا کہ اس وقت ہاتھ نہ روکوں گا کہ میرا جود تجھے غرق نہ کر دے چنانچہ ایک قصیدے کے صلہ میں اسے ایک لاکھ دس ہزار درہم اور پچاس کپڑے انعام دیئے۔[1]

فیاضی میں اعتدال بخل اور اسراف میں متوکل معتدل تھا[2] یہ رائے مسعودی کی ہے۔ مگر سیوطی کہتے ہیں کہ ان کی داد و دہش عام تھی۔ شعرا کو بہت صلہ گستری سے نوازتا تھا[3]

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۲ [2] مروج الذہب مسعودی ج ۲، ص ۱۹۱

واقعہ ابو عبادہ بحتری عربی کے مشہور شاعر نے متوکل کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا۔ ختم کے بعد ایک درباری ابو العبس اُٹھا اور اس نے ابو عبادہ کی نقل کی۔ متوکل بہت ہنسا اور خوش ہو کر دس ہزار درہم انعام دیئے۔ فتح بن خاقان نے کہا۔ امیر المومنین! مسخرے کو حضور نے دس ہزار دے۔ ابو عبادہ نے کیا قصور کیا کہ وہ محروم رہا جاتا ہے متوکل نے کہا۔ اُس کو بھی دس ہزار درہم دیدو۔

متوکل کے دربار میں مامون، واثق کا سا رعب و داب نہ رہا تھا شعراء اُس کے سامنے ہزل گوئی کرتے اور متوکل محظوظ ہوا کرتا۔ اُس کا یہ اثر پڑا کہ۔ اُمراء کی محفلیں بھی ہنسی مذاق کی صحبتیں بن گئی تھیں۔

نظمِ مملکت

نظمِ حکومت متوکل کا معتصم اور واثق کے مانند تھا جو دستورِ حکومت منصور کا تھا وہ برقرار نہ تھا۔ متوکل کے عہد میں وزارت میں ابتری پھیلی گورنروں کے گھڑی گھڑی کے تبادلہ نے نظم میں گڑبڑ پیدا کر دی۔

عمال کی تفصیل ۲۳۲ھ میں متوکل نے بلاد فارس پر محمد بن ابراہیم بن مصعب کو مقرر کیا۔ ان دنوں موصل کا حاکم خانم بن حمید طوسی تھا۔

متوکل کے اوائل زمانہ خلافت میں محمد بن عبد اللہ بن الزیات قلمدانِ وزارت کا مالک تھا اور دیوانِ خراج (محکمہ مال یا بورڈ آف ریونیو) کا

یحییٰ بن خاقان خراسانی (ازد کا غلام) افسر اعلیٰ تھا۔ اس زمانہ میں فضل بن مروان معزول کیا گیا اور بجائے اس کے دیوان نفقات پر ابراہیم بن محمد بن ختول مامور ہوا۔ ۲۳۳ھ میں محمد عیسیٰ کو معزول کر کے منصر کو گورنر کیا جیسا کہ بیشتر لکھا جا چکا ہے۔ ایتاخ حج کو گیا تو حجابت پر وصیف خادم کو مامور کیا۔[1]

پولیس اسحاق بن ابراہیم بن حسین بن مصعب کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے ابراہیم کو بغداد پولیس افسری کے عہدہ پر مامور کیا۔

وزارت ۲۳۳ھ میں ابن زیات کے بعد احمد بن خالد میرمنشی وزیر اعظم ہوا تھا وہ معزول ہوا اس پر محمد بن فضل جرجرائی ہوا۔

۲۳۶ھ میں عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان عہدہ سکریٹری سے وزارت پر سرفراز کیا گیا جو متوکل کے آخر عہد تک رہا۔

قاضی القضات ۲۳۹ھ میں قاضی احمد بن ابی دواد عہدۂ قضا سے معزول کیا گیا۔[2] اور اس کی جاگیر ضبطی میں آئی اور اس کے لڑکے ابوالولید سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم وصول کئے اور قاضی یحییٰ بن اکثم کو قاضی القضات کا عہدہ عنایت کیا۔ پھر ابوالولید مذکور کو صیغۂ فوجداری کے اختیار دیئے۔ بعد چندے اس کو معزول کر کے ابوالزلیح محمد بن یعقوب کو مامور کیا۔ آخر میں اس کو علیحدہ کر کے یہ صیغہ یحییٰ کو دے دیا گیا۔ ۲۴۰ھ میں قاضی یحییٰ پر بھی عتاب نازل ہوا ۷۵ ہزار

---

[1] ابن خلدون جلد ۷ ص ۱۹۹ [2] قاضی ۲۴۰ھ میں فوت ہوا۔

دینار اور ۴ ہزار جریب زمین جو بصرہ میں ان کی تھی وہ ضبط کی گئی اور ان کو معزول کر کے ان کی بجائے جعفر ابن عبدالواحد بن جعفر بن سلیمان بن علی کو قاضی القضات کے عہدے پر مامور کیا۔

نظام مالیات معتصم اور واثق کے زمانہ میں مالیات پر خاص اثر پڑا۔ متوکل نے اس طرف زیادہ توجہ کی۔ عمال پر جرمانے کیے اور جلد جلد عامل بدلے۔ قلمرو عباسیہ میں مصر کی حالت زیادہ خراب تھی تو احمد بن مدبر کو مصر کا افسر خراج مقرر کر کے متوکل نے بھیجا۔ اس نے بہت سے جدید ٹیکس عائد کر دیئے۔ بلاد مصر کی آراضی کا ٹیکس دو جنسوں میں تقسیم کر دیا۔ "خراجی" "ہلالی"۔ خراجی میں غلہ، کھجور، انگور کی بیل، میوہ جات کے باغات کی پیداوار پر ٹیکس لگائے۔

"ہلالی"۔ گھانس۔ مچھلی وغیرہ پر ٹیکس تھا۔

یہ ٹیکس علم و فن کی ترقی آبپاشی کی سہولتوں کے لیے اور دیگر مفاد عامہ کے تعمیری کاموں کے نام سے عائد کیے گئے[1]

جزیہ کی آمدنی دارالخلافہ روانہ کر دی جاتی۔ باقی رقم مصر کے اخراجات میں صرف ہوتی۔

رعایا سے سلوک متوکل کو رعایا کا بڑا خیال تھا اور ان کے ساتھ منصفانہ سلوک کرتا وہ کہا کرتا تھا کہ

اگلے خلفاء رعایا پر اس لیے سختیاں کیا کرتے تھے کہ

[1] مسلمانوں کا نظم مملکت ص ۲۹۵

وہ اس سختی کے خوف سے ان کے مطیع رہیں اور میں نرمی کرتا ہوں تاکہ وہ مجھ سے محبت کریں، میرے پاس آئیں اور مری اطاعت کریں[1]۔

عدل متوکل کے عدل و انصاف کی بڑی شہرت تھی۔ مسعودی کہتا ہے

عدل و انصاف کے لحاظ سے بھی متوکل کا زمانہ ممتاز شمار کیا جاتا ہے[2]۔

رواداری غیر مسلموں کے ساتھ بے حد رواداری کا برتاؤ کرتا تھا۔ مگر عیسائی اپنی خبث باطنی سے شرارت کیا کرتے رومی حکومت سے ساز باز رکھتے۔ مسلمانوں کا لباس اور معاشرت اختیار کیے رہتے۔ مسلمان ان کے دھوکے میں آکر اپنے دل کا حال کہہ گزرتے رومیوں کے خلاف جہاد کی تیاری ہوتی۔ عیسائی ان کو خبر کر دیتے اس بنا پر شناخت کے لیے عیسائیوں کے لباس و وضع و قطع و مذہبی مراسم پر چند قیود متوکل نے لگا دیئے۔ اس کا نتیجہ بے حد مفید ثابت ہوا[3]۔ یہی وجہ تھی کہ آخر میں ذمیوں سے سخت نفرت ہو گئی تھی۔ حتیٰ کہ اس نے یہ حکم نافذ کیا کہ اسلامی مکاتب میں ان کے بچے داخل نہ کیے جائیں اور نہ کوئی مسلمان ان کو تعلیم دے۔

ملک کی آسودہ حالی متوکل کا دور عباسی حکومت کا دورِ زریں کہا جاتا ہے۔ اس کے عہد میں رعایا فارغ البال تھی

---

[1] تاریخ خطیب جلد ۷، ص ۱۶۶ [2] مروج الذہب ج ۲ ص ۱۹۱ [3] ابن اثیر۔

عیش و تنعم کے سامانوں کی فراوانی۔ تمدنی نفاستیں اور نزاکتیں معراجِ کمال کو پہنچ گئی تھیں۔ مسعودی لکھتا ہے۔

متوکل کا زمانہ۔ اپنی بھلائیوں۔ خوبیوں۔ سرسبزی
وشادابی و فارغ البالی اور رفاہیت عیش و
عشرت کے لحاظ سے عہد سرور تھا سارے خواص
وعوام خوش و خرم تھے۔"

رشوت ستانی متوکل کے اولین عہد میں البتہ رشوت کا بازار گرم تھا۔ مگر متوکل نے بڑے بڑے عہدہ داروں کو سخت سزائیں دیں اور گراں قدر جرمانے وصول کئے جس سے رشوت ستانی کا دروازہ بند ہو گیا۔"

رفاہ عام اس کے زمانہ میں راستہ پرامن تھے۔ تمام اشیاء کی ارزانی تھی اہل حرفہ، تاجر خوش حال تھے۔ آئے دن متوکل محلات وغیرہ بنواتا رہتا جس سے غربا کو فائدہ پہنچتا رہتا۔

متوکل نے ایک ارب درہم ہارونی - قصر جعفری کی تعمیر میں خرچ کئے[1]۔

خزانہ متوکل نے صلہ گستری، داد دہش میں کروڑہا روپیہ صرف کیا۔ مگر پھر بھی بقول مسعودی کے ۴ لاکھ دینار اور ستر لاکھ درہم اپنے بعد خزانہ میں چھوڑ گیا[2]۔

[1-2] مروج الذہب جلد ۲ ص ۲۷۵-۲۷۶۔

تنزل کا آغاز
متوکل کے زمانہ میں گو فتوحات کا دائرہ بہت وسیع رہا مگر حکومت کی شان و شوکت میں کوئی کمی نہ تھی۔ رعایا خوش حال، ظاہری دبدبہ بھی قائم تھا۔ لیکن اندرونی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ ترکوں کے غلبہ سے حکومت کو بہت نقصان پہنچ رہا تھا۔ اقتدار اتراک سے عربوں کی عصبیت ختم ہو گئی تھی۔ امارت اُن کی جاتی رہی۔ فوجی خدمات سے اُن کو علیحدہ کر دیا گیا تھا جس سے مجاہدانہ اور فاتحانہ اسپرٹ اُن کی ختم ہو گئی۔ اس کے علاوہ خود خلیفہ اُن کے مقابلہ میں کمزور پڑ گیا تھا۔ خلیفہ معتصم کی غلطی کا نتیجہ خاندان بنی عباس بھگت رہا تھا۔

فوج
معتصم اور اس کے بعد واثق کے عہد میں فوج میں ترکی عنصر غالب تھا۔ عرب اور عجمیوں سے زیادہ حکومت میں اُن کی پوچھ تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُجڈ لوگ حکومت پر چھا گئے۔ اور اُن کا استبداد بہت بڑھ گیا۔ وزراء تو وزراء خلیفہ کو ترک خطرہ میں نہ لاتے۔ متوکل خود ان سے تنگ آ گیا آخر میں اس نے یہ طے کیا کہ ان کے سربرآوردہ لوگوں کو جس درجہ سے اُٹھے تھے وہیں لے جا بٹھائے۔ چنانچہ ترکی امیر ایتاخ جو سپہ سالار اور حاجب تھا اور سامرہ کا سب سے بڑا امیر، اس کے پیچھے آدمی لگا دیئے۔ انہوں نے اس کو حج پر جانے کے لیے آمادہ کر دیا۔ ایتاخ نے متوکل سے اجازت طلب کی یہاں سے معہ خلعت فاخرہ ان کو رخصتی ملی۔ متوکل نے بغداد کے شحنہ اسحاق بن ابراہیم مصعبی کو خفیہ اطلاع بھیجدی کہ تم ایتاخ سے نبٹ لینا۔ چنانچہ حج سے لوٹ کر ایتاخ کوفہ آیا۔ اسحاق پیشوائی کو پہونچا۔ اُدھر متوکل کی طرف سے استقبال

کیلئے معتمد معہ خلعت اور تحائف کے کوفہ آیا۔ غرض کہ کوفہ سے بغداد ایتاخ کو لے کر محل خزیمہ میں اسحاق داخل ہوا۔ اندرون محل ایتاخ کو گرفتار کر لیا۔ اور سلیمان بن وہب اور قدامہ بن زیاد اور اس کے دونوں بیٹے منصور و مظفر جیل میں بند کر دیئے گئے۔ ایتاخ کو وہ تکالیف دی گئیں کہ ۲۳۵ھ میں قید ہی میں گھٹ گھٹ کر مر گیا۔[1]

سامرہ | دارالخلافہ سامرہ سے متوکل بیزار ہو گیا تھا دمشق گیا تو یہاں فتنہ اٹھ کھڑا ہوا۔ آخرش سامرہ پھر لوٹ آیا۔

جعفریہ کی تعمیر | متوکل کو تعمیرات اور شہر آباد کرنے کا بڑا شوق تھا چنانچہ اس نے ۲۴۵ھ میں سامرہ سے چند میل کے فاصلہ پر ملحوزہ قصبہ کو شہر کی صورت میں آباد کیا۔ اس کی تعمیر میں تیس لاکھ دینار صرف کیے گئے۔ اپنے لیے خاص طور پر ایک بلند محل متوکل نے تعمیر کرایا تھا جس کا نام قصر لولو رکھا۔ دو لاکھ دینار اس کی تعمیر میں صرف ہوئے۔ پانچ میل کے فاصلہ سے ایک نہر لانی چاہی۔ خلیفہ کی توجہ دیکھ کر امراء نے بھی اپنے مکانات وہاں بنوائے جس سے کچھ عرصہ بعد دوسرا سامرہ جعفریہ بن گیا۔

تعمیر محل کی داستان | مذکور بالا ذکر سامرہ میں ۲۴۵ھ میں متوکل محل بنوا رہا تھا جس کے لیے روپیہ کی ضرورت پیش آئی تو نجاح بن سلمہ میر منشی نے بیس امراء کے نام کی فہرست مرتب کی جس میں وزیر اعظم بھی تھا اور اس کا بھائی موسیٰ بن عبدالملک اور اس کا نائب

[1] ابن خلدون جلد ۳ ص ۲۰۶

اور حسن بن مخلد وغیرہ تھے اور عرض کی کہ اُن کو میرے سپرد کر دیجئے میں رقم وصول کر کے پیش کر دوں گا۔ وزیر اعظم کو خبر لگی وہ متوکل کے پاس گیا اور کہا۔ امیر نجاح مخصوص امرائے دولت کو آپ سے بدظن کرنا چاہتا ہے اور جو صورت وہ اختیار کرنا چاہتا ہے اس سے عام خلفشار ہوگا یہ کہہ کر وہاں سے چلا آیا اور امیر موسیٰ اور امیر حسن کو بلا کر اُن سے کہا۔ خلیفہ تیار ہے کہ کل وہ تم کو نجاح کے سپرد کر دے وہ مال کی ضبطی کے ساتھ تم کو ایسی سزائیں دے گا کہ تم ہلاکت کے درجہ پر پہنچ جاؤ گے۔ لہٰذا تم اس وقت امیر المومنین کو کہہ بھیجو کہ ہم محل کی تعمیر کے لیے بیس لاکھ دینار دینے کو تیار ہیں بشرطیکہ نجاح ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ ان دونوں نے تحریریں لکھ دیں۔ اس کو لے کر وزیر اعظم خلیفہ کے پاس پہنچا۔ اس نے منظور کر کے نجاح کو اُن کے حوالہ کر دیا۔ انہوں نے اس کے بیٹے سے چودہ ہزار دینار نقد وصول کئے۔ اور اس کی کل جائداد ضبط کی۔

نجاح کا کاتب خاص اسحاق بن سعد تھا۔ اس نے متوکل کی شاہزادگی کے زمانہ میں ایک بار اس کی تنخواہ کے اجراء میں پچاس دینار رشوت میں لیے تھے متوکل نے حکم دیا کہ اس سے ہر ایک دینار کے عوض میں ایک ہزار دینار وصول کرو وہ مطالبہ ادا نہ کر سکا۔ قید کر دیا۔ مجبور ہو کر اس نے ۱۷۰۰۰ دینار ادا کئے تو قید سے رہائی ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد نجاح مر گیا۔[۱]

خلق قرآن | بدعت خلق قرآن اور رویت باری کے مسئلہ نے مامون

---

[۱] ملخص ابن اثیر و ابن خلدون جلد ۷

کے عہد سے لے کر متوکل کے عہد تک بڑا فتنہ اٹھا رکھا تھا۔ متوکل نے ان مجنونوں کو لغو [redacted] رد کردیا۔ "وجاء المتوکل فاعلن سنہ ۲۳۴ھ، ابطال القول بخلق قرآن وہدومن آثار ہذہ المسائل۔"[1] اور محدثین کرام کی پذیرائی کی۔ اس کے ساتھ ہی معتزلہ گروہ کی سرکوبی کی۔[2]

قاضی ابراہیم بن محمد تیمی کہتے تھے:

> تین خلفاء نے کارنامے دکھلائے۔ ابوبکر صدیق نے ارتداد کے فتنہ کا انسداد کیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے بنی اُمیہ کے مظالم کا تدارک کیا اور متوکل نے بدعت کو مٹا کر سنت کو زندہ کیا۔

علمی ترقی متوکل کا علمی حیثیت سے اپنے اسلاف کرام کے مقابلہ میں کوئی خاص پایہ نہ تھا۔ مگر پھر بھی اس نے بڑے کام کیئے۔ علمی گھرانے کا فرد ہونے کے اعتبار سے احادیث نبوی سے ذوق اور شعر وسخن کا شوق تھا۔ اس سے متعدد احادیث مروی ہیں جن کو علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں نقل کیاہے۔ متوکل کا بڑا کارنامہ احادیث رسول کی اشاعت اور معتزلیوں وقدریوں و دیگر فرق باطلہ کی فتنہ انگیزیوں کا سدباب ہے

ذکر احیاء سنت میں لکھا جاچکاہے محدث ابوبکر بن ابی شیبہ کو بلا کر سامرا میں اشاعت حدیث پر مامور کیا۔ اور دوسرے محدثین کرام کو سامرا طلب کرکے انعامات سے نوازا۔[3]

---

[1] ضحی الاسلام احمد امین مصری جزء ثالث ص ۱۹۰ [2] تاریخ خطیب ج ۷ ص ۱۷۰ [3] تاریخ الخلفاء ۲۲۲

گو قلمرو بنی عباس میں متوکل سے پہلے سے درس حدیث کے حلقے قائم تھے جیسے امام ابویعقوب اسحاق بن ابی الحسن یا ابن راہویہ[1] جو فضل بن عیاض اور ابن وکیع کے شاگرد تھے۔ ان کا حلقہ تھا۔ جہاں سے امام بخاری سے جلیل القدر محدث مستفید ہو کے نکلے۔ اور ان سے نوے ہزار نے الجامع الصحیح سنی۔ اس میں دس ہزار حدیثیں ہیں۔ بقول خود امام بخاری کے چھ لاکھ حدیثوں سے انتخاب کی ہے۔ ان شیوخ کی تعداد جن سے صحیح میں حدیثیں لی گئیں۔ دو سو نواسی ہیں۔ امام کے جلیل القدر شاگرد امام مسلم بن الحجاج ہیں اور انہی کے نقش قدم پر چلے ہیں۔ انہوں نے امام بخاری سے اور ان کی کتاب سے احادیث روایت کی۔ دار قطنی کا بیان ہے کہ

"اگر امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم کچھ نہ کر سکتے انہوں نے یہ کیا ہے کہ امام بخاری کی کتاب سامنے رکھ کر حدیثیں لکھنا شروع کر دیں۔ کہیں کہیں اپنی طرف سے زیادتی بھی کی"

حاکم ابوعبداللہ نے "مسلم" کی یہ تعریف کی ہے

ماتحت ادیم السما کتاب اصح من کتاب مسلم ابن الحجاج"

مگر ایک عربی شاعر نے محاکمہ خوب کیا ہے

(۱) تنازع قوم فی بخاری و مسلم — لدی وقالوا ای ذین یقدم
(۲) فقلت لقد فاق البخاری صحۃ — کما فاق فی حسن الصناعۃ مسلم

---

[1] راہویہ نے نیمر، ، بسال ۲۳۸ھ میں وفات پائی (تہذیب الکمال)

متوکل کے عہد میں امام ابو داؤد بن اشعث الازدی السجستانی اور امام ابو عیسیٰ بن سودہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمہ ترمذی نے اپنے مجموعہ تیار کئے۔ ان کے بعد سنن ابن ماجہ۔ مسند حارث (۲۸۲ھ) مسند بزار (۲۹۲ھ) مسند دارمی (۲۵۵ھ) کتب حدیث شائع ہوئیں۔

اشاعت علوم دینی

ان دنوں بغداد حدیث کی اشاعت کا مرکز بن گیا تھا۔ امام بخاری کے شاگرد فربری سے ابھی نوے ہزار آدمیوں نے صحیح بخاری کی اجازت حاصل کی تھی[1]۔ متوکل کے عہد میں محدثین نے اشاعت حدیث میں خوب خوب سرگرمی دکھائی۔

احمد بن جعفر راوی ہیں کہ جب امام ابو مسلم بغداد آئے تو نامی مقام پر انہوں نے حدیث کا املا کیا۔ سات مستملی کھڑے ہوئے۔ جن میں سے ایک دوسرے کو شیخ کی روایت پہنچاتا تھا۔ اور لوگ کھڑے کھڑے تحریر حدیث میں مصروف تھے یہ اندازہ کرنے کے لیے کہ کس قدر آدمی اس وسیع میدان میں فراہم تھے۔ میدان مذکور کی پیمائش کی گئی اور دواتیں گنی گئیں۔ کچھ اوپر چالیس ہزار دواتیں ہوئیں جو لوگ لکھتے نہ تھے صرف سماعاً شریک تھے وہ اس تعداد سے خارج ہیں۔"

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ تھوڑے عرصہ میں بغداد کا پایہ علم حدیث کی اشاعت میں فائق تھا۔ مسلم بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے آٹھ سو شیوخ سے فن حدیث حاصل کیا اور باوجود شیوخ کی اس کثرت کے میں دجلہ کے

---

[1] مقدمہ فتح الباری للامام ابن الحجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ صفحہ ۵۸۰

پل سے اُتر کر نہیں گیا۔ بغداد میں آٹھ سو اساتذہ حدیث ایسے تھے جو شیخ کے لقب سے ملقب تھے۔[1]

علوم عقلیہ کی ترقی متوکل کے عہد میں علوم عقلیہ کی ترویج و اشاعت عام تھی۔ موسیٰ بن شاکر کے لڑکوں نے جو رصدگاہ بنائی تھی۔ اس کو متوکل کے زمانہ میں النظیری اور محمد بن عیسیٰ ابوعبداللہ نے بے حد ترقی دی اور علم ہیئت کے بعض مسائل پر عالمانہ روشنی ڈالی۔ آفتاب اور دیگر ستاروں کی گردش کے متعلق حیرت انگیز معلومات اور تحقیقات بہم پہنچائی۔ ابوالحسن نے دوربین ایجاد کی تھی اس کی ان ہیئت دانوں نے اور اصلاح کی۔

---

[1] امام سلیمان بن حرب محدث کا واقعہ ہے کہ مامون کے زمانہ میں قصر خلافت کے ایک مرتفع جگہ مثل منبر تیار کی گئی تاکہ اس پر بیٹھ کر املائے حدیث کریں اس مجلس میں مامون اور تمام امرائے خلافت حاضر تھے جو لفظ امام ممدوح کے منہ سے نکلتا مامون اپنی قلم سے لکھتا جاتا۔ جب کل حاضرین درس کا اندازہ کیا گیا تو چالیس ہزار نفوس انداز میں آئے۔ معتصم کے زمانہ میں امام عاصم ابن علی املائے حدیث کے واسطے بغداد سے باہر نخلستان میں ایک بلند چبوترے پر بیٹھے تھے ان کے مستملی ہارون نے کھڑے ہونے کے واسطے ایک خم دار کھجور کا درخت پسند کر رکھا تھا۔ خلیفہ معتصم نے ایک بار ایک اپنا معتمد اس مجلس کے شرکا کا اندازہ کرنے کے لئے بھیجا۔ معتمد نے ارشاد خلافت کی تعمیل کی تو ایک لاکھ بیس ہزار پر حاضرین کی تعداد پہنچی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ محدثین

(باقی اگلے صفحہ پر)

ماوراء النہری ابوالعباس احمد الفرغانی متوکل کے عہد کا ممتاز ہیئت داں تھا جس نے متوکل کے لیے فطاس میں ایک نیل پیما تیار کیا تھا اس کی ایک بے نظیر تصنیف کتاب المدخل الی ہیئۃ الافلاک ہے۔

حکیم ابو زید حنین بن اسحاق عبادی یونانی زبان کا عالم شاگرد خلیل بن احمد، یہ وہی فلسفی اور طبیب ہے جو پہلے بنو موسیٰ بن شاکر کے یہاں ۵۰۰ پونڈ مشاہرہ پاتا تھا۔ پھر مامون کے یہاں اس کے ہر ترجمہ کی ہوئی کتاب کا معاوضہ دربار شاہی سے کتاب کے برابر وزن سونا پاتا تھا۔ متوکل نے ۲۴۷ھ میں اپنا طبیب خاص مقرر کیا۔ ۲۴ صفر ۲۶۰ھ میں انتقال ہوا (طبقات الاطباء ص ۵، واخبار الحکما قفطی ص ۱۹۹)

علی بن سہل ابان الطبری مصنف فردوس الحکمۃ (۲۵۰ھ) عیسائی متوکل کے دور خلافت میں مشرف باسلام ہوا۔ اور ایک عرصہ تک خلیفہ کا معالج رہا۔

علم تاریخ علامہ بلاذری نے اس عہد میں اپنی کتاب فتوح البلدان مرتب کی۔ علامہ نے ۲۹۷ھ میں انتقال کیا۔ اس عہد میں طبقات ابن سعد کا مصنف گزرا۔ ابن سعد نے ۲۴۵ھ میں وفات پائی۔

جغرافیہ ابن خوردازبہ متوفی ۲۱۹ھ نے ۲۳۶ھ میں سلسلہ رسائل مسالک و ممالک جغرافیہ میں کتاب لکھی۔ اس سے ابن الفقیہ اور

(پچھلے صفحہ سے آگے) کرام پر حکومت کی طرف سے سخت گیری تھی۔ معتزلہ ان محدثین کو ہر عنوان پریشان کرتے تھے۔ [1] ابن خلکا

ابن حوقل نے اپنی تصانیف میں بڑا کام لیا ہے۔

حیاتیات ابو عثمان عمرو ابن بحر الجاحظ متوفی ۲۵۵ھ ساکن بصرہ، متوکل کا ہم عصر تھا۔ کتاب الحیوان تصنیف کی جس میں جانوروں کے کشمکش حیات پر بحث کی ہے۔ اس لئے جانوروں کے براز خشک سے شید کرکے امونیا بنایا۔ کتاب الامصار، البیان والتبیین، کتاب الامثال وغیرہ تصانیف ہیں۔

کتب خانہ متوکل کو زیادہ کتابوں کا شوق نہ تھا۔ البتہ شاہی کتب خانہ جو ماموں کے عہد میں قائم ہوا تھا۔ اس کو تلف ہونے نہیں دیا۔ البتہ ابن ابی الحریش جلد ساز ماموں کی ہاتھ کی بنی ہوئی کتابوں کی بہت حفاظت اس کو منظور تھی۔

فتح بن خاقان وزیر متوکل نے عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا تھا اور اس کا مہتمم علی بن یحیی منجم تھا۔ اس زمانہ میں یہ کتب خانہ بے نظیر کہلاتا تھا۔ بغداد اور سامرہ کے علماء اور امراء کے کتب خانہ بھی تھے مگر فتح بن خاقان نے محمد بن عبد الملک وزیر واثق باللہ جو کتابوں کی نقل و کتابت و ترجمہ میں دس ہزار روپے ماہوار خرچ کیا کرتا تھا۔ اس سے بہت زیادہ فتح بن خاقان اپنے کتب خانہ پر صرف کرتا تھا۔"

بیت الحکمت متوکل نے بھی ترجمے کے کام اور تصنیف و تالیف کے شعبہ پر بے حد توجہ کی۔ اپنے طبیب حنین بن اسحاق کو بیت الحکمت کا افسر مقرر کیا اور بہت سے زباندان اور فصیح و بلیغ مترجم اس کی ماتحتی میں دیئے یہ مترجمین ترجمہ کرتے اور حنین ان کی اصلاح کی غرض سے دیکھتا

اور درست کرتا۔

متوکل نے حنین کی بے انتہا قدردانی کی۔ ایوانات شاہی میں سے تین محل اس کی رہائش کے لیے خالی کر دیئے اور ان کو ہر قسم کے آرائشی سامان سے سجوا کر شاہی کتب خانہ بھی وہیں رکھوا دیا۔ پندرہ ہزار ماہوار تنخواہ مقرر بھی تھی[1]

علمائے معاصرین

ابو ثور، ابراہیم بن منذر حزامی۔ اسحاق بن راہویہ، اسحاق بن ندیم موصلی مغنی اروح مقری، زہیر بن حرب، ہمتون سلیمان الشاذکونی، ابو مسعود العسکری، ابو جعفر نفیلی ادیب شاعر۔ عبدالملک بن حبیب امام مالکیہ، عبدالعزیز بن یحیی شاگرد امام شافعی۔ عبیداللہ بن عمر قواریری، علی بن المدینی محمد بن عبداللہ بن نمیر یحییٰ بن معین، یحییٰ بن بکیر، یحییٰ بن یحییٰ، یوسف الازرق المقری، بشر بن الولید الکندی المالکی۔ جعفر بن حرب بن مکابر المعتزلہ، ابن کلاب المتکلم، حارث محاسبی، حرملہ شاگرد امام شافعی، ابن سکیت۔ احمد بن منیع، ابو تراب النخشبی ابو عمر الدوری المقری، دعبل شاعر۔ ابو عثمان المازنی نحوی[2]

محدث و فقہا

ابراہیم بن یوسف بن میمون بن قدامہ البلخی شیخ اکمل محدث فقیہ امام ابو یوسف کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ والی بلخ آپ کی منزلت کرتا تھا۔ ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔

یحییٰ بن اکثم مروزی فقیہ و محدث، حدیث امام محمد و ابن المبارک

---

[1] رسائل شبلی ص ۲۵۳ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۲۷

وسفیان سے سنی۔ ۲۴۳ھ میں انتقال ہوا۔

ہلال بن یحییٰ بن مسلم فقیہ، محدث زفر سے فقہ حاصل کی اور ابو عوانہ سے حدیث سنی۔ ۲۴۵ھ میں وفات پائی۔

خالد بن یوسف بن خالد السمتی فقیہ، محدث ۲۴۵ھ میں وصال ہوا۔

اسحاق بن بہلول فقیہ، حافظ، محدث شاگرد حسن بن زیاد ۲۵۲ھ میں انتقال ہوا۔ (مقدمہ فتاویٰ ہندیہ)

ملوک طاہریہ

طاہر[1] بن حسین قاتل خلیفہ امین خراسان پر دولت طاہریہ کا بانی ہے جس کا تفصیلی حال پہلے آچکا ہے۔ طاہر کے بعد طلحہ بن طاہر، علی بن طلحہ، عبداللہ بن طاہر، طاہر بن عبداللہ، محمد بن طاہر بن عبداللہ نے درپے یہ پانچ والی خلفاء کے حکم سے مقرر ہوئے۔ یہ حکمراں برابر مطیع خلفاء کے تھے۔ محمد بن طاہر کو حسن بن زید علوی سے بہت تکلیف پہونچی آخر میں یعقوب بن لیث بانی دولت صفاریہ سے مقابلہ ہوا اور ملوک طاہریہ کا اس پر خاتمہ ہو گیا۔

دولت طاہرہ میں جہاں تہور و شجاعت و مردانگی کے جوہر تھے

---

[1] طاہر بن حسین کا باپ مصعب بن زریق تھا جو سلیمان بن کثیر خزاعی داعی دعوت بنی عباس کا کاتب تھا وکان بلیغاً من کلامہ حسین کا انتقال ہوا تو مامون جنازہ میں شریک ہوا تھا (ابن خلکان ج ۱ ص ۲۳۷)

وہاں علم سے بھی لگاؤ تھا خراسان میں جہاں بدعت کا زور تھا وہاں اشاعت حدیث کا بھی بڑا اہتمام تھا۔

ابن رافع قشیری حافظ حدیث نے اپنے مکان پر حدیث کا درس شروع کیا۔ طلبہ کے علاوہ خراسان کے امیر نامور طاہری اولاد بھی معہ خدم و حشم حاضر درس ہوتی۔ شیخ کے جلال کا یہ عالم ہوتا تھا کہ کسی کو بات کرنے یا مسکرانے کی مجال نہ تھی۔[1]

دولتِ طاہریہ کے زمانہ میں کثرت سے خراسان میں درسگاہیں قائم ہوئیں۔ جہاں سے بڑے بڑے اصحاب فن پیدا ہوئے۔

دولتِ صفاریہ

یعقوب بن لیث صفاری ابتداً ایک مزدور تھا۔ پھر لیٹروں کی جماعت کا سردار بن گیا۔ اور اپنے ساتھی درہم بن حسین کو دھتا بتا کر خود رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہوا خراسان۔ کابل۔ بلخ۔ طبرستان کے علاقوں پر چھا گیا۔ محمد بن طاہر کو قید اور اس کے مدمقابل حسن بن زید علوی کو شکست دی یہ عہد معتمد کا تھا۔ پھر یعقوب نے فارس پر قبضہ جمایا۔ خلیفہ نے یہ رنگ دیکھ کر فارس اور خراسان کی ولایت (گورنری) خوشی سے یعقوب کو دینا چاہی لیکن اس کو تو تاج خلافت کی دھن تھی یہ کب مانتا تھا پہلی لڑائی میں خلیفہ کے

---

[1] تذکرہ الحفاظ علامہ ذہبی جلد ۲ ص ۹۲

بھائی موفق نے کسی حیلہ سے یعقوب کو بھگا دیا۔ اور جب [illegible] بارہ یعقوب نے طیاری کے ساتھ چڑھائی کی تو دردِ قولنج نے اسے فرصت نہیں دی یعقوب بڑا مستقل مزاج اور بہادر تھا۔ زندہ رہتا تو خلافت خطرہ میں رہتی۔

خلیفہ معتمد کا ایلچی جب فارس اور خراسان کی ولایت کا پروانہ لے کر صلح کا پیغام لایا تو اس نے سامنے تلوار، نانِ خشک اور پیاز رکھ کر کہا کہ میں تلوار سے سلطنت لوں گا۔ خلیفہ کا مطیع ہونا مجھے منظور نہیں ہے اور تلوار نے میری مدد نہ کی تو سوکھی روٹی اور ایک پیاز کی گٹھی مجھے بہت ہے۔

یعقوب کے مرنے کے بعد اس کے بھائی عمر بن لیث نے خود خلیفہ کی خدمت میں اظہارِ اطاعت کا خط بھیجا۔ وہاں سے عراق، عجم، فارس اور خراسان کی حکومت اس کو عطا ہوئی۔ اس کے خاندان کے طاہر بن محمد لیث بن علی، عمرو بن یعقوب۔ خلف ابن احمد یکے بعد دیگرے سیستان کے حاکم ہوئے۔ سامانیوں سے مقابلہ رہا۔ آخر میں یہ دونوں خاندان تباہ ہوئے دولتِ صفاریہ اور سامانیہ کا ایک ساتھ خاتمہ ہوا[1]۔

دولت ہباریہ

قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنی اسد میں ایک شخص ہبار بن اسود جو [illegible]ھ میں مسلمان ہوا۔ اس کی اولاد میں منذر بن زبیر سندھ کے والی حکم

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۰۰۔ اور مروج الذہب ج ۷ ص ۴۰۵ و ابن خلکان ج ۲ ص ۳۱۹

بن حُوبہ متوفی ۱۲۱؁ھ کے ساتھ سندھ پہنچا اور اقامت پذیر ہوگیا عمر بن عبدالعزیز اس کا سبط تھا۔ عبدالعزیز کے بعد عبداللہ حاکم منصورہ بنا۔ یہ تخت نشینی کے بعد بڑا لائق ثابت ہوا۔ امن وامان کے قیام کے ساتھ بڑا رعب قائم کیا۔ اس کا وزیر ریاح تھا۔ اس کے دو لڑکے محمد اور علی تھے۔ ایک قاضی مقرر کیا جو آل ابی شوارب کے خاندان سے تھا پھر عبدالرحمن بن علی حاکم ہوگیا۔ ان پر اسماعلیوں کا غلبہ ہوگیا۔لہ ۴۰۱؁ھ میں محمود نے ملتان پر قبضہ کیا تو منصورہ پر اس کا تسلط ہوگیا اور ہباری خاندان ختم ہوگیا۔

لہ مروج الذہب ص ۳۷۷

خلیفہ محمد بن جعفر الملقب بہ منتصر باللہ

نام ونسب محمد منتصر بن متوکل بن معتصم بن ہارون الرشید، والدہ کا نام حبشیہ تھا دامہ ام ولد یقال حبشیہ[1] منتصر ۲۲۲ھ میں پیدا ہوا۔

بیعت خلافت ۲۳۵ھ میں متوکل نے اس کے لیے ولیعہدی کا فرمان لکھا تھا متوکل کے قتل کے بعد ۲۵ سال کی عمر میں اس کو ترکوں نے تخت خلافت پر بٹھایا۔ وصیف اور دوسرے ترکی امراء نے اس کے ہاتھ پر ۴ شوال ۲۴۷ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۸۶۱ء بیعت کی[2]۔ دوسرے دن منتصر کے سوتیلے بھائیوں معتز اور ابراہیم موید نے بیعت کی۔ اس کے بعد تمام عمائد سلطنت سے بیعت لی گئی۔

وقائع تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد منتصر نے جعفریہ کو جسے متوکل نے بے شمار دولت صرف کرکے بنوایا تھا۔ کھدوا ڈالا۔ یہاں کی کل آبادی اپنی پرانی جگہ پر واپس کردی گئی۔

ابوالعمود شاربی کا خروج منتصر کو تخت نشین ہوئے کچھ عرصہ گزرا تھا کہ یمن میں بواسج اور موصل میں ابوالعمود شاربی نے بغاوت بپا کردی۔ قبیلہ ربیعہ اور کرد بھی اس بغاوت میں شریک ہوگئے

---

[1] یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷ [2] یعقوبی ج ۲ ص ۳۰۶

اس وجہ سے ابو العمود طاقت ور ہو گیا۔ منتصر نے سیما ترکی سردار کو اس کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ اس نے چند مقابلے کئے۔ آخرش ابو العمود گرفتار ہوا اور منتصر کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ منتصر نے اطاعت کا عہد لے کر آزاد کر دیا۔[1]

فتوحات ۲۴۷ھ میں امیر عبد اللہ بن عباس مجاہد اعظم عباس کے مرنے کے بعد امیر صقلیہ ہوا۔ اس نے جبل بن مالک ارمینین، اور متعدد قلعے فتح کئے۔ پانچ ماہ بعد ۲۴۸ھ میں عبد اللہ کی جگہ خفاجہ بن سفیان امیر مقرر ہوا۔ اس نے اپنے لڑکے محمود کو سرقوسہ روانہ کیا اس نے سرقوسہ کو تاخت کیا مگر قبضہ نہ کر سکا لوٹ آیا۔[2]

وزارت منتصر نے عبید اللہ بن خاقان کو معزول کر کے احمد بن خصیب کو جو اس کا کاتب تھا۔ وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا۔

منصب قضاۃ جعفر بن عبد الواحد ہاشمی کو منصب قضاء پر مقرر کیا۔[3]

اتراک کا اقتدار متوکل کے قتل کے بعد سے ترکی امراء اور فوج خود سر ہو گئی تھی۔ ان کی ہیبت سے خود خلیفہ لرزہ بر اندام تھا۔ وصیف اور بغا نے اس سے کہا کہ اپنے دونوں بھائیوں کو ولی عہدی سے معزول کر دو۔ چنانچہ منتصر کے کہتے ہی موید نے فوراً منظور کر لیا۔ بعد کو معتز نے بھی دست برداری لکھ دی ورنہ ان کی جان کا خطرہ تھا۔

وزیر احمد بن خصیب ترکی جنرل امیر وصیف سے مخاصمت رکھتا

---

[1] مروج الذہب ج ۷، ص ۳۰۹ [2] ابن اثیر ج ۷، ص ۲۴ [3] تنبیہ والاشراف ص ۲۸۸

تھا۔ اس نے منتصر سے کہہ سنکر آمادہ کیا کہ وصیف دار الخلافہ سے علیحدہ رہے چنانچہ منتصر نے وصیف سے ایک دن کہا۔ قیصر روم سرحد پر حملہ کرنا چاہتا ہے آپ جائیں یا میں اس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوں چنانچہ وصیف نے کہا۔ تمکخوار جانے کو تیار ہے۔ چنانچہ وزیر خصیب نے جملہ سامان کا انتظام کر دیا۔ امیر وصیف سرحد روانہ ہو گیا۔[۱]

صفات منتصر | منتصر حلیم، عفیف، بامروت، اس کا حسن خلق بڑھا ہوا تھا متوکل نے شیعوں پر جو قیود عائد کر دیئے تھے۔ ان کو یکقلم اٹھا دیا۔ تمام علویوں کے وظائف جاری کر دیئے اور اوقاف واگذاشت کر دیئے گئے۔ باغ فدک عطا کر دیا۔ کربلا کی زیارت کی اجازت دیدی۔[۲]

علامہ سیوطی کا بیان ہے کہ

منتصر نے رعیت میں عدل و انصاف پھیلایا اور لوگ
باوجود اس کی ہیبت کے اس کی طرف مائل ہو گئے
کیوں کہ وہ سخی اور حلیم الطبع تھا۔[۳]

منتصر رعب دار تھا۔ ہر وقت باخبر رہا کرتا تھا۔ مگر نہایت ممسک واقع ہوا تھا۔ مال و زر کی اتنی حفاظت کرتا تھا کہ لوگ اسے بخیل اور کنجوس کہا کرتے تھے۔[۴]

حلیہ | قد میانہ، حسین چہرہ، گندمی رنگ، نہایت جسیم و تحیم اور بارعب و

---

[۱] طبری جلد ۱۲ ص ۱۴۸۰ [۲] تتبیہ واشراف ص ۲۵۸ [۳] تاریخ کامل ج ۷ ص ۴۴ وفیات الوفیات ج ۲ ص ۴۰۸ [۴] تاریخ الخلفا ص ۲۴۸

داب تھا۔

واقعۂ عبرت منتصر نے اپنے باپ کے خزانہ سے کچھ فرش نکلوائے۔ اور اس کو ایک مکان میں بچھوایا۔ ایک فرش کے وسط میں ایک دائرہ بنا ہوا تھا۔ اور اس میں ایک سوار کی تصویر جس کے سر پر تاج تھا۔ بنی ہوئی تھی اس کے چاروں کناروں پر فارسی میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ ایک فارسی خواں کو خلیفہ نے بلوایا۔ وہ پڑھ کر کچھ چپ سا ہو گیا۔ منتصر نے پوچھا کیا لکھا ہے۔ اس نے کہا کہ اس کے کچھ معنی میری سمجھ میں نہیں آتے۔ مگر خلیفہ اصرار کرتا رہا مجبور ہو کر اسنے کہا کہ لکھا ہے کہ میں نوشیروان بن کسریٰ بن ہرمز ہوں نے اپنے باپ کو قتل کیا۔ لیکن مجھے چھ ماہ سے زیادہ سلطنت کرنا نصیب نہ ہوا۔

یہ سنکر منتصر کا رنگ فق ہو گیا اور اس فرش کو جلا دینے کا حکم دیا[1]

باپ کے قتل کا غم منتصر ترکوں کا ہمنوا ہو کر باپ کو قتل کرا چکا۔ مگر اس کو اس واقعہ کا غم بہت تھا۔ شب و روز باپ کے لیے رویا کرتا۔ اس غم میں چھ ماہ میں گھل گھل کر سوکھ گیا۔ ادھر باپ کے قاتلوں سے انتقام بھی لینا چاہتا تھا۔ ترک اس کے انداز کو سمجھ گئے۔ مسعودی کا بیان ہے کہ ایک دن منتصر قصر میں بیٹھا ہوا تھا کہ بغا صغیر ترکوں کے غول میں آتے دیکھا منتصر نے اسے دیکھ کر فضل بن ماموں سے کہا۔ اگر میں والد کے بدلہ میں ان کو قتل نہ کر دوں اور ان کی جماعت کو منتشر نہ کر دوں تو خدا مجھے قتل کر دے، ترکوں کو اس کا علم ہو گیا۔ چنانچہ سب سردار اس کی جان کے لاگو ہو گئے[2]

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۰۹ [2] مروج الذہب ج ۷ ص ۳۰۱

وفات منتصر مرض الموت میں مبتلا ہو گیا۔ امرائے ترک نے اس کے طبیب ابن طیفور کو تیس ہزار اشرفی دے کر مسموم آلہ سے فصد دلوا دی جس کی سمیت کے اثر سے منتصر جانبر نہ ہو سکا۔[1]

سامرہ میں منتصر کا ۵ ربیع الثانی ۲۴۸ھ کو انتقال ہوا۔ احمد بن محمد بن معتصم نے نماز جنازہ پڑھا کر یہیں دفن کر دیا۔[2] وفات کے وقت پچیس سال چھ ماہ کی عمر تھی۔ مدتِ خلافت چھ مہینے دو دن۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۶۵ [2] تاریخ کامل ج ۷ ص ۳۸

خلیفہ مستعین باللہ ابو العباس احمد عباسی

نام ونسب ابو العباس احمد ملقب مستعین بن محمد بن معتصم بن ہارون الرشید اس کی والدہ کا نام مخارق صقلوی تھا ولادت ۲۲۱ھ میں ہوئی۔

بیعت خلافت منتصر کے مرنے کے بعد موالی کا اجتماع ہوا۔ ان میں ممتاز ہستیاں بغا کبیر، بغا صغیر، اتامش ان تینوں نے اتراک مغاربہ اور اشروشنیہ کے امراء سے حق انتخاب خلیفہ لے کر موسیٰ بن شاکر منجم کی رائے سے احمد بن محمد بن معتصم کو خلیفہ تجویز کیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور لقب مستعین باللہ رکھا گیا۔ مستعین ۵ ربیع الثانی ۲۴۸ھ کو تخت خلافت پر رونق افروز ہوا[1] وزیر احمد بن حصیب برقرار رہا۔

علویین زیدیہ جماعت میں سے یحییٰ بن عمر جو بغداد میں مقید تھے وہ آزاد ہو گئے اور انہوں نے اپنی جماعت کو فراہم کیا اور دعوائے خلافت کر بیٹھے۔ اور کوفہ کو بلا مزاحمت تصرف میں لائے۔ امیر بغداد محمد بن عبد اللہ بن طاہر نے ان کے مقابلہ کے لیے حسن بن ابراہیم بن مصعب کو فوج دے کر بھیجا۔ وہ کوفہ سے کچھ فاصلہ پر مقیم ہوا۔ زیدیہ نے یحییٰ کو مشورہ دیا کہ امیر حسن سے چل کر اس کے قیام پر شب خون مارا جائے

---

[1] یعقوبی جلد ۲ ص ۲۱۸

اور کوفہ سے آگے بڑھنے ہی نہ دیا جائے۔ چنانچہ یحییٰ اصولِ جنگ سے ناواقف
کوفے سے نکل کر شاہی فوج پر حملہ کرنے کے لیے چلے، رات بھر چل کر
۱۳ رجب ۲۵۰ھ کی صبح کو امیر حسن کے مقابل آئے۔ اس کی فوج تازہ
دم اور زیدیہ درماندہ۔ پہلے ہی جھڑپ میں منہ کی کھا گئے۔ یحییٰ گھوڑے
سے نیچے آ رہے۔ اور مقتول ہوئے۔ اُن کا سر مبارک محمد بن عبداللہ
امیر بغداد کے پاس بھیجدیا گیا۔ اس نے سامرہ روانہ کیا وہاں باب عامہ
پر لٹکایا گیا۔ محبانِ اہلِ بیت میں شورش پیدا ہوئی۔ اس وجہ سے بغداد
واپس کیا گیا۔ وہاں لٹکایا وہاں بھی یہی صورت پیش آئی تو دفن کر دیا
گیا۔ مستعین کے زمانہ میں علویین کے ہواخواہ بڑھ گئے تھے اور بنی عباس
سے پہلا سا انس کم ہو رہا تھا۔[۵]

طبرستان میں دولت علویہ حسن بن یزید علوی نے طبرستان کو زیرنگیں کر لیا
۲۷ سال فرماں روا رہا۔ ۲۸۰ھ میں حسن
قتل ہوا۔ اور حسن بن علی قائم مقام ہوا۔ حسن نے حکومت قائم کی، اور
۳۱۶ھ تک اُس کے خاندان میں حکومت رہی۔

رومی سرحد ملک کی اندرونی حالت کمزور ہونے سے سرحد پر رومیوں
نے فتنہ کھڑا کر رکھا تھا۔ وہاں عمر بن عبداللہ اقطع
اور علی بن یحییٰ ارمنی دو امیر تھے جن کے تہور اور شجاعت کی دھاک
رومیوں کے قلوب پر مستولی تھی۔ عمر نے ملطیہ پر چڑھائی کی وہاں شہید

---

[۵] ابن خلدون ج ۷ ص ۲۱۶۔

ہوگئے۔ رومیوں نے میدان صاف دیکھ کر جزیرہ کے حدود تک قدم بڑھایا علی بن یحییٰ مقابل آئے۔ مگر اُن کے ساتھ قلیل جماعت تھی آخرش چار سو مسلمانوں کی ہمراہی میں جام شہادت نوش کیا۔ رومیوں نے اب بے خوف وخطر ہوکر اسلامی علاقہ کا تاخت وتاراج شروع کردیا مستعین میں اب دم نہ رہا تھا کہ وہ کسی سردار سے کہتا کہ سرحدی فتنہ کا سدباب کرے۔

نظم مملکت ملک کے انتظام میں بہت کچھ خرابی پیدا ہوچکی تھی ترک جاہل قوم وہ ہر ملکی انتظام میں دخیل ہوکر بگاڑ رہے تھے وزارت پر بھی اُن کا تسلط تھا۔ ان کی مرضی کو انتخاب وزیر میں زیادہ دخل تھا

وزراء احمد بن خصیب، اتامش، ابوصالح عبداللہ بن محمد بن یزداد وزیر مامون۔ محمد بن فضل جرجرائی۔ وزارت پر سرفراز کیے گئے۔

قضاۃ منصب قضاء پر حسن بن ابی الشوارب اموی کو ممتاز کیا۔[۱]

احمد بن خصیب پہلے کاتب تھا، یہ کم سواد اور کوتاہ نظر اور نہایت تندمزاج۔ پہلے منتصر کا وزیر رہا۔ پھر علیحدہ کردیا گیا مستعین نے وزارت پر ممتاز کیا۔ مگر ترکی امراء اس سے ناراض ہوگئے۔ ۲۴۸ھ میں اُس کو گرفتار کرکے جزیرہ اقریطش بھیجدیا اور اس کے لڑکے کا مال اور اسباب ضبطی میں لایا گیا۔[۲]

وزیر اعظم اتامش ترکی امراء میں سے تھا جب یہ وزیر اعظم بنایا گیا اس کا

---

[۱] تنبیہ والاشراف ص ۲۴۰ [۲] یعقوبی جلد ۲ ص ۲۱۸

کاتب شجاع تھا مستعین کی والدہ مخارق جس کا کاتب سعید بن سلمہ نصرانی تھا اور شاہک خادم قصر خلافت کا داروغہ اور خزانچی، یہ تینوں اتامش ترک سے سازباز کر گئے جو رقم خزانہ میں آتی وہ حصہ رسد تقسیم ہو جاتی کچھ رقم رہ جاتی وہ مستعین کے صاحبزادے عباس کے اتالیق دلیل بن یعقوب نصرانی کے قبضہ میں جاتی۔

وقائع | ۲۴۸ھ میں طاہر بن عبداللہ بن طاہر والی خراسان فوت ہوا[1] وصیف اور بغا جو کسی زمانہ میں سیاہ و سپید کے مالک تھے یہ رنگ دیکھ کر اتامش سے ناراض ہو گئے۔ انہوں نے ترکی امراء کو بھڑکا دیا ۱۲۔ ربیع الثانی ۲۴۹ھ میں انہوں نے اپنے ترکی سپاہیوں سے اتامش کو جو قصر خلافت میں پناہ گیر ہوا تھا۔ قتل کرا دیا۔

ابو صالح نے چاہا کہ محاصل کے حسابات منضبط کر کے سلطنت کے مالیہ کو درست کرے۔ بغا صغیر کو یہ انتظام پسند نہ آیا وہ برہم ہو گیا ابو صالح جان بچا کر شعبان ۲۴۹ھ میں بغداد چلا گیا۔ صرف ۳ ماہ فرائض وزارت انجام دیئے۔

محمد بن فضل اس نے منصب وزارت پر مامور ہو کر بجائے وزیر کے کاتب کا عہدہ اپنے لیے رکھا اور ترکوں کی مرضی پر چلتا رہا۔

مستعین کی معزولی | اتامش وزیر کے قتل کے بعد باغر ترکی جس نے متوکل کو قتل کیا تھا۔ اس نے بغا کبیر اور وصیف کو

---

[1] یعقوبی جلد ۲ ص ۲۱۸

دیکھا کہ وہ اُمورِ خلافت پر حاوی ہیں اور خود کو کچھ اختیار نہیں۔ اس لئے ایک جماعت ترکوں کی بے کر مستعین اور بغا اور وصیف کو قتل کر لنے کی تدبیر کی۔ اس سازش کی خبر مستعین کو لگ گئی۔ اس نے وصیف کو مطلع کیا اُس نے باغز کو قتل کرا دیا۔ اس کے ساتھی جو تھے وہ خلیفہ اور وصیف سے باغی ہو گئے اور کچھ عرصہ سامرہ میں شورش بپا رہی۔ خلیفہ مستعین کے قتل کئے جانے کے ڈر سے بغا اور وصیف بغداد لے گئے امیر بغداد محمد بن عبد اللہ بن طاہر کے محل میں لے جا کر رکھا۔ خلیفہ کے جاتے ہی شورش پسندوں نے معتز کو قید خانہ سے نکال کر خلیفہ اور موٗید کو ولیعہد بنایا۔ مستعین سامرا کے امرار کو اور معتز بغداد کے امرار کو خطوط لکھکر اپنی اپنی طرف مائل کر لنے لگے۔

محمد بن عبد اللہ نے بغداد کی فصیل پر فوجیں متعین کر دیں اور سامرا کے راستے روک دیئے۔ تاکہ سامانِ رسد وہاں نہ پہنچ سکے۔ معتز نے سامرا میں عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی بغداد کو تسخیر کر لنے کے لیے اپنے بھائی ابو احمد بن متوکل اور ترکی امیر کلباتکین کی قیادت میں فوجیں روانہ کیں، مقام عکبرا میں خیمہ زن ہو کر محرم ۲۵۱ھ میں بغدادی فوجوں پر حملہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے، صفر کو فصیل بغداد تک ہر دو سردار پہنچ گئے۔ وہاں سخت لڑائی ہوئی۔ محمد بن عبد اللہ جان لڑا رہا تھا۔ عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان وزیر متوکل نے امرائے فوج سے کہا۔ کیوں مستعین کے لیے جان دیتے ہو، یہ منافق ہے۔ محمد بن عبد اللہ

نے کنارا کشی اختیار کی۔ اہل بغداد بھی جماعت سے دست کش ہو گئے مستعین نے یہ رنگ دیکھ کر خلافت سے دست بردار ہونے کو تیار ہو گیا۔ ۱۰ ذی الحجہ ۲۵۱ھ میں محمد بن عبداللہ قاضیوں اور فقیہوں کو لے کر اس کے پاس گیا مستعین نے کہا۔ میں محمد بن عبداللہ کو اپنا مجاز بناتا ہوں جو فیصلہ کریں گے۔ مجھے منظور ہے۔ محمد بن عبداللہ نے معتز کو مستعین کی جان بخشی کے لیے لکھا۔ اس نے منظور کر لیا۔ ۴ محرم کو معتز کی خلافت کی بیعت ہوئی۔ مستعین نے ردا اور مہر خلافت حوالہ کر دی۔ مستعین کو واسط روانہ کر دیا اور اس کے آرام و آسائش کا حکومت کی طرف سے انتظام کر دیا گیا۔[1] احمد بن طولون اس کا نگران تھا۔ سیر و شکار کی اجازت تھی۔

قتل مستعین کچھ عرصہ بعد سر من رائے کے ایک مقام قادسیہ میں وہ روز چہارشنبہ ۳ شوال ۲۵۱ھ کو حاجب سعید کے ہاتھوں قتل کر دیا گیا۔ اس وقت اس کی عمر ۳۵ سال کی تھی ۳ سال آٹھ مہینے اور اڑتالیس دن حکومت کی۔[2]

حلیہ نہایت لحیم شحیم اور خوبصورت تھا۔ داڑھی سیاہ تھی۔ چہرہ پر چیچک کے داغ تھے زبان میں لکنت تھی۔[3]

اوصاف وہ نرم مزاج مگر لایعنی باتوں کی اتباع میں سخت مطلق العنان تھا خوف سے اس کو جان کے لالے پڑے رہتے تھے۔ اسی خوف اور بے اطمینانی کے باعث اپنے دار الحکومت اور مرکز عزت سے

---

[1] ابن خلدون ج ۷ ص ۲۴۲ [2] تنبیہ و اشراف ص ۲۵۹ [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۹

اس نے راہِ گریز اختیار کی اور امور سلطنت کے بارے سبکدوش ہو گیا[۵۱]

علامہ سیوطی کا بیان ہے کہ

مستعین نہایت نیک اور فاضل ادیب اور فصیح بلیغ شخص تھا[۵۲] لیکن فہم و شعور اور عقل و دانش کے لحاظ سے نہایت معمولی خلیفہ تھا[۵۳]

علمائے معاصر
عبد بن حمید، ابو طاہر بن سرح، حارث بن مسکین، العقری ابو حاتم سجستانی ۔ جاحظ۔

---

[۵۱] تنبیہ و الاشراف ص ۲۵۹ [۵۲] تاریخ الخلفاء ص ۳۴۹ [۵۳] الفخری ص ۲۲

خلیفہ معتز ابو عبداللہ

نام و نسب
ابو عبداللہ معتز باللہ بن متوکل کی پیدائش ۲۳۱ھ میں ہوئی، اس کی ماں کا نام قبیحہ تھا جو ام ولد تھی۔[1]

تعلیم و تربیت
علی بن حرب سے علوم رسمیہ کی تحصیل کی۔[2]

وزارت
معتز نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی پہلے وزارت کو سنبھالا ابو الفضل جعفر بن محمود اسکافی کو ترکوں کے دباؤ سے وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا۔ مگر یہ تھا علم و ادب سے ناآشنا، صرف زرپاشی سے امراء کو خوش رکھتا تھا۔ معتز کو یہ پسند نہ تھا۔ جن ترکی امراء کو فائدہ نہ پہنچا وہ ناراض ہو گئے ابو الفضل کو علیحدہ ہونا پڑا۔ عیسیٰ بن فرخانشاہ کو وزارت پر سرفراز کیا۔ مگر ترکوں کی کش مکش سے زیادہ ۶ ماہ تک وزیر نہ رہ سکا علیحدہ کر دیا گیا احمد بن اسرائیل جو علم و کتابت میں لائق و فائق تھا اور معتز کا قدیمی کارپرداز رہ چکا تھا۔ عہدۂ وزارت پر سرفراز کیا گیا۔

علوئین
معتز کے زمانہ میں علی ہادی بن محمد جواد جو شیعوں کے دسویں امام ہیں سامرا میں، انھوں نے وصال فرمایا۔ اس کے بعد ان کے بیٹے حسن عسکری امام ہوئے۔ امام کا علم و فضل میں بڑا پایہ تھا۔ آپ نے

---
[1] یعقوبی ج ۲ ص ۲۳ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۹

ایک تفسیر قرآن بھی لکھی[1]۔

زید نے طبرستان میں حکومت قائم کر لی تھی اور بغداد اور عراق کے شیعوں سے خط و کتابت کر رہے تھے وہ پکڑ لیے گئے۔ معتز نے ان لوگوں کو سامرا بلا کر زیر نگرانی رکھا کوئی زجر و توبیخ نہیں کی۔

وصیف و بغا کی معزولی ترکی امرا کے مشورہ سے وصیف و بغا کو مستعین کی معاونت کے جرم میں معزول کر دیا۔ پھر سفارش پر بحال کر دیا اور جاگیریں جو ضبط کر لی گئی تھیں وہ واپس کر دی گئیں اور اپنے اپنے مناصب پر بحال کیا۔

نائب سلطنت جس سال معتز تخت نشین ہوا۔ اسی سال اشناس مر گیا جس کو واثق نے نائب سلطنت بنایا تھا۔ اس نے پچاس ہزار دینار چھوڑے جو بحق حکومت ضبط کئے گئے اور علی بن محمد بن عبداللہ بن طاہر کو خلعت نیابت سلطنت عطا کیا۔ اور اس کے دو تلواریں کمر میں باندھیں ہیں۔ کچھ عرصہ بعد اُس کو بھی معزول کیا اور اپنے بھائی ابو احمد کو نائب سلطنت بنایا۔ اور اس کے سر پر چاندی کا تاج رکھا اور جواہرات کا طرہ لگایا اور دو تلواریں اس کے بھی باندھیں۔ پھر اس کو بھی معزول کر کے نفش شرابی کو نائب بنایا اور اس کو تاج شاہی پہنایا گیا۔ اس نے ایک سال بعد بغاوت کی مگر قتل کر دیا گیا اور اس کا سر معتز کے پاس بھیج دیا گیا[2]۔

---

[1] فہرست ابن ندیم [2] تاریخ الخلفاء ص: ۲۵۰

مغاربہ اور اتراک

معتصم باللہ کے عہد سے مغاربہ کی ایک فوج باقی رہ گئی تھی۔ اس میں باہم چل گئی اور ان کے سردار محمد بن عون کے یہاں چھپ گئے۔ ترکوں نے ان سرداروں میں سے محمد بن ارشاد اور نصیر بن سعید کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور ابن عون کو خلیفہ کی سفارش سے جلا وطن کر دیا۔[1]

حالات مساور خارجی

موصل کی گورنری پر عقبہ بن محمد خزاعی تھا اور پولیس افسر حسین بن بکیر تھا مساور بن عبداللہ بن مساور بجلی خارجی بوازیج میں رہتا تھا۔ اس کے لڑکے جوثرہ کو حسین نے پکڑ لیا۔ اس نے باپ کو لکھا کہ افسر پولیس میرے ساتھ فعل بد کرتا ہے مساور نے خوارج کو جمع کیا اور موصل پر حملہ بول دیا۔ عقبہ بن محمد والی موصل سے زور دار مقابلہ رہا ۲۵۲ھ میں ایوب بن عمر بن خطاب ثعلبی گورنر موصل بنایا گیا۔ اس نے اپنے بیٹے حسن کو نائب کیا اور حمدون بن حرث، محمد بن عبداللہ کو معہ فوج کے مساور کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ مگر اس کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔ ۲۵۵ھ میں عبداللہ بن سلیمان کو گورنر موصل کیا۔ اس کو بھی مساور نے شکست دی اور موصل پر قبضہ جمایا اور نماز جمعہ ادا کی، مگر ۲۵۶ھ میں اس کی جماعت میں سے عبید بن زہیر عمری نے اس کی مخالفت شروع کر دی۔ مگر کچھ بگاڑ نہ سکا۔ ۲۵۵ھ سے ۲۵۶ھ تک مساور نے عراق کے اکثر بلاد پر قبضہ کر لیا۔ موسیٰ بن بغا ایک عظیم الشان

[1] ابن خلدون جلد ۷ ص ۲۳۸

لشکر لے کر اس کے مقابل آیا۔ مگر بلا لڑے واپس گیا۔[۱]

اوصاف معتز عیش و نشاط میں ہر وقت ڈوبا رہتا تھا۔ خوبیاں کم برائیاں زیادہ تھیں۔ مگر فصیح۔ بلیغ اور زبان آور خطیب تھا تدبیر و رائے میں نہایت بے بہرہ تھا۔ اس کی ماں قبیحہ اور دوسرے لوگ اس کی طرف سے سلطنت کے معاملات انجام دیا کرتے تھے جس کی وجہ سے ہر شخص کو امور مملکت میں تغلب و تصرف کا موقعہ ہاتھ آجاتا تھا اور معتز دیکھا کرتا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کار ہائے سلطنت میں لوگوں کی نظروں سے بالکل اُتر گیا۔ مگر خود مزاج میں امامت اور نفاست کی شان رکھتا تھا معتز نے اپنی سواری کے ساز کو خالص طلائی کا بنوایا تھا۔[۲]

حُلیہ رنگ گورا۔ چہرہ حسین کالے بال، خوبصورت آنکھیں وہ اتنا حسین تھا کہ اس کے حسن و جمال کی نظیر تمام خلفا میں نہیں ملتی۔

خلع خلافت معتز ترکوں کے مقابلہ میں بہت ضعیف تھا۔ ان لوگوں نے جمع ہو کر امیر المومنین سے کہا کہ ہمیں کچھ دلوائیے کہ ہم صالح بن وصیف کو ٹھکانے لگا دیں۔ کیونکہ صالح سے معتز خوفزدہ تھا۔ ترکوں کی مانگ کو اپنی ماں سے روپیہ لے کر پورا کرنا چاہتا تھا۔ مگر ماں نے صاف انکار کر دیا۔ یہاں خزانہ شاہی خالی تھا عسکری ترکوں کی تنخواہیں کہاں سے دی جائیں اس لیے مجبوراً معتز نے مناسب سمجھا کہ خلع خلافت کر کے اپنی آبرو اور جان بچالے جائے ترک بھی رضامند

---

[۱] تنبیہ و اشراف ص ۲۶۱ [۲] تاریخ الخلفا ص ۲۴۹

ہو گئے اور انہوں نے صالح بن وصیف اور محمد بن بغا، علی الحسن بن مخلد دکواں صلیح، علی احمد بن اسرائیل کاتب وزیر کو ہمنوا بنا لیا۔ دار الخلافہ میں ہتھیار بند ترک گھس آئے اور معتز کو بلا بھیجا۔ معتز نے کہا۔ میں نے دوا پی ہے اور کمزور ہوں اس لیے باہر محل سے نہیں آ سکتا۔ اس پر ترک بر افروختہ ہو گئے اور محل میں گھس کر اس کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے۔ پھر زدوکوب کیا۔ گرمی کے دن تھے۔ اس کو دھوپ میں کھڑا کر دیا۔ ذلیل کر کے کہا۔ خلع کیوں نہیں کرتا۔ قاضی ابن ابو شوارب کو بلا لائے اور اس سے خلع خلافت کرا لیا۔ پھر ترک بغداد سے سامرہ پہنچے۔ محمد بن واثق وہاں تھا۔ معتز نے خلافت اس کے سپرد کر دی۔ اور خود اس سے بیعت کر لی۔

آخری زمانہ معتز کا آخری زمانہ ترکوں کی وجہ سے بے حد کلفت سے گذر رہا تھا۔ اس کے جو قلمرو زیر نگیں تھے اس میں سے کٹ کر نئی حکومتیں بن گئی تھیں۔ ۲۵۴ھ میں طولونیہ ایک اور جدید حکومت کی بنا پڑی جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

وفات بیعت کے واقعہ کے پانچ روز بعد ترک معتز کو پکڑ کر حمام میں لے گئے یہاں غسل کرایا۔ اس کو پیاس لگی تو پانی نہ دیا اور وہاں سے نکال کر اس کو برف کا پانی پلا دیا جس کے پیتے ہی معتز کا دم نکل گیا یہ واقعہ ۸ شعبان ۲۵۵ھ کا ہے[1]

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۹ و ابن اثیر ج ۷ ص ۶۸ - ۶۹

اس کی نماز جنازہ مہتدی نے پڑھائی اور اس کو دفن کر دیا گیا۔[1]

معتز کی ماں بیٹے کے مرنے کے بعد صالح بن وصیف سے ملی اور ایک کروڑ تیس لاکھ دینار اور ایک چاہدانی جس میں بیش قیمت زمرد لگے ہوئے تھے نذر کیے۔ ابن وصیف نے کہا۔ پچاس ہزار دینار کی بدولت اپنے بیٹے کو قتل کرا ڈالا۔ لہٰذا تم اب مکہ میں رہ کر عبادت کرو اور اس نے اس کو مکہ معظمہ بھیجدیا وہاں وہ ۲۶۴ھ میں مرگئی۔[2]

ناکام حکمرانی معتز بغا کے خوف سے تمام عمر لرزہ بر اندام رہا۔ اس کا زمانہ شورشوں اور انقلابات میں گذرا۔ اس کو انتظام سلطنت کا موقعہ نصیب نہ ہوا۔ بلکہ عباسی حکومت کا ایک حصہ دولت صفاریہ کی شکل میں رونما ہوا۔ اس کے سوا طبرستان پر زیدیوں کا قبضہ و تصرف ہوا۔

علمائے عصر سری سقطی، ہارون بن سعید الایلی۔ دارمی مصنف مسند۔ عقبی، مصنف مسائل الفقیہ[3]

---

[1] یعقوبی جلد ۲ ص ۲۲۶ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۰ [3] ایضاً

دولت علوئین اور دعوت آل محمد

حضرت امام حسین کے بعد دعوت آل محمد کا سلسلہ بنو فاطمہ اور علویوں کی طرف سے شروع ہوا جس میں حضرت زید، نفس ذکیہ وغیرہ مدعی خلافت ہوئے۔ ان کی مساعی، جانبازی، جاں نثاری کا بنو عباس نے اپنی حسن قابلیت اور حسن تدبیر سے پھل پایا۔ تمام ممالک اسلامیہ میں ان کا سکہ چل گیا۔ جیسا کہ اس سے پہلے بنو امیہ کی حکومت کا چراغ جل رہا تھا اس زمانہ میں بنو امیہ کا بچہ بچہ اس جرم میں کہ وہ خاندان خلافت کا آئندہ ایک ممبر ہوگا۔ قتل ہو رہا تھا۔ ہاشم بن عبدالملک کی اولاد سے عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام اس عام خونریزی سے بکمال بے کسی و بے سروسامانی اپنی جان بچا کر بھاگا جس کی تفصیل ہماری تالیف "خلافت ہسپانیہ" میں ہے غرض کہ عبدالرحمٰن دریا کو عبور کر کے اندلس (ہسپانیہ) پہنچا۔ حکمرانی کی بو دماغ سے نہ گئی تھی اندلس کو عبدالرحمٰن بن یوسف فہری کے قبضہ سے نکال کر خود حکمرانی کرنے لگا۔ ایک برس خلیفہ سفاح کا خطبہ اندلس کی مساجد میں پڑھا گیا۔ پھر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ اُس دن سے اندلس کو دولت اسلامیہ سے جس کے مالک بنو عباس ہو گئے تھے علیحدہ ہو گئے پھر عہد خلیفہ ہادی ۱۹۲ھ میں علی بن حسن کا

کا واقعہ پیش آیا اور ان کے سرگروہ حسین بن علی بن حسن مثنیٰ معہ ایک گروہ کے جو اُن کے خاندان کے افراد تھے قتل کر ڈالے گئے از انجملہ ادریس بن عبداللہ بن حسن مغرب اقصیٰ کی جانب چلے گئے اور بربریوں میں اس زمانہ سے اپنی دعوت آل محمد کی آڑ لے کر حکومت کی بنیاد ڈالی جس کا تفصیلی تذکرہ "خلافت ہسپانیہ" میں آچکا ہے اس طرح سے مغرب کا علاقہ بھی بنو عباس کے دائرہ حکومت سے باہر ہوگیا اور وہاں ان کی ادریسیہ حکومت مستقل قائم ہوگئی۔ بعد چندے جس وقت متوکل مارا گیا۔ اس وقت سے خلافت عباسیہ اور ضعیف ہوگئی اور ہر چہار طرف سے گورنران صوبجات اسلامیہ کی خود مختاری کی صدائیں آنے لگیں۔ حکمرانی کی مشین کے پرزے ایک دوسرے سے جدا ہوگئے اور بجائے خود ایک مشین کے وہ قائم ہوگئے بغداد میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ علویہ نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھا کر بلادِ اسلامیہ میں دعوت آل محمد کا نقارہ بجادیا چنانچہ المعتضد باللہ عباسی کے عہد میں ابو عبداللہ شیعی نے ۲۸۶ھ میں افریقیہ پہونچ کے عبیداللہ المہدی بن محمد بن جعفر بن محمد بن اسمٰعیل بن جعفر الصادق کی خلافت کی دعوت دی اور ان لوگوں سے عبیداللہ المہدی کی خلافت کی بیعت لی اور افریقیہ کو بنو اغلب کے قبضہ سے نکال کر اس پر اور مغرب اقصیٰ، مصر اور شام پر متصرف ہوگیا۔ پس ان کل صوبجات نے خلفاء بنو عباسیہ کے اقتدار سے نکل کر ایک جدید دولت کی صورت اختیار کر لی جو دو سو ستر برس تک قائم رہی[1]۔ عہد مستعین میں علویہ سے حسن بن زید داعی نے

---

[1] ابن خلدون جلد، کتاب ثانی ص ۲۰۴

ظہور طبرستان میں کیا۔ معتز کے عہد میں اسمٰعیل بن یوسف علوی نے مکہ میں خروج کیا اور حج کے موقع پر ۱۶۰۰ سو حاجیوں کو قتل کر ڈالا۔ اور محمد بن جعفر کوفے میں اٹھے مزاحم بن خاقان نے ان پر قابو پالیا۔[1]

اطروش علوی

۳۰۱ھ میں بنو حسین سے اطروش نے دولت و حکومت کا تقرر رکھا۔ پھر بنو علی سے عمر داعی طالقان کی حکومت زمانہ مقتدر میں قائم ہوئی۔ یمن میں ۱۹۹ھ میں یحییٰ بن الحسین بن القاسم بن ابراہیم طباطبا کا ظہور ہوا۔ جنہوں نے دعوت زیدیہ کا آغاز کیا۔ اور دولت علویہ زیدیہ قائم کی۔ طباطبائی نے ۲۰۸ھ میں انتقال کیا۔[2]

صعدہ، صنعار اور بلاد یمن پر متصرف ہو گئے۔ اطراف بحرین اور عمان میں قرظ کا ظہور ہوا۔ یہ کوفہ سے ۲۷۹ھ عہد معتضد میں وارد بحرین ہوئے اور بصرہ اور کوفہ پر متصرف ہو گئے۔ پھر بحرین پر اکتفا کر کے حکومت قائم کر لی۔ بنو سامان ۲۶۱ھ میں ان کی دعوت دیتے رہے جن کی حکومت چوتھی صدی کے آخر تک قائم رہی۔ ان کے تفصیلی حالات اس تاریخ میں آگے تحریر ہیں۔

---

[1] طبری جلد ۱۲ ص ۱۶۹۴ [2] دائرہ معارف بستانی جلد ۱۱ ص ۱۹۱

دولت زیدیہ

حسن بن زید بن محمد بن اسمٰعیل بن حسن بن زید بن حسن بن علی کرم اللہ وجہہ اپنے زمانہ کے افتیائے وقت سے تھے "رے" میں قیام تھا کلا اور سالوس کے رئیس محمد و جعفر پسران رستم نے حسن بن زید کو مدعو کیا اور ان سے بیعت کی اور سلیمان بن عبداللہ بن طاہر ان دنوں طبرستان کا عامل تھا۔ اس کے زیر اثر کلا و سالوس تھے۔ پسران رستم نے تمام کارندے سلیمان کے نکال باہر کئے اور کل صوبہ پر قبضہ جمایا۔

خلیفہ مستعین نے محمد بن عبداللہ بن طاہر کو دیلم کے متصل حدود طبرستان میں کلا اور سالوس دو مقامات بصلہ مہم یحیٰی بن عمر جاگیر میں دیئے تھے اس پر بھی حسن بن زید کا قبضہ ہو گیا۔ حسن کے ساتھ بہت سے لوگ ہو گئے تو "آمل" کی طرف رخ کیا۔ محمد بن اوس مقابلہ کے لئے آیا۔ مگر ہزیمت کھا کر بھاگا۔ پھر شہر ساریہ مسکن سلیمان بن عبداللہ پر چڑھائی کی وہ تاب مقابلہ نہ لا سکا پھر "رے" بھی قبضہ و تصرف میں آ گیا مستعین نے یہ رنگ دیکھ کر وصیف ترکی کو بھیجا کہ وہ ہمدان پہنچ کر اس سیلاب کو روکے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

حسن بن زید نے ایک قطعہ دولت طاہریہ کا اور ایک قطعہ خلافت

عباسیہ کا فتح کر کے اپنی حکومت قائم کر لی جن میں دیلم اور طبرستان کے کوہستانی سلسلہ شامل تھے۔

۱	حسن بن زید بانی حکومت	۲۵۰ تا ۲۷۰ ھ
۲	محمد بن زید قائم بالحق	۲۷۹ ھ
۳	کچھ عرصہ سامانی قابض رہے	
۴	حسن اطروش بن علی بن حسین بن علی بن عمر بن امام زین العابدین	۳۰۴ ھ
۵	حسن بن قاسم	۳۵۵ ھ

ایک صدی تک یہ دولت زیدیہ رہی۔ بنی سامان نے محمد بن زید کو قتل کر کے ۳۲ سال قبضہ رکھا۔ حسن اطروش نے لڑ کر اپنا ملک واپس لے لیا۔ پھر ایک جنگ میں وہ شہید ہوئے تو حسن بن قاسم نے عنانِ حکومت سنبھالی۔ مگر اولاد اطروش برسرپیکار رہے۔ آخر زیدیوں کے ہاتھ سے یہ حکومت ۳۵۵ھ میں نکل گئی[1]

[1] ابن اثیر و مسعودی جلد ۷ ص ۳۰۳

دولت طولونیہ

مصر میں دولت طولونیہ کا قیام

خلیفہ معتز کے عہد ہی میں مصر میں دولت طولونیہ قائم ہوئی معتز نے بابکیال ترکی کو مصر کا گورنر کیا۔ اس نے احمد بن طولون[1] کو اپنا نائب بنا کر معہ فوج مصر بھیجا۔ احمد بن طولون رمضان ۲۵۴ھ میں مصر پہونچا

---

[1] احمد بن طولون کا باپ طولون ترکی غلام تھا اس کو ۲۰۰ھ میں بخارا کے عامل نوح بن اسد سامانی نے مامون کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا[2]۔ ۲۲۰ھ میں سامرا میں ان کے یہاں احمد ۲۲۰ھ میں پیدا ہوا اور طولون ۲۴۰ھ میں فوت ہوا احمد کی تعلیم و تربیت اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی۔ علم حدیث سے دلی لگاؤ تھا طرطوس کے محدثین سے سماع حدیث کیا۔ صلحاء و اخیار کی صحبت بہت مرغوب تھی۔

ابن خلکان کا بیان ہے

کان احمد عادلا جوادا شجاعا متواضعا	احمد میں عدل پروری، فیاضی شجاعت
حسن سیرت صادق الفراسۃ یباشر[3]	و بہادری حسن سیرت، فراست تام
الامور بنفسہ ویعمر البلاد ویتفقد	اوصاف جمع تھے وہ جملہ فرائض
احوال رعایا ویحب اہل العلم وکانت مائدۃ[4]	بذات خود انجام دیتا تھا رعایا کے

---

[2] ابن اثیر ج ۷ ص ۶۱ و مقریزی ج ۲ ص ۱۰۵ [3] ابن خلکان جلد ۱ ص ۵۵

اس وقت یہاں سکے حاکم خراج ابن مدبر کا مصر میں سکہ جما ہوا تھا۔ ابن طولون[۱] نے اُن کا رنگ کچھ دنوں میں اکھاڑ پھینکا۔ خلیفہ مہتدی کے زمانے میں اسکندریہ کی حکومت بھی اس سے متعلق ہوگئی۔ اس سے اس کی قوت و عظمت دشکوہ میں اضافہ ہوگیا۔[۲] اماجور سابق عامل مصر کی لڑکی اس کو منسوب تھی مصر میں اس قدر شوکت حاصل کر لی کہ مساجد کے ممبر پر خلیفہ اور ماجور کے بعد احمد بن طولون کا نام خطبوں میں شامل کر لیا گیا

بقیہ نوٹ:-

محضرھا کل یوم الخاص و العام — حالات معلوم کرتا تھا۔ شہروں کو بسا تا تھا اور اہل علم کو بہت

وکان لہ الف دینار فی کل — دوست رکھتا تھا اس کا دسترخوان عام و خواص ہر شخص کے

شہر للصدقہ — لیے وسیع تھا۔ ایک ہزار دینار روزانہ خیرات کرتا تھا۔[۹]

بعد تحصیل علوم دینی احمد سامرہ میں سرکاری عہدہ پر ممتاز ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے عباس وزیر عبید اللہ بن یحیٰی سے طرسوس کا تبادلہ کرایا۔ مستعین اس پر بہت مہربان تھا۔ جب مستعین قید کیا گیا یہ نگراں بنا۔ معتز کی ماں قبیحہ نے اس کو انعام کا لالچ دے کر مستعین کو قتل کرانا چاہا۔ اس نے اپنی جگہ احمد بن محمد کو مقرر کر کے الگ ہوگیا۔[۳] معتمد کے عہد ۲۵۸ھ میں مصر کا مستقل والی بن گیا وہاں کے لوگ اس کے حسن انتظام اور پسندیدہ اخلاق کی وجہ سے بہت خوش تھے۔

ابن طولون ۲۷۰ھ میں فوت ہوا۔[۵] اس کے خاندان میں ۲۹۲ھ تک حکومت رہی پانچ امیر ہوئے۔ احمد بن طولون (۲۵۴ - ۲۷۰) خمارویہ بن احمد (۲۸۲) (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[۱] وفیات الاعیان جلد اول ص ۵۴ [۲] ابن خلکان ج ۱ ص ۵۵ [۳] طبری جلد ۲ ص ۱۰۴

خلیفہ مہتدی باللہ

نام و نسب المہتدی باللہ (خلیفۃ الصالح) محمد ابو محمد اسحاق بن واثق بن معتصم بن ہارون الرشید، ایک ام ولد وردہ نامی کے بطن سے اپنے دادا کے خلافت کے زمانہ ۲۱۰ھ میں پیدا ہوا۔ مگر یعقوبی لکھتا ہے وہ ام ولد یقال لہا قرب[1]

بیعت خلافت ۲۵۵ھ میں لوگوں نے اس سے بیعت کی۔ مگر بغداد میں جب پولیس افسر سلیمان بن عبداللہ نے شاہی کن امیر الدین احمد کو بیعت کے لیے بلایا۔ اہل بغداد بھڑک گئے۔ اتنے میں امیر یاجوج تیس ہزار اشرفیاں لے کر گیا۔ مگر شورش کو بڑھتا دیکھ کر بر دان آ کر بیٹھا اور روپیہ سامرا سے منگا کر بغدادیوں پر تقسیم کیا۔ جب لوگوں نے بیعت کی۔

وقائع تخت خلافت پر متمکن ہو کر سب سے پہلے اُس نے لہو ولعب کے انسداد پر توجہ کی۔ گانے بجانے حرام کر دیئے اور عاملان سلطانی کو حکم بھیجا کوئی

(پچھلے صفحہ کا باقی) جیش بن خمارویہ (۲۸۳ھ تا) ہارون بن خمارویہ (۲۹۲ھ) شیبان بن احمد بن طولون (۲۹۲ھ) یہ حکمراں تحت دولت عباسیہ تھے احمد کی یادگار جامع طولونیہ ہے

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۲۲۰

ظلم نہ کرنے پائے اور عدل و انصاف کو ہر عامل پیش نظر رکھے۔ حکومت کے جس قدر دفاتر تھے۔ ان کو سختی سے جانچا کرتا۔ اور اس کا انتظام معقول کیا۔ خود اجلاس کیا کرتا اور منشیوں کو سامنے بٹھا کر حساب کتاب کراتا۔ جعفر بن محمود جو شیعی عقیدہ رکھتا تھا۔ اس کو سرمن رائے سے بغداد بھیج دیا۔ اس کی حرکتوں سے سخت نفرت تھی[1]۔ اس کی دینداری کا اثر عوام اور فوج پر بھی پڑا۔

وزارت خلیفہ مہتدی باللہ نے محمود بن جعفر اسکافی کو وزارت کے عہدہ پر ممتاز کیا۔ مگر وہ مرضی مبارک کے موافق نہ تھا۔ اس کو علیحدہ کر کے سلیمان بن وہب ابن سعید کو سرفراز فرمایا۔

سلیمان کا خاندان امیر معاویہ کے زمانہ سے کتابت میں نامور چلا آتا تھا۔

سعید آل برمک کا کاتب خصوصی ایک زمانہ تک رہ چکا تھا وہب جعفر بن یحییٰ اور ذوالریاستین کے یہاں کاتب رہا۔ سلیمان ۱۴ سال کے سن میں مامون کے دفتر میں ملازم ہوا تھا۔ اس کے بعد امیر ایتاخ ترک اور امیر اشناس کا کاتب رہا۔ یہ شخص انشا پردازی اور ادب میں بے مثل اور علم و فضل میں یگانہ روزگار تھا۔

قاضی منصب قضاء پر حسن بن محمد ابی شوارب کو ممتاز کیا

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۵۱

حجابت | صالح بن وصیف۔ موسیٰ بن بغا عبداللہ بن کین عہدہ حجابت پر مامور ہوئے۔[1]

مگر خلافت عباسیہ کا نظامِ مملکت بہت بگڑ چکا تھا۔ مہتدی اپنی سعی میں ناکام رہا۔ کیونکہ ایوانِ حکومت میں خود غرض امرار کا مجمع تھا انہیں ذاتی مفاد کے سوا حکومت کی فلاح و بہبود سے دور کا بھی تعلق نہ تھا یہی وجہ ہوئی کہ اُسے سلطنت اور جان دونوں خلافت عباسیہ کے بھینٹ دینی پڑی"۔

فتنہ مساور خارجی | معتز کے زمانے میں مساور کا اقتدار بڑھ چکا تھا ۲۵۵ھ میں موصل پر حملہ آور ہو کر عبداللہ بن سلیمان عامل موصل کو نکال کر خود قابض و متصرف ہو گیا پھر "حدثیہ" چلا گیا۔ اس زمانہ میں اس کی جماعت کے ایک رکن عبیدہ سے مذہبی مسئلہ میں اختلاف ہو گیا اس نے اس کے مذہبی خیالات سے بڑا اثر لیا اور گمراہ سمجھ کر اس سے جُدا ہو گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر مساور کے مقابل آیا۔ اِدھر مساور نے عراق کی آمدنی دارالخلافہ جانے سے روک دی۔ حکومت نے موسیٰ بن بغا اور بابکیال کو اس کے استیصال کے لیے بھیجا۔ مگر وہ اس کے مقابل نہ آسکے اور ہمت ہار کر لوٹ گئے[2]۔ ابھی یہ فتنہ ختم نہ ہوا تھا۔ ایک اور فتنہ صاحب الزنج اُٹھ کھڑا ہوا۔

فتنہ صاحب الزنج | علی بن عبدالرحیم المعروف بہ صاحب الزنج

---

[1] التنبیہ والاشراف ص ۲۶۲ [2] ابن اثیر ج ۷، ص ۹۶

قبیلہ عبدقیس[1] کا معمولی آدمی تھا۔ ابتداء میں منتصر کے درباریوں کی مصاحبت کرتا تھا۔ دولت عباسیہ کی کمزوری دیکھ کر اُسے بھی قسمت آزمائی کا حوصلہ پیدا ہوا۔ اس نے اپنے کو علوی رکن بتا کر بحرین جو شیعانِ علی کا مرکز تھا وہاں جا کر کہا کہ میرا نام علی بن محمد بن احمد بن عیسٰی بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔ اور اس نے مظلوم حبشیوں کو اپنا ہمنوا بنالیا۔ لاکھوں حبشی ان دنوں غلامی کی زندگی گزار رہے تھے۔ ان کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا نہ کوئی سردھرا تھا کہ اُن کو حکمراں طبقہ سے آزاد کرلئے۔ صاحب الزنج اُن کا قائد بنا۔ اور ان سے کہا کہ میں اُن کی آزادی کا ذمہ دار ہوں۔ اگر اُن کا کوئی آقا مزاحم ہوگا اس سے مقابلہ کے لیے تیار ہوں۔ اس نے اعلان کیا کہ ہر غلام حبشی اپنے آقا کو چھوڑ کر یہاں چلا آئے وہ آزاد ہے چنانچہ اس تدبیر سے ہزارہا اس کے جھنڈے تلے حبشی آ گئے۔ اس مناسبت سے صاحب الزنج مشہور ہوگیا۔

ان حبشیوں کی جماعت سے عراق میں قیامت بپا ہوگئی۔ حبشیوں نے اپنے آقا اور اُن کے عزیز و اقارب سے انتقام لیتے ہوئے مسلمانوں پر بھی ہاتھ صاف کرنے لگے پھر تو جا و بیجا مظالم توڑنے شروع کر دیئے جس سے دنیائے اسلام میں کھلبلی مچ گئی۔ بحرین۔ بصرہ۔ ابلہ اور کربلا میں صاحب الزنج نے آفت بپا کر دی۔

---

[1] طبری ۳۵ ابوالفداء ج ۲ ص ۴۶۔

لطف یہ تھا کہ دعوت تو آل محمد کی تھی۔ مگر عقائد خارجیوں کے رکھتا تھا اور کبھی عباسیت کا مدعی بنجاتا[1]۔

حکومت کی جانب سے ابو ہلال ترکی چار ہزار کی جمعیت سے صاحب الزنج کے مقابلہ پر نہر ریان پر آیا۔ مگر حبشیوں کی یلغار سے شکست کھا گیا۔ بعد اس کے ابو منصور ایک عظیم الشان لشکر لے کر زنگیوں (حبشیوں) کی گوشمالی کو چلا۔ اس لشکر میں متطوعہ (والنٹیر) اور بلالیہ اور سعدیہ کی فوجیں بھی شریک تھیں۔ صاحب الزنج سے مقابلہ کیا۔ مگر ناکامی کا منہ عسکر شاہی کو دیکھنا پڑا۔ صاحب الزنج کی اس کامیابی سے اور جرأت بڑھ گئی پھر وہ بصرہ کی طرف خود بڑھا۔ جعلان ترکی اہل بصرہ کی کمک پر سامرہ سے آیا۔ اس کو بھی غفلت میں زنگیوں نے لے ڈالا۔ پھر جماعت زنگی کامرانی حاصل کرتے ہوئے ابلہ پر حملہ آور ہوئے اور گورنر ابو الاحوص عبید اللہ بن حمید معہ گروہ کثیر کے مار ڈالا گیا ابلہ میں آگ لگا دی یہ شہر جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ پھر "اہواز" کو جا کر زنگیوں نے لوٹا۔ مہتدی کے بعد معتمد نے سعید بن صالح حاجب کو زنگیوں کی گوشمالی کے لیے بھیجا۔ اس نے آتے ہی ان سیہ بخت زنگیوں کو سخت ہزیمت دے کر ہزار ہا کاٹ ڈالے اور ان کی قوت کو توڑ کے رکھدیا اور ان کے پاس جو کچھ تھا وہ سب لوٹ لیا[2]۔

موسیٰ بن بغا | موسیٰ بن بغا "رے" سے "سر من رائے" صالح بن وصیف

---

[1] مسعودی ج ۸ ص ۳۱ [2] ابن خلدون ج ۷ ص ۲۷۳

کے قتل کے ارادے سے آیا۔ تاکہ معتز کے خون کا بدلہ اس سے لے موسیٰ نے خلیفہ مہتدی سے باریابی کا اذن مانگا۔ خلیفہ اس وقت دارالعدل میں بیٹھا ہوا مقدمات فیصل کر رہا تھا۔ اس لئے انکار کر دیا۔ اس پر موسیٰ نے خود سرانہ اس پر نرغہ کیا اور اس کو دارالعدل سے اٹھا کر ایک ٹٹو پر جبریہ سوار کرایا اور دارناجود میں لے جا کر وہاں تنہائی میں خلیفہ سے امیر موسیٰ نے کہا۔ اے امیرالمومنین آپ صالح کی طرفداری نہ کریں۔ مہتدی نے یہ رنگ دیکھ کر حلف اٹھا لیا تو موسیٰ نے معذرت کی اور بیعت بھی کر لی۔ مگر پھر صالح کے پیچھے موسیٰ اور مہتدی میں ٹھن گئی۔ یہاں تک کہ موسیٰ سے خلع خلافت کی گفتگو ہونے لگی اور اس درجہ بات بڑھ گئی کہ مہتدی نے تلوار نکال لی اور کہا

موسیٰ بن بغا مجھے تمہارا ارادہ معلوم ہو گیا ہے مجھے تم مستعین اور معتز کی طرح نہ سمجھنا۔ واللہ میں اس وقت غضب ناک ہوں اور اپنی جان سے مایوس ہو کر وصیت کر چکا ہوں۔ تلوار کا قبضہ جب تک میرے ہاتھ میں ہے بہت سوں کی جان لے کر مروں گا۔ آخر دین اسلام اور حیا بھی کوئی چیز ہے۔ خلفاء کی دشمنی اور خدا کے خلاف جرأت کرنی سخت باعث وبال ہے اور مجھے صالح کا ہرگز علم نہیں کہ وہ کہاں ہے۔

یہ سن کر موسیٰ اور اس کے ساتھی خاموشی سے دربار سے

اُٹھ گئے۔[1]

صالح کا قتل صالح کی تلاش میں موسیٰ نے اپنے آدمی لگا دیئے دس ہزار دینار پتہ لگانے والوں کے لیے مقرر کر دیا گیا۔ صالح ایک گوشہ مکان میں سو رہا تھا۔ غلاموں کی نظر پڑ گیا۔ انہوں نے موسیٰ کو مطلع کیا اس کے آدمیوں نے جا کر صالح کو گرفتار کر لیا اور قتل کر ڈالا۔ اور اس کا سر کاٹ کر شہر میں تشہیر کرایا۔ امراء کی خودسری کے اس واقعہ کا اثر مہتدی نے بہت کچھ لیا۔

موسیٰ "سن" کی طرف روانہ ہوا تو مہتدی نے اس کے ایک ترک ساتھی باکیال کو لکھا کہ امیر موسیٰ اور دوسرے ساتھیوں کو قتل کر دیا جائے باکیال نے یہ خط باب خلافت کا آیا ہوا امیر موسیٰ کو دکھا دیا وہ دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ پہلے باکیال کو دارالخلافہ بھیجا۔ پھر خود مہتدی کے قتل کا قصد کر کے وہیں سے لوٹا۔

وفات موسیٰ نے آکر مہتدی پر نرغہ بول دیا۔ اہل مغرب اور فرغانہ نے خلیفہ کی حمایت میں کسر نہ اٹھا رکھی اور خوب خوب مقابلہ کیا۔ امراء کے ساتھیوں میں سے صرف ایک دن میں چار ہزار ترک قتل ہوئے۔ کئی روز لڑائی کے بعد خلیفہ کی فوج نے شکست کھائی اور خلیفہ داد شجاعت دیتا ہوا گرفتار ہوا۔ دشمنوں نے اس کے خصیتین دبا کر مار ڈالا۔ یہ واقعہ رجب ۲۵۶ھ کا تھا۔[2] مہتدی نے صرف ۱۱ ماہ پندرہ

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۲ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۲

فرائض خلافت انجام دیئے۔[1]

زوال سلطنت عباسیہ مہتدی کے زمانہ میں سلطنت کی خرابیاں اس درجہ پر پہنچ چکی تھیں کہ ان کی اصلاح مہتدی جیسے متقی اور سلیمان بن وہب وزیر فاضل سے نہیں ہو سکتی تھیں ترک اپنی جہالت سے ایسی حرکتیں کر رہے تھے کہ وقار خلافت عوام کے قلوب سے اٹھتا جا رہا تھا۔ عوام بھی ان کی سخت گیریاں جھیل جھیل کر بزدل بن گئے تھے۔ باشندگان بغداد جب مہتدی کو ترکوں نے نرغہ میں کر لیا تو اس کے حفاظت جان کے لیے مسجدوں میں دعائیں کر رہے تھے خود کسی قسم کی معاونت نہیں کر سکتے تھے۔[2]

مہتدی کے زمانہ میں دولت عباسیہ کا اور ملک کا حصہ بھی علیحدہ ہو گیا دولت طولونیہ قائم ہوئی۔

صفات مہتدی یعقوبی لکھتا ہے۔

وظهرت من المهتدی سیرت حسنه و مذاهب محموده و جلس للمظالم بنفسه و ناشر الامور بحسبه و دفع فی القصص بخطه و ابطل الملاهی و قدم اہل العلم[3]

مہتدی نہایت متقی تھا تہذیب و شائستگی۔ علم و فضل میں اور اعتدال و میانہ روی اور امانت داری و دینداری میں تمام مشہور خلفائے بنو عباس میں قریب قریب ویسا ہی تھا۔[4] احکام خدا کے اجراء میں سخت تھا۔ شجاع تھا مگر اس کو مدد گار نہ ملا۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۱ [2] یعقوبی جلد ۲ ص ۲۲ ، [3] ... [4] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۱

خطیب بغدادی لکھتا ہے "خلیفہ ہونے کے وقت سے لے کر قتل ہونے تک روزہ رکھتا رہا۔ رکوع و سجود میں رات کا بڑا حصہ گذارتا تھا۔

زہد و ورع ہاشم بن قاسم کہتے ہیں کہ رمضان میں شام کے وقت مہتدی کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ جب میں چلنے لگا تو مہتدی کہنے لگا۔ ہاشم بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر ہم نے افطار کیا اور نماز پڑھی۔ مہتدی نے کھانا مانگا۔ تو ایک بید کی ڈلیا میں کھانا آیا۔ اس میں پتلی پتلی روٹیاں تھیں اور ایک برتن میں تھوڑا سا نمک، دوسرے میں سرکہ اور تیسرے میں زیتون کا تیل تھا۔ مجھ سے بھی کھانے کو کہا۔ میں نے کھانا شروع کیا۔ اور دل میں سوچا۔ کھانا اور بھی آتا ہوگا۔ مہتدی نے میری طرف دیکھ کر پوچھا۔ کیا تمہارا روزہ نہ تھا۔ میں نے کہا تھا۔ پھر پوچھا کہ کیا کل روزہ نہ رکھو گے؟ میں نے عرض کیا۔ رکھوں گا اور عرض کیا۔ امیر المومنین! یہ تو ماہِ رمضان ہے۔ خلیفہ بولا۔ پھر تو اچھی طرح سے کھاؤ اور اُمید یہ نہ رکھو کہ اور کھانا آئے گا۔ کیوں کہ اس کے سوا اور میرے لیے کھانا نہیں ہے۔ یہ سنکر مجھے سخت تعجب ہوا۔ اور میں نے تعجب سے پوچھا کہ امیر المومنین یہ کیا معاملہ ہے۔ خدا نے آپ کو تمام نعمتیں عطا کی ہوئی ہیں۔ مہتدی نے کہا۔ بات یہ ہے کہ بنو اُمیہ میں عمر بن عبد العزیز سا شخص پیدا ہوا اور بنی ہاشم میں نہ ہو۔ اس لیے میں نے یہ طور اختیار کیا ہے۔[1]

لباس صوف مہتدی سادہ وضع سے رہتا تھا۔ دربار میں لباس فاخرہ پہنتا۔ مگر مدتوں ایک جوڑا استعمال میں رہتا۔ ورنہ گھر میں صوف

[1] تاریخ الخلفاء ص ۱۵۱؂

کا لباس پہنتا تھا چنانچہ نفطویہ کا بیان ہے۔

کہ مہتدی کے پاس ایک جامدانی تھی کہ جس میں ایک کرتا
صوف کا اور ایک جوڑا کپڑا رہتا تھا۔ مہتدی اُس کو
رات کو پہن کر نماز پڑھا کرتا تھا۔[1]

بنی عباس کا ایوان عیش و عشرت بدل کر بوریئے فقر محلات میں بچھا دیا۔ اُس کی سادہ زندگی زہد کا نمونہ تھی

عدل و انصاف

مہتدی کی سیرت میں سب سے نمایاں اس کا عدل و انصاف اور اوامر و نواہی کا قیام ہے اس نے عدل کے لیے ایک خاص عمارت قبتہ المظالم کے نام سے بنوائی۔ جہاں روزانہ بیٹھ کر عوام و خواص کی دادرسی کیا کرتا۔ ایک دفعہ کسی شخص نے اس کے لڑکے پر دعویٰ کیا مہتدی نے شہزادے کو عدالت میں طلب کیا اور مدعی کے پہلو میں کھڑا کر کے دعوے کی سماعت کی۔ شہزادے نے اقرار کر لیا۔ مہتدی نے اس وقت مدعی کا حق دلوا دیا۔

عبداللہ بن ابراہیم اسکانی نے تعریف کی۔ مہتدی بولا میں اس آیت قرآن پر عامل ہوں ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ الخ اور بے اختیار رو پڑا۔[2]

علامہ فخری کا بیان ہے کہ مہتدی نے اپنے تمام متعلقین کو ظلم و تعدی سے حکماً روک دیا تھا۔[3]

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۲ [2] تاریخ خطیب ج ۳ ص ۳۴۹ [3] مروج الذہب ج ۸ ص ۲۱

علما کی قدردانی | مہتدی کی علمی استعداد گو معمولی تھی۔ مگر شاہی علمی گھرانے میں آنکھ کھولی تھی۔ علوم دینی کا اثر اسلاف سے پایا تھا۔ علماء اور اہل کمال کی توقیر و منزلت بہت کرتا تھا۔ ایک علماء کی جماعت اس کے پاس رہتی۔ بڑے مرتبہ کے فقہا اس کے دربار سے منسلک تھے انکی ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کیا کرتا[۱]

اتباع سنت | اتباع سنت کا بڑا لحاظ رکھتا تھا اپنے بزرگوں جنہوں نے عجمیوں کے مانند حکومت کی شان بنا رکھی تھی ان کے خلاف تھا چنانچہ محلات جو گہوارۂ عشرت تھے۔ اس کے لوازمات کو ختم کیا[۲]۔ نقرائی زطلائی ظروف گھلوا دیئے اور اسکے سکے ڈھلوائے گئے ایوانِ عشرت کو بجید سادہ صورت میں اس نے بنا دیا خلفائے عباسیہ نے مینڈھوں اور مرغوں کو اپنی تفریح طبع کے لیے محل میں رکھ چھوڑا تھا انکو ذبح کرادیا جانورخانہ جنہیں درندے پلے ہوئے تھے مروا ڈالے۔ وہ فرش و فروش جن کا استعمال شرعاً ممنوع تھا اپنے محل سے ہٹوائے۔ باپ دادا نے دسترخوان کا خرچ دس ہزار درہم روزانہ کا قرار دے رکھا تھا گھٹا کر سو درہم کردیا خود اس میں بہت قلیل خرچ اپنی ذات پر کرتا عموماً روزہ رکھا کرتا تھا۔

محبت اہل بیت | حضرت علیؑ سے خصوصیت سے محبت رکھتا تھا۔ انکا ایک خطبہ محمد بن علی کعبی سے پوچھکر قلمبند کیا اور روزانہ تنہا مکان میں۔ دروکر اس کو پڑھا کرتا[۳]

حلیہ | قد میانہ، بدن حسین، پیشانی چوڑی۔ البتہ آنکھیں کنجی، پیٹ بڑا، داڑھی لانبی تھی۔ سر پر بال کم تھے[۴]

---

۱ مروج الذہب ج ۸ ص ۲۱ ۲ مسعودی [illegible] ص [illegible] ۳ مروج الذہب ج ۸ ص ۱۹۔
۴ مروج الذہب ج [illegible] ص ۲۹ ۵ التنبیہ والاشراف ص ۳۴۵۔

خلیفہ معتمد علی اللہ

نام و لقب احمد بن جعفر متوکل نام تھا۔ کنیت ابو العباس تھی لقب معتمد علی اللہ تھا۔ ام ولد فتیان نامی خاتون کے بطن سے تھا۔[۱]

تعلیم و تربیت شاہی خاندان میں تعلیم و تربیت ہوئی۔ اس کے اوائل عمری میں دار الخلافہ علوم و فنون کا مرکز بنا ہوا تھا۔ معتمد پر بھی اثر پڑے بغیر نہ رہا۔

بیعت خلافت مہتدی کے عزل کے وقت معتمد "وسق" مقام میں قید تھا ترکی امراء نے قید خانہ سے لاکر تخت خلافت پر بٹھایا۔ اس وقت معتمد کی عمر پچیس سال کی تھی۔

۱۶ رجب ۲۵۶ھ کو موسیٰ بن بغا و دیگر اعیان سلطنت نے بیعت کی اور المعتمد علی اللہ لقب سے ملقب کیا

وزارت عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی دربار پر نظر ڈالی۔ عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو منصب وزارت تفویض کیا پھر حسن بن مخلد بن جراح سلیمان بن وہب۔ ابو الصقر اسمٰعیل بن بلبل۔ ابو بکر بن صالح بن شیرزاد یکے بعد دیگرے وزارت پر وقتی ضرورت کے لحاظ سے سرفراز ہوتے رہے آخر

---

[۱] یعقوبی جلد ۲ ص ۲۲۸ [۲] التنبیہ والاشراف ص ۳۶۵

میں عبید اللہ بن سلیمان وزیر اعظم تھا۔

عامل مشرق معتمد نے اپنے بھائی موفق طلحہ کو مشرق کا عامل بنایا اور اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد بنا کر مصر و مغرب کا گورنر کیا اور اس کو خلافت مآب نے مفوض الی اللہ سے خطاب فرمایا۔

قضاء منصب قضاۃ پر حسن بن محمد بن ابی الشوارب برقرار رکھے گئے۔ آگے چل کر ان کے بھائی علی بن محمد کو قضاۃ کے عہدہ پر سرفراز کیا۔[1]

حجابت اس منصب پر یاجوج ترکی۔ کیغلغ ترکی۔ حسن بن ترتنگ۔ خطامش یکے بعد دیگرے فائز ہوتے رہے۔

طوائف الملوکی معتمد نے عنان حکومت اُس وقت ہاتھ میں لی جبکہ قلمرو دولت بنی عباس میں ہر جگہ بدنظمی پھیلی ہوئی تھی شورش اور ہنگامے آئے دن ہوتے رہتے۔ سجستان، کرمان۔ فارس پر دولت صفاریہ کا اقتدار تھا خراسان سے بھی حکومت طاہریہ کا اقتدار صفاریہ کے غلبہ سے کمزور پڑتا جا رہا تھا طبرستان اور جرجان وغیرہ پر دولت زیدیہ کا قبضہ تھا۔ ماوراء النہر پر ایک نئی حکومت سامانیہ کے نام سے قائم ہو رہی تھی۔ شمالی افریقہ پر دولت اغالبہ کا قبضہ و تصرف تھا بصرہ، ابلہ اور کور دجلہ وغیرہ پر صاحب الزنج چھایا ہوا تھا۔

والی شام کی بغاوت دولت عباسیہ کے قلمرو کے حصہ ہو چکے تھے جو بچے باقی تھے۔ ان میں بھی آئے دن بغاوت ہوتی رہتی شام میں عیسیٰ بن شیخ خلافت آب کی طرف سے والی تھا۔ اس نے موقعہ کی نزاکت

---

[1] التنبیہ والاشراف ص ۲۷۵

سے فائدہ اٹھا کر شورش پر کمر باندھی۔ مہتدی کے وقت میں ابن شیخ نے کچھ ہاتھ پیر نکالے تھے۔ مگر یہ فتنہ بڑھنے نہ پایا۔ معتمد کے زمانہ میں اپنی قوت کے بل بوتے پر سرکاری خراج بھیجنا بند کر دیا اور اس پر طرہ یہ کہ مصر سے جو خراج دار الخلافہ بھیجا گیا اس کو راہ میں روک لیا۔ معتمد تک عیسیٰ کی خودسری کی خبر پہنچی۔ اس نے دور بینی کو کام میں لاکر بجائے سرزنش کرنے کے ارمینہ کے علاقہ کی حکومت اس کو اور عطا کر دی یہ طریقہ خلافت مآب کا بڑھتی ہوئی شورش اور بغاوت کے خاتمہ کے لیے بہترین ثابت ہوا۔ عیسیٰ بن شیخ اس مراسم خسروانہ کو دیکھ کر خلیفہ سے عذر خواہ ہوا اور اطاعت کا حلف اٹھایا اور بیعت کر لی۔ مگر کچھ عرصہ بعد پھر انحراف کیا۔

معتمد نے دمشق کا والی امیر اماجور ترکی کو کیا۔ عیسیٰ کو ناگوار گذرا۔ اس نے اپنے لڑکے منصور کو اماجور سے مقابلہ کرنے کو بھیجا۔ وہاں ایک پختہ کار ترک اور منصور نو عمر اور نوخیز کیا مقابلہ کرتا۔ آخر جس اس معرکہ کے ممد منصور چڑھا اس کے ساتھی تاب مقابلہ نہ لاسکے اور یہ اماجور کے ہاتھ لگ گیا۔ اس نے منصور کو قتل کرا دیا۔ اس واقعہ سے عیسیٰ بن شیخ کے حوصلے پست ہو گئے اور اس قدر بیٹے کے مرنے سے دلگیر ہوا کہ اس نے شام کی ولایت چھوڑ دی اور ارمینہ کا رُخ اختیار کیا۔[1]

شورش صاحب الزنج صاحب الزنج کا اقتدار مہتدی کے زمانہ سے معتمد کے عہد میں اور بڑھ گیا۔ پھر تو وہ عراق کے بڑے حصہ پر قابض ہو کر حکمرانی کرنے لگا۔ ۲۵۲ھ سے ۲۷۰ھ تک اس علاقہ کے مسلمانوں پر بلا روک ٹوک اس نے بڑے مظالم توڑے۔ گو عباسی افواج سے مقابلے

[1] ابی الفدا جلد ۲ ص ۴۸

ہوئے۔ مگر اس کو ہی ہر معرکہ میں کامیابی رہی۔ آخر ش خلافت مآب کی فوج کے ہاتھوں زنگیوں کا سرغنہ بہبوذ نامی مارا گیا جو اپنے کو رسول کہتا تھا۔[1]

صاحب الزنج کا دوسرا ساتھ مہلبی تھا۔ اس نے محلہ مقبرہ بنی لیشکر میں ایک منبر تیار کر کے جمعہ کے دن صاحب الزنج کے نام کا خطبہ پڑھا۔ یحنین پر رحمت اور دیگر پر تبرہ بھیجا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس نے اہل بصرہ کو تباہ و برباد کیا۔ اس کے خوف سے صدہا بصری جنگلوں میں جا چھپے۔ بصریوں کی جان و مال کے علاوہ عزت و آبرو بھی ان کے ہاتھوں محفوظ نہ تھی۔ سادات کی خواتین کو لونڈی بنایا اور نیلام کیا۔ پندرہ سال تک مسلسل ایسے ظلم کیے۔ صرف مہلبی نے ۱۵ لاکھ مسلمان قتل کئے۔ موافق خود عسکر عباسیہ کی کمان لے کر میدان میں آ گیا اور اپنے تہور و شجاعت سے زنگیوں کی ایسی خبر لی کہ ہزارہا کھیت رہے۔ آخر کار ۲۷۰ھ میں صاحب الزنج کا خاتمہ کر کے خلق اللہ کو اس کے ظلم سے موفق نے نجات دلائی[2] مورخین کا بیان ہے کہ اس نے اور دوسرے ساتھیوں نے ایک کروڑ مسلمان تلوار کے گھاٹ اتار دیئے۔[3] موفق (برادر معتمد) نے اس مہم کو سر کر کے بلاد اسلامیہ میں زنگیوں کی واپسی اور امن دینے کا اعلان کر دیا۔ چند دنوں تک امن و امان کرنے اور انتظام کے خیال سے موفقیہ میں مقیم رہا۔ بصرہ، ایلہ کور دجلہ کی حکومت محمد بن حماد کو عنایت کی اور اپنے بیٹے ابو العباس کو جس نے زنگیوں کے مقابلہ میں داد شجاعت دی تھی۔ بغداد روانہ کیا۔ چنانچہ ابو العباس ۱۵ جمادی الثانی ۲۷۰ھ

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۰۳ [2] طبری و ابن اثیر و ابن خلدون جلد ۲، ص ۲۰۲ تا ۳۶۰ [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۴

کو داخل بغداد ہوا۔ اہل بغداد نے بڑی خوشی منائی۔ سارے شہر میں چراغاں کیا گیا۔

واقعات احمد بن طولون

۲۶۲ھ میں موفق، ابن طولون کے خلاف ہو گیا۔ اور اس کو مصر سے معزول کر دینے کی دھمکی دی۔ اس پر ابن طولون، جو مصر میں صاحب اقتدار بن چکا تھا۔ اس نے نائب سلطنت کو سخت جواب دیا۔ موسیٰ بن بغا کی ماتحتی میں موفق نے لشکر بھیجا۔ رقہ میں پہنچکر کمی رسد سے ابن بغا کو لوٹنا پڑا۔ مگر معتمد نے رنگ دیکھ کر بھائی موفق کی مرضی کے خلاف ابن طولون کو طرسوس کی ولایت کا فرمان لکھ بھیجا۔ کیونکہ وہاں آئے دن رومی حملے ہوتے رہتے تھے۔ ابن طولون نے خلافت مآب کے فرمان کے بموجب سرحد کے علاقہ میں جا کر سرحد کو بالکل محفوظ کر دیا۔ رومی ابن طولون کے نام سے خوف زدہ رہنے لگے۔ اب طولون کی توجہ ملحقہ ملکوں کی طرف منعطف ہوئی۔ چنانچہ اس نے ۲۶۴ھ میں سارے ملک شام پر قبضہ کر لیا اور متصرف ہو گیا۔ اب طولونیہ دولت برقہ سے فرات تک وسیع ہو گئی۔ خلیفہ عباسی معتمد کے پاس صرف عراق جزیرہ کے صوبے رہ گئے جہاں شورشوں کا تانتا لگا ہوا تھا۔

موفق صاحب الزنج کے فتنہ کے سدباب میں لگا ہوا تھا۔ ابن طولون نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی فوج کو بڑھایا اور سلطنت طولونیہ کو قوی کیا اس کے سوا خلیفہ کو تحفے و تحائف گزشتے سے روانہ کئے اور خلیفہ سے استدعا کی کہ مصر آ جائیے۔ معتمد، موفق کے اقتدار سے گھبرا چکا تھا۔ سامرا سے روانہ ہوا لیکن

ﻪ ابن خلدون جلد ۷ ص ۳۷۰

موفق کو بصرہ میں اس کی روانگی کا علم ہوگیا۔ اس نے ناقہ سوار کے ہاتھ حاکم موصل کو خط لکھا کہ خلیفہ کو سرحد سے باہر نہ جانے دے۔ چنانچہ اس نے معتمد کو سمجھا بجھا کر روک لیا اور سامرا کی طرف باحترام واکرام واپس کیا۔

موفق کو ابن طولون کی اس حرکت سے بے حد اس سے بیزاری پیدا ہوگئی اور اس نے معتمد سے اس پر لعنت بھیجنے کا حکم آئمہ مساجد کے نام لکھوایا۔

شورش سرحد اندرونی خلفشار کی وجہ سے سرحد پر شورش اٹھ کھڑی ہوئی۔ رومی مسلمانوں کے علاقہ میں لوٹ مار کرتے رہتے۔ ۲۶۳ھ میں رومیوں نے قلعہ لولو پر جو ان کے لیے سب سے بڑی حد بندی تھی اس پر قبضہ کیا اور اسلامی لشکر جو حفاظت سرحد پر تھا۔ اس پر آئے دن حملہ کرتے رہتے یہی وجہ تھی کہ خلیفہ نے ابن طولون کو اس طرف کا والی بنایا۔ چنانچہ طرسوس پر ابن طولون نے بقوت قبضہ کرکے رومیوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو پسپا کر دیا بلکہ فوجیں تیار کرکے رومی ملکوں پر چڑھ دوڑا۔ اور اکثر رومی شہروں کو تاخت وتاراج کر دیا جس سے ابن طولون کی ہیبت وجلالت شان رومیوں کے قلوب پر چھا گئی۔

۲۶۵ھ میں رومیوں نے اس علاقہ کو چھوڑ کے دیار ربیعہ کی سرحد پر غارت گری شروع کر دی اور بہت سے مسلمانوں کو گرفتار کرکے لے گئے عبداللہ بن رشیدی بھی گرفتار ہو گئے، مگر اس سلسلہ میں قیصر روم نے عبداللہ کو چھوڑ دیا اور چند مصاحف ابن طولون کے پاس ہدیہ میں بھیجے۔

واقعات صقلیہ ۲۶۶ھ میں سسلی کے مسلمانوں اور رومیوں میں بحری معرکہ

درپیش ہوا۔ اس میں مسلمانوں کو شکست فاش ہوئی اور وہ ناکامی کے ساتھ سسلی لوٹ گئے۔ پھر دیار ربیعہ پر رومیوں نے تاخت کی۔ ۲۷۰ھ میں رومی ایک لاکھ فوج کے ساتھ طرسوس پر حملہ آور ہوئے تو ابن طولون کے غلام ازیار نے ایسا مقابلہ کیا کہ ستر ہزار مارے گئے۔ رئیس البطارقہ مقتول ہوا۔ اور بے شمار مالِ غنیمت عسکر اسلامی کے ہاتھ آیا۔

امیر صقلیہ جعفر بن محمد نے بحری و بری فوج سے سرقوسہ کو فتح کر لیا جس سے کچھ عرصہ کے لیے سرحدی بغاوت کے خطرہ کا سد باب ہو گیا۔ قسطنطنیہ سے جنگی بیڑا آیا تو اس کو بھی شکست فاش دی۔[1]

احوال علوئین

معتمد کے زمانہ میں اثنا عشریہ کے گیارہویں امام ابو محمد حسن عسکری نے ۲۶۰ھ میں وصال فرمایا اور اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ان کی وفات پر شیعوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعض کی رائے یہ تھی کہ امامت کا سلسلہ ان کی ذات پر منقطع ہو گیا۔ اب کوئی امام دنیا میں نہیں ہے۔ بعض کا کہنا یہ تھا کہ ان کے بھائی جعفر امام وقت ہیں لیکن زیادہ تر افراد ان کے بیٹے محمد عسکری کو امام تسلیم کرتے ہیں جو اپنی والدہ کے سامنے ایک سرداب سر من رائے (تہ خانہ) میں داخل ہوئے اور باہر نہ نکلے یہی امام مہدی (امام منتظر اور امام قائم) کے نام سے مشہور ہیں۔

گو شیعوں میں امام جعفر صادق کے بعد سے ہی اختلاف شروع ہو گیا تھا۔ ان کے سات بیٹے تھے عبداللہ، افطح، محمد، موسیٰ۔ اسمٰعیل وغیرہ

---

[1] ابن خلدون جلد ۳ ص ۳۳۷

بعض شیعوں نے عبداللہ اقطح کو امام کے منصب پر فائز کیا۔ کسی نے محمد کو امام قرار دیا۔ ایک جماعت شیعہ اسمٰعیل کی امامت کی قائل ہوئی جو آگے چل کر اسمٰعیلی کہلائے گئے۔ غرض کہ امامت کا مسئلہ شیعوں میں متفق علیہ نہیں ہے۔

اسمٰعیلیہ اسمٰعیلیہ اور امامیہ مبدا تشیع میں باہم متفق اس صورت سے ہیں کہ دین میں رائے کو دخل نہیں بلکہ تحفظ شرع کے لیے ایک امام معصوم کا وجود ضروری ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کر امام جعفر صادق تک چھ اماموں کی امامت پر شیعوں کی کل جماعتیں متفق ہیں ان جماعتوں میں دو سر گروہ ہیں امامیہ و اسمٰعیلیہ ابقیہ ان کی شاخیں ہیں۔ گروہ امامیہ نے موسیٰ کاظم سے سلسلہ حسن عسکری تک قائم کر رکھا ہے اور امام قائم کے منتظر ہیں اور اسمٰعیلیہ نے اسمٰعیل کی اولاد میں امامت مختص کر دی ہے۔

اسمٰعیلیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ امام کا ظہور کچھ ضروری نہیں ہے بلکہ کبھی کبھی وہ مستور ہوا کرتا ہے۔ لوگوں کو اس کے حال کی آگاہی نہیں ہوتی۔ گر جب یہ صورت پیش آئے تو اس کا کوئی نائب ظاہر ہو جو خلق اللہ پر حجت ہو اور دعوت و تبلیغ کے منصب پر قائم ہوئے گا۔ ان کے آئمہ پر خلافت بنو فاطمہ میں بحث کی جائے گی۔

باطنیہ باطنیہ، اسمٰعیلیوں کی ایک شاخ ہے جو معتمد کے عہد کی پیداوار ہے امام حسن عسکری کے بعد اسمٰعیلی داعیوں نے اپنی تعلیمات کو جن کا زیادہ حصہ مخفی رکھا جاتا تھا۔ اس کی تبلیغ و اشاعت شروع کر دی اور نہایت صبر و استقلال اور نرمی سے اپنے خیالات کی خاص خاص لوگوں میں تبلیغ کرتے

اس وجہ سے اس جماعت کو باطنیہ کہنے لگے۔ زیادہ تر ان کے پھندے میں نومسلم مجوسی پھنسے۔ یہ لوگ ظاہرہ مسلمان تھے۔ باطن میں اپنے قدیمی عقائد کے قائل تھے مجوسیوں میں دلیصانیہ اور مانیہ خیالات کے لوگ زیادہ تھے باطنیہ جماعت میں ان لوگوں نے شامل ہو کر اپنے عقائد کی خوب خوب تبلیغ کی اور گمراہی کا دروازہ باطنیہ کے پردے میں اسلام میں کھول دیا۔ گو عہد خلافت اسلامیہ میں نومسلم مجوسیوں نے فتنہ اٹھائے تھے۔ برامکہ۔ فضل وزراء ان کے دام میں پھنس گئے تھے۔ مگر ان زندیقوں کو مہدی۔ ہادی نے کیفر کردار کو پہنچا دیا تھا جس کا تفصیلی حال پہلے آ چکا ہے۔

باطنیہ میں سب سے بڑا شخص عبداللہ بن میمون بن قدح دیصانی تھا اسلام لانے کے بعد داعی نبوت ہوا۔ پہلے عسکر کرم میں مقیم ہوا وہاں سے نکالا گیا۔ پھر بصرہ میں بنی عقیل کے پاس رہا۔ اس کے بعد حمص (شام) چلا گیا وہاں ایک موضع سلبیہ کو اپنا مرکز بنایا یہی وہ مقام ہے جہاں سے فرقہ باطنیہ کا ظہور ہوا[1]۔ بعض مورخین دولت فاطمیہ کا بانی عبیداللہ مہدی کو میمون کی نسل سے بتاتے ہیں۔ مگر علامہ ابن خلدون اس کی تردید کرتے ہیں۔

قرامطہ یہ جماعت بھی اسمٰعیلی شیعوں سے عہد معتمد میں نکلی۔ اُن کا مستقر عراق تھا۔ بے باک اور خونریز جماعت تھی اسلام کو اس جماعت نے بہت نقصان پہنچایا۔

حمدان قرمط نواحی خوزستان سے کوفے کے متصل قریہ نہرین میں آ کر داعی

---

[1] ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۲۸

امامت ہو کر قیام پذیر رہا۔ اس کے ظاہرہ زہد و عبادت کو دیکھ کر اہل قریہ اسکے گرویدہ ہوگئے۔ اس نے پچاس وقت کی نماز کی تلقین کی۔ جب کثرت سے لوگ آنے جانے لگے تو امام منتظر کی دعوت شروع کر دی جب حمدانی قرمطی بیمار پڑا۔ کرمیتہ نامی نے اس کی تیمارداری کی جب وہ اچھا ہو گیا تو حمدان نے تیماردار کا نام اختیار کر لیا۔ پہلے یہ لوگ کرمیتہ پھر قرمط کہلانے لگے۔ سواد عراق کے کم عقل دہقانی کا شتکاری پیشہ رکھنے والے اس کے دام میں پھنس گئے جب زیادہ رجوعات ہونے لگی تو قرمط نے ایک آسمانی کتاب کے اپنے اوپر نازل ہونے کا دعویٰ کیا۔

دعوت قرامطہ قرمطی کی یہ دعوت تھی کہ فرج بن عثمان قریہ نصرانیہ کا باشندہ داعی مسیح ہے۔ مسیح ہے، کلمہ ہے۔ مہدی ہے احمد بن محمد بن حنفیہ ہے۔ جبریلؑ ہے اور مسیح نے انسانی پیکر میں آ کر اس سے کہا کہ تم داعی ہو۔ حجتہ ہو۔ ناقہ ہو، دابہ ہو۔ یحییٰ بن زکریا ہو۔ روح القدس ہو!! قرامطہ کو چار رکعت نماز کی تعلیم دی، دو۔ طلوع آفتاب سے قبل اور دو غروب آفتاب سے پہلے۔ انبیاء علیہ السلام کے ساتھ احمد بن محمد بن کی رسالت کی بھی شہادت تھی۔ نماز میں کلام اللہ کی آیات کے بجائے "استفتاح" اس کے گمان میں جو احمد بن محمد بن حنفیہ پر نازل ہوا، اس کی تلاوت کی جاتی کعبتہ اللہ کی بجائے بیت المقدس کو اپنا قبلہ قرار دیا" جمعہ اور اتوار ہفتہ میں ہر دو دن رخصت کئے رکھے۔ مہرجان اور نوروز کے دن میں دو روزے مقرر کئے نبیذ کو حرام اور شراب کو حلال قرار دیا۔ جنابت میں غسل کے بجائے وضو

اور غیر محارب پر جزیہ مقرر کیا[1]۔ اس کے علاوہ ثنوی مذہب کی بہت سی باتیں قرامطہ نے اپنا لی تھیں۔ ان کا عقیدہ باطنی یہ تھا کہ نور سے خیر کا ظہور ہوتا ہے اور ظلمت سے شر کا ظہور ہوتا ہے۔ یزدان اور اہرمن کی باطنی تعلیم تھی اس کے عقائد میں ایرانی فلسفہ کی آمیزش تھی[2]۔

وقائع قرمطی

سواد کوفہ، امیر ہیثم کا علاقہ تھا۔ اس کو قرمط کا حال معلوم ہوا اس نے اس کو پکڑ کے بند کر دیا۔ حمدانی قرمطہ نے موقعہ پاکر اس کی لونڈی سے گڑگڑا کر رحم کی درخواست کی۔ اس نے ہیثم کے تکیہ کے نیچے سے چھپا کر چابی نکال کر دروازہ قید خانہ کا کھول دیا۔ دوسرے دن شب میں ہیثم نے دروازہ کھلا پایا۔ وہ فرار ہو گیا۔ صبح قید خانہ خالی تھا۔ عوام میں یہ یہ شہرت اڑ گئی کہ قرمطہ اپنی کرامت سے غائب ہو گیا۔ اس سے عوام اور گمراہ ہو گئے۔ ہیثم عراق سے شام پہنچا۔ اور وہاں اپنے خیالات کی اشاعت کرنے لگا[3]۔ ادہر سواد کوفہ میں جو تخم بو یا گیا تھا خوب برگ و بار لایا۔

دولت سامانیہ

معتمد کے عہد میں نصر بن احمد بن اسد سامانی اپنے والد احمد بن اسد کے بجائے فرغانہ کا حاکم مقرر ہوا۔ ماموں نے ہی احمد کو عامل مقرر کیا تھا۔ نصر نے اپنے بھائی اسمٰعیل کو ۲۶۱ھ میں بخارا میں نائب بنا کر بھیجا۔ مگر دونوں بھائی حاسدوں کے پھندے میں پڑ کر باہم لڑ پڑے۔ ۲۷۵ھ میں اسمٰعیل نے نصر کو مقابلہ پر شکست دی اور نصر کو گرفتار کر لیا مگر پھر ہر دو بھائی

---

[1] ابن اثیر جلد ۷، ص ۱۰۲ و ابو الفدا [2] کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۶۹

[3] ابن اثیر جلد ۷، ص ۱۴۸

میل کر بیٹھے۔ نصر سمرقند بھیج دیا گیا۔ احمد بن اسد چار بھائی تھے۔ ماوراء النہر کے چار صوبوں پر فرغانہ، شاس، اشروسنہ، ہرات پر نوح، احمد، یحییٰ، الیاس بن اسد عامل تھے۔ ان سامانیوں نے دیکھا کہ یعقوب صفاری نے ہرات سے لے کر فارس تک خود مختار حکومت قائم کر لی تو انہوں نے بھی باہمی مل کر ماوراء النہر میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور اپنی حکومت کا دائرہ فارس تک صفاری دولت کو ختم کر کے بڑھا لیا۔ سنہ ۲۶۱ھ میں یہ عظیم الشان سلطنت قائم ہوئی اور سنہ ۳۸۹ھ میں خاقانی ترکوں اور آل سبکتگین کے ہاتھوں ختم ہوئی دولت سامانیہ کے مفصل حالات آگے آتے ہیں۔

غزنیہ، صفاری، سامانی دول کے قیام سے عملاً خلافت عباسیہ کا نفوذ اٹھ گیا۔ صرف خطبوں میں خلیفہ کا نام رہ گیا۔

مغرب میں دولت طولونیہ کے قیام سے مصر اور شام، برقہ سے خلافت عباسیہ کا اثر جاتا رہا تھا۔ اب ماوراء النہر اور فارس سے بھی اقتدار اٹھ گیا۔

ولیعہدی معتمد کے بعد موفق ولی عہد قرار دیا گیا تھا۔ مگر سنہ ۲۷۸ھ میں اس کا یکایک انتقال ہو گیا۔ اس لیے معتمد نے اپنے بیٹے مفوض اور موفق کے بیٹے ابو العباس کی ولی عہدی کا فرمان لکھا۔ لیکن ابو العباس صاحب اثر اور شجاع تھا جس نے صاحب الزنج کے مقابلہ میں کارہائے نمایاں کئے تھے اس نے اپنے آپ کو مفوض باللہ پر مقدم کر لیا۔

حالات موفق عباسی موفق صحیح معنی میں امور خلافت انجام دے رہا تھا اور اس نے اقتدار دولت بنی عباس کو برقرار رکھنے میں

اپنی جان کی بازی لگادی۔ صاحب الزنج کے فتنہ کو ختم کیا۔ مگر حکومت کے ارکان خود غرض اور ناکارہ تھے۔ اس کی تمام مساعی بے سود رہیں۔

خلیفہ کی حالت

معتمد نام کا خلیفہ رہ گیا تھا۔ اس کی زندگی لہو و لعب رقص و سرود میں گذرتی تھی۔ اگر معتمد نے اپنی رائے سے کوئی کام بھی کبھی کیا تو اس میں ذلت کا پہلو ضرور ہوتا تھا۔ ابن طولون کے حمایتہ میں آکر مصر جا رہے تھے۔ اگر چلے گئے ہوتے تو رہا سہا بھرم خلافت بنی عباس کا ختم ہو گیا ہوتا۔

خمارویہ

۲۷۰ھ میں طولون مرا۔ تو اس کا بیٹا خمارویہ اس کی جگہ مصر میں تخت نشین ہوا۔ ابوالعباس اور خمارویہ میں سخت جنگ ہوئی۔ خون کے دریا بہہ گئے۔ لیکن خمارویہ کو فتح ہوئی۔

دعوئے مہدیت

اسی سال عبید اللہ مورث خلفائے مصر اور رافضیان یمن کے مقتدا نے دعوے مہدیت کیا اور ۲۸۰ھ میں اس نے حج کیا۔ قبیلہ بنو کنانہ نے اس کا ساتھ دیا۔ اور ممالک مغرب میں اُن کے ساتھ گئے۔ یہیں سے مہدی کو عروج حاصل ہوا۔

ابوالعباس کا اقتدار

موفق کے مرنے کے بعد معتمد کی گلو خلاصی ہوئی تھی۔ مگر ابوالعباس جس کے ہاتھ میں فوج کی کمان تھی۔ اس نے مثل موفق کے حکومت پر اپنے پنجے جما لیے۔ موفق بھائی کا خیال رکھتا تھا۔ اس نے اپنے چچا معتمد کو نظر انداز ہی کر دیا۔ معتمد نے ایک مجلس عام میں اپنے بیٹے کو ولی عہدی سے معزول کر کے ابوالعباس

کو ولی عہد بنایا اور خود لوگوں سے اس کی بیعت لی اور اس کا لقب معتضد رکھا[1]
اس کے بعد سے ابوالعباس نے اپنے چچا کی خبرگیری شروع کر دی اور احترام و اکرام سے پیش آیا کرتا۔

وفات معتمد ایک دن محفل رقص و سرود تھی اس میں دور شراب چل رہا تھا معتمد نے زیادہ پی لی اور اس پر کھانا زیادہ کھالیا جس سے اس کو تخمہ ہو گیا۔ ۱۹ رجب شب دوشنبہ ۲۷۹ھ کو انتقال کر گیا۔ ۲۳ برس معتمد نے سلطنت کی۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ اُن کو زہر دیا گیا۔ بعض کہتے ہیں گلا گھونٹ دیا گیا۔[2]

علمی ترقی معتمد کو کوئی علمی دلچسپی نہ تھی مگر اس کے عہد میں قلمرو بنی عباس میں بڑے بڑے جلیل القدر علماء علمی سرگرمی دکھا رہے تھے البتہ ۲۷۹ھ میں اس نے یہ حکم دیا تھا کہ کوئی منجم یا افسانہ گو سرِ راہ نہ بیٹھے اور کتب فروشوں کی ہدایت کی کہ آئندہ سے فلسفہ اور مناظرہ کی کتابیں فروخت نہ ہوں[3]

نائب سلطنت موفق موفق معتمد کا بھائی تھا اس نے ۲۵۶ھ میں خلافت حقیقی معنی میں تھی اور اس نے عباسی حکومت کو بہت کچھ فائدہ پہنچایا معتمد میں کوئی علمی صلاحیت نہ تھی۔ البتہ موفق میں جملہ اوصاف جہانبانی سے فضل و کمال، تدبیر و سیاست و اخلاق عدل و انصاف میں اپنے اسلاف کے قدم بقدم تھا۔ رعایا کی دادرسی کے لیے خود قضاۃ کے ساتھ بیٹھتا اور مقدمات

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۱۹۶ [2] تاریخ الخلفاء ص ۱۹۶
[3] تاریخ الخلفاء ص ۱۹۶

کی سماعت کرتا اور منصفانہ فیصلہ دیتا تھا۔[1]

موفق شجاع دبہادر تھا خود فوجوں کی کمان لے کر میدان میں اترتا صاحب الزنج کی قوت کو اس نے اور ابو العباس نے ختم کیا۔ ترکوں کو اس نے حد سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ بلکہ اس کے جبروت سے امراء ترک لرزہ براندام تھے اس کی وفات سے دولت عباسیہ کو بڑا نقصان پہنچا۔

حالات وزرا عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان اصول سیاست سے واقف اور مالیات کا بڑا ماہر ۲۶۳ھ میں گھوڑے سے گر کر فوت ہوا۔

حسن بن مخلد اپنے عہد کا بے نظیر انشاء پرداز ایک عرصہ تک موفق کا کاتب رہا پھر وزارت پر ممتاز ہوا۔ تمام ضوابط از بر تھے دو مرتبہ وزیر ہوا۔ ایک دفعہ ۱۶ دن فرائض وزارت انجام دیئے۔ موسیٰ بن بغا کی ورشتی سے بغداد چلا گیا تھا۔ سلیمان بن وہب عرصہ تک مہتدی کا وزیر رہا۔ پھر موفق کا میر منشی ہوا وزارت پر موفق نے سرفراز کیا۔ مگر ۲۶۴ھ میں معتمد اس سے خفا ہو گیا اس نے اس کے بیٹے وہب اور ابراہیم کے گھر لٹوا دیے۔ اور اس کو قید کر دیا اور بغداد سے پھر حسن بن مخلد کو وزارت پر بلا لیا۔ پھر اس سے خفا ہو کر سلیمان کو بلایا ان پر بھی عتاب نازل ہوا تو ان سے نو لاکھ دینار وصول کیے اور نظر بند کر دیا۔ جہاں ۲۷۲ھ میں وہ انتقال کر گیا۔

معتمد کے عہد کے علماء امام بخاری۔ امام مسلم۔ ابوداؤد، ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ربیع الجنیری۔ ربیع المرادی مزنی۔ یونس بن

---

[1] ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۴۷

عبدالاعلیٰ۔ زبیر بن بکار، ابوالفضل ریاشی۔ محمد بن یحییٰ ذہلی۔ حجاج بن شاعر عجلی الحافظ، موسیٰ المقری۔ عمر بن شبہ، ابو زرعہ رازی۔ محمد بن عبد اللہ بن عبدالحکم داؤد الظاہری۔ ابن دارۃ، بقی بن مخلد۔ ابن قتیبہ۔ ابوحاتم رازی وغیرہ[۵۹]

محدثین وفقہا

احمد بن عمر بن عمر بن مہیر خصاف کنیت ابوبکر فقیہ اجل محدث زہد وورع کی شہرت تھی۔ فقہ اپنے والد اور حسن بن زیاد سے پڑھی۔ حدیث ابو داؤد طیالسی سے سنی۔ نعلین وموزہ دوزی کی کمائی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ حکومت کے دست نگر نہ تھے۔ ۲۶۱ھ میں انتقال ہوا تصنیفات میں سے کتاب الخراج وکتاب الحیل۔ کتاب الوصایا۔ کتاب الشروط صغیر وکبیر کتاب ادب القاضی۔ کتاب النفقات وغیرہ کثیر التعداد مشہور ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہم البلخی محدث فقیہ، زاہد اولیائے کبار سے تھے بادشاہی ترک کر کے کوچہ فقر میں قدم رکھا۔ فضیل بن عیاض سے خرقہ ارادت پہنا۔ ۲۶۲ھ میں فوت ہوئے۔

محمد بن شجاع ثلجی فقہ میں حسن بن مالک کے شاگرد اور حدیث میں یحییٰ بن آدم ووکیع وغیرہ کے علم کے دریا تھے۔ ۲۶۶ھ میں انتقال ہوا۔ تصحیح الآثار، نوادر کتاب المضاربہ، الرد علی المشبہ تصانیف یادگار سے ہیں۔

نصیر بن یحییٰ البلخی تلمیذ سلمان الجوزجانی ۲۶۷ھ میں فوت ہوئے محمد بن الیان ماتریدی سمرقندی ۲۶۸ھ میں فوت ہوئے۔ معالم الدین یادگار رہے ہے۔

بکار بن قتیبہ قاضی مصر فقہ یحییٰ بن ہلال رازی وامام زفر سے اور حدیث

---

[۵۹] تاریخ الخلفاء

ابو داؤد الطیاسی سے سماعت کی۔ ۲۷۰ھ میں فوت ہوئے۔ کتاب الشروط۔ کتاب المحاضر والسجلات، کتاب الوثائق والعہود تصنیف سے ہے۔

امام المحدثین ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بروزبخاری جعفی ولادت ۱۹۴ھ میں ہوئی۔ شیخ داخلی محدث بخارا کے پاس تحصیل علم کیا۔ پھر مکہ معظمہ طالب علم کے لیے گئے۔ حج کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر سے تصنیف وتالیف شروع کی۔ محدث راہویہ کے حلقہ میں بھی شریک ہوئے بعمر ۶۲ سال ۲۵۶ھ میں انتقال ہوا۔ آخر تنگ میں دفن ہوئے۔ ۵ لاکھ حدیثیں یاد تھیں (مقدمہ فتح الباری)

امام حافظ مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری، شاگرد امام بخاری آپ کا مجموعہ حدیث صحیح مسلم کے نام سے مشہور ہے ولادت ۲۰۲ھ میں ہوئی ان کے پاس تین لاکھ حدیثیں لکھی ہوئی تھیں ۲۶۱ھ میں انتقال کیا۔

امام ابو داؤد بن الاشعث الازدی السجستانی ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے امام احمد بن حنبل سے علم حاصل کیا۔ شافعی مذہب تھے۔ ۵ لاکھ حدیثیں یاد تھیں ۲۷۵ھ میں انتقال ہوا۔

امام ابو عیسیٰ بن سودہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی ترمذی، ولادت ۲۰۹ھ میں ہوئی۔ امام بخاری ومسلم کے شاگرد تھے۔ جامع ترمذی شمائل ترمذی یادگار ہے ۲۷۹ھ میں انتقال ہوا۔

ملوک سامانی

سنہ ۲۶۵ھ تا سنہ ۳۸۹ھ مطابق سنہ ۸۷۴ء تا سنہ ۹۹۹ء

بہرام چوبی کی نسل سے اسد بن سامان ایک شخص تھا جس کو اعزاز کی وجہ سے مامون الرشید بہت محترم سمجھتا تھا۔

اس کے چار لڑکے تھے۔ جنہوں نے دار الخلافت میں مامون کے وقت میں تربیت پائی اور پھر اُن کو ذمہ داریوں کے عہدے بھی دے گئے۔ ان کے نام نوح۔ یحییٰ۔ الیاس اور احمد تھے۔ خراسانی نائب غسان بن ثابت نے احمد کو فرغانہ، یحییٰ کو اشروسنا اور شاس۔ الیاس کو ہراۃ اور نوح کو سمرقند کا حاکم بنایا۔ اُن کی اولاد میں عرصہ تک حکومت رہی۔ کبھی تو ملوک طاہرد کی طرف سے ان کو حکومت ملتی تھی اور کبھی خلفائے بغداد کی طرف سے مقرر کئے جاتے تھے بادشاہی لقب اس خاندان میں اسمٰعیل ابن احمد بن اسد سامانی کے وقت سے استعمال کیا گیا جو ایک خود مختار بادشاہ ماوراالنہر میں ہوا۔ اور خلیفہ بغداد کی جو کچھ اس نے خدمت کی وہ جزاً بطور اطاعت اور جزاً بطور سلوک تھی۔

اسمٰعیل سامانی نے بہت بڑی فتح ترکستان میں حاصل کی۔ شاہ ترکستان کو مع اس کی خاتون کے گرفتار کر کے سمرقند لایا اور پھر جیحوں سے عبور کر کے عمرو ابن لیث کو گرفتار کیا جس کا ذکر ملوک صفاریہ کے تذکرہ میں آچکا ہے ان فتوحات نے اسے مستقل بادشاہ بنا دیا۔ شروع شروع اس نے ماوراالنہر میں زور پکڑا اور

سمرقند اُس کا پایۂ تخت ہوا۔ عمر بن لیث کو اس نے قید کر کے بغداد بھیجا۔ وہاں سے اس کو سجستان، خراسان، مازندان، رے اور اصفہان کی حکومت عطا ہوئی۔ اس نے محمد بن زید علوی کو جس نے طبرستان میں خروج کیا تھا شکست دی۔ یہ بادشاہ بڑا عادل اور نیک نام تھا۔ اسمٰعیل کے بعد آٹھ بادشاہ خاندان سامانی کے اور ہوئے۔ جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

نمبر شمار	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۲	احمد بن اسمٰعیل	ھ	خلیفہ بغداد نے اس کو عہد نامہ اور لوا بھیجا۔ اس کا پایۂ تخت بخارا تھا۔ یہ بہادر اور رنج خلق تھا۔ ارکین دولت کے ایما سے یہ قتل کیا گیا۔ ۶ سال تک یہ بادشاہ رہا۔
۳	ابو الحسن نصر بن احمد		نہایت خورد سالی میں یہ تخت پر بیٹھا۔ اس کے خاندان والے اس سے منحرف رہے اور مغلوب ہوئے ہوش سنبھالنے پر یہ بڑا نامور بادشاہ ہوا۔ سنہ ۳۳۱ھ میں ۲۰ سال حکومت کر کے ۳۰ سال کی عمر میں اس نے انتقال کیا۔ اپنی کریم النفسی سے اس کا لقب امیر سعید ہوا۔
۴	نوح بن نصر بن احمد	سنہ ۳۳۱ھ	اس کو سلاطین دیالمہ سے برابر مقابلہ رہا۔ اکثر یہ غالب رہا۔ سنہ ۳۴۳ھ میں یہ مرا۔

نمبر شمار	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۵	عبدالملک بن نوح	۳۴۳ھ	ملک رے اور خراسان کی بابت یہ بھی اپنے باپ کی طرح دیالمہ سے برابر لڑتا رہا۔ آخر میں کچھ مصالحت ہو گئی تھی۔ اور اسی اثناء میں چوگان کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر یہ ۳۵۰ھ میں مر گیا۔ لوگ اس کو موید اور موفق بھی کہتے تھے
۶	منصور ابن نوح بن نصر	۳۵۰ھ	اپنے بھائی عبدالملک کے مرنے پر خراسان اور ماوراء النہر کا بادشاہ ہوا۔ البتگین سپہ سالار خراساں اس کی تخت نشینی کے خلاف تھا۔ اس لیے وہ اس کی تخت نشینی کی خبر سنکر غزنی بھاگ آیا اور یہاں اسی کے غلام سبکتگین کی ذات سے سلطنت کی بنیاد پڑی۔ رکن الدولہ دیلمی پر یہ بادشاہ غالب آیا اور اس سے کچھ سالانہ خراج مقرر کرا لیا۔ پندرہ سال حکومت کر کے ۳۶۵ھ میں یہ مرا۔ لوگ اس کو امیر مؤید اور امیر سدید بھی کہتے تھے۔
۷	نوح بن منصور بن نوح	۳۶۵ھ	البتگین کے غلام سلطان سبکتگین کا یہ ہمعصر تھا۔ اس کے وقت میں عضد الدولہ بن رکن الدولہ دیلمی تمام عراقین پر قابض ہو گیا تھا اور شمس المعالی قابوس بن وشمگیر جرجان

کیفیت	سنہ جلوس	نام	نمبر شمار
اور طبرستان پر قابض تھا۔ اس کے وقت میں بڑے بڑے معرکے ہوئے اور بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ کئی مرتبہ تو یہ فخرالدولہ کی حمایت میں عضدالدولہ دیلمی سے لڑا۔ پھر بغراخاں گورنر خراسان ابوعلی کی سازش سے ترکستان سے بخارا آیا۔ اور ماوراءالنہر پر قابض ہو گیا۔ امیر نوح تاب مقابلہ نہ لا کر مفرور ہو گیا۔ بوعلی خراسان کا خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ بغراخاں بیمار ہو کر اپنے وطن کو واپس چلا اور راہ میں مر گیا۔ اس طرح نوح پھر ماوراء النہر کا بادشاہ ہوا۔ لیکن ابوعلی اور فائق نے لڑائی کی دھمکی دی تو وہ گھبرایا۔ سبکتگین کا شمار اب تک سلاطین میں نہ تھا۔ سپہ سالاروں کی طرح ہندوستان میں کچھ اس نے غزوات کئے تھے جس سے اس کا نام روشن ہو چلا تھا۔ نوح نے اس سے مدد مانگی جسے اس نے فخر سمجھا۔ اور فوج لے کر نوح کے پاس آ موجود ہوا۔ غرضکہ سبکتگین اور اس کے بیٹے محمود نے بوعلی کو شکست دی جس کے صلہ میں امیر نوح نے سبکتگین کو ناصرالدین اور محمود کو سیف الدولہ کا خطاب عطا کیا۔ پھر اس کے بعد کئی مرتبہ سبکتگین اور محمود نے نوح کی طرف سے لڑائیاں			

نمبر شمار	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			کیں۔ فوج کے گورنر اور ملازم اکثر نمک حرام تھے۔ اس لئے اس کو بڑی بڑی دقتیں پیدا ہوئیں۔ ۳۸۷ھ میں یہ اپنی موت سے مرا۔
۸	منصور بن نوح بن منصور	۳۸۷ھ	درباریوں کا حال تو بگڑا تھا ہی۔ انہوں نے سیف الدولہ ایسے خیر خواہ دولت سے منصور کو لڑوانا چاہا لیکن محمود بچا لے گیا۔ اس کے بعد خود اراکین نے منصور کی آنکھ میں سلائی پھیر کر تخت سے اتار دیا اور اس کے بھائی عبدالملک کو تخت پر بٹھایا۔
۹	عبدالملک بن نوح		عبدالملک بن نوح کو بھی لوگوں نے محمود سے لڑوانا چاہا محمود کب تک صبر کرتا یہ لڑ پڑا۔ عبدالملک بھاگ کر اپنے دارالسلطنت کی طرف گیا۔ وہاں ایلک خان کاشغر سے آ کر قابض ہو گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عبدالملک گرفتار ہو گیا اور دولت سامانیہ کا خاتمہ ہوا۔ منتصر بن نوح سامانی نے کچھ سر اٹھایا بلکہ ایلک خان سے خوب خوب لڑا لیکن آخر ہزیمت پائی اور ۳۹۵ھ میں آل سامان کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ حکمران بہادر تھے اور ملک گیری کا شوق رکھتے تھے۔[1]

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۶۵ ، ۲۲۰ ابن خلدون جلد ۴ صفحہ ۳۸۰ تا ۳۹۰۔

علمی ترقی سامانی دور میں جہاں شجاعت اور بہادری کے جوہر نظر آتے ہیں وہاں تہذیب و تمدن میں ان کے عہد کو خوش گوار زمانہ کہا جاسکتا ہے سامانیوں کے دور میں علوم و فنون کی ترقی بھی قابل ذکر ہے بادشاہان سامانیہ علم اور علماء کے قدردان تھے۔ ابو صالح منصور بن اسحاق کے علمی مذاق کے اثر نے ابوزکریا رازی[1] فلسفی کو اس کا مدح خواں بنا دیا۔ اس نے اپنی ایک کتاب کا نام المنصوری اس کے نام پر معنون کی۔

بعد کو نوح ثانی (۹۷۶ء) نے نوعمر ابن سینا کو (جس کا باپ ایک اسمٰعیلی فرقہ کا آدمی تھا) اپنے دربار میں مدعو کیا اور وہ اس کے کتب خانہ سے استفادہ حاصل کرتا رہا۔

سامانیوں کے دور میں جدید فارسی کا نشو و نما ہوا۔ فردوسی (۹۳۲ء - ۱۰۲۰ء) کی پیدائش اسی عہد میں ہوئی۔

بلعمی منصور اول کا (۹۶۱ء - ۹۷۶ء) وزیر تھا۔ ابن حوقل جغرافیہ نویس نے اس کے زمانہ وزارت میں ملک کی اندرونی ترقیوں کی بڑی تعریف و توصیف کی ہے اسی عہد میں الطبری کی تاریخ کا فارسی زبان میں خلاصہ کیا گیا۔ ایلک خان نے ۹۹۹ء میں اس ترقی یافتہ حکومت کو پامال کر دیا۔

---

[1] ابوزکریا رازی۔ شیخ ابوبکر محمد بن زکریا رازی علم طب۔ منطق۔ علم ہندسہ، علم موسیقی کا ماہر تھا۔ بغداد کے بیت الشفاء میں رئیس الاطبا رہا۔ کتاب الجامع، کتاب الاعصاب وغیرہ کثیر التعداد تصانیف اس کی یادگار رہے ہیں۔ ۳۲۰ھ میں فوت ہوا۔

خلیفہ المعتضد باللہ

نام و نسب | ابو العباس احمد بن ابو احمد موفق بن متوکل۔ اس کی والدہ صرار نامی ام ولد تھی۔

بیعت خلافت | ۱۹ رجب ۲۷۹ھ میں اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی

وزارت | عبید اللہ بن سلیمان بن وہب اس کا پہلا وزیر تھا۔ اس کے بعد قاسم بن عبید اللہ بن سلیمان مذکور منصب وزارت پر ممتاز ہوا۔

حجابت | منصب حجابت پر صالح الامین کا تقرر ہوا۔

قضاۃ | منصب قضاء پر ابو اسحاق بن اسمٰعیل بن حماد بن زید مالکی۔ پھر یوسف بن یعقوب اور ابو حازم عبد الحمید بن عبد العزیز حنفی بصری مشرقی ممالک کے عہدہ قضاء پر مامور ہوئے۔[1]

شحنہ بغداد | معتضد نے اپنے غلام بدر کو بغداد کی شحنگی عطا کی اس وقت معتضد کی عمر ۳۶ سال کی تھی۔

بنی عباس میں معتضد عقل و دانش تدبیر و سیاست اور رجاہ و جلال میں ایک امتیازی درجہ رکھتا تھا وہ کبھی ترکوں کا کھلونا نہیں بنا۔ بلکہ تمام سرکش امراء کو زیر رکھا۔ اور مخالف قوتوں کو ابھرنے نہ دیا۔ عباسی دولت

---

[1] تنبیہ والاشراف مسعودی ص ۲۶۶

جس حالت پر پہنچ گئی تھی اس کی از سرِ نو اصلاح کی اور تمام عمر ترقی کی شان ہا"
تخت پر بیٹھتے ہی امیر رافع بن ہرثمہ پر نظر رکھی کیونکہ یہ خود سر امیر تھا۔
رافع بن ہرثمہ کو محمد بن طاہر نے ۲۷۱ھ میں خراسان اپنا نائب بنا کر بھیجا۔
اس نے شاہی علاقہ پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ معتضد نے اس کی معزولی کا حکم دیا
اور عمر بن لیث صفاری کو جو عرصہ سے خراسان کی فکر میں تھا خراسان کا عامل
بنا دیا۔ رافع نے علویہ طبرستان سے ساز باز کر کے عمر کے مقابل ہوا۔ مگر محمد بن
زید علوی والی طبرستان نے عمر بن لیث سے لگاؤ پیدا کر لیا اور وقت پر
امداد دینے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معرکہ میں رافع کو شکست ہوئی
نیشاپور چھوڑ کر ابیورد چلا گیا۔ مگر عمر بن لیث نے راستہ روک لیا تو وہ
خوارزم بھاگا۔ شاہ خوارزم نے ابو سعید فرغانی کو استقبال کے لیے بھیجا اور
رافع کو دھوکہ سے کر قتل کرا دیا اور سر عمر بن لیث کے پاس بھیج دیا۔[1]

خوارج کی شورش کا خاتمہ

ہارون خارجی موصل کے نواح کے خوارج کا قائد بن گیا۔ حمدان بن حمدون عامل موصل نے ۲۸۱ھ میں ہارون سے موافقت کر لی۔ یہ خبر معتضد کے کانوں تک پہنچی
تو اس نے موصل پہنچ کر بدوؤں کا قتل عام بول دیا۔ مگر حمدان قلعہ ماردین
میں محفوظ رہا۔ اس نے قلعہ کو منہدم کر دیا۔ حمدان وہاں سے بھی نکل بھاگا۔ مگر
کہیں جان کی امان نہ تھی۔ خود معتضد کے حضور میں حاضر ہوا۔ ہارون نے جزیرہ
کی طرف رخ کیا۔ کثیر التعداد ساتھی ہو گئے۔ سرداران فوج اس کے مقابل

---

[1] ابن اثیر جلد ۷، ص ۱۰۱

ہوئے شکست کھائی۔ معتضد نے حسین بن حمدان کو اس مہم پر بھیجا اور حمدون کو قید سے آزاد کر دیا۔ حسین نے جا کر ہارون کو شکست دے دی اور گرفتار کر کے بغداد لایا جس کو ۲۸۳ھ میں سولی دے دی گئی۔[1] ہارون کے قتل کے بعد موصل میں کامل امن و سکون ہو گیا۔

احوال قرامطہ معتمد کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔ قرمطی شام چلا گیا تھا مگر عراق۔ بحرین اور اس کے نواح میں اس کے ساتھیوں نے اس تحریک کو چلائے رکھا۔ کثرت سے لوگ قرمطی خیال کے ہو گئے ۲۸۱ھ میں ان میں سے یحییٰ بن مہدی نے "قطیف" میں دعویٰ کیا کہ وہ مہدی موعود کا داعی ہے جن کا عنقریب ظہور ہونے والا ہے اور مہدی کی جانب سے ایک صداقت نامہ بھی پیش کیا۔ قطیف اور بحرین کے شیعان علی نے اس دعوت کو بطیب خاطر قبول کیا۔ ان میں سب سے اہم شخصیت ابوسعید جنابی کی تھی۔ بحرین سے کچھ روز کے لیے یحییٰ چلا گیا اور کچھ دن بعد لوٹ کر آیا۔ اس کے پاس مہدی کی طرف سے سب کے نام شکریہ کے خط تھے اور خمس دینے کا حکم تھا۔ شیعوں نے نامہ مہدی کو سر آنکھوں پر رکھا اور خمس کے پیش کرنے کی تعمیل کی۔ یحییٰ قبلہ قیس میں گیا اور اس کو بھی گمراہ کیا بحرین کے والی کو اس کا علم ہوا۔ اس نے یحییٰ کو گرفتار کر لیا اور اس کو سخت سزا دی۔ ابوسعید جنابی بھاگ گیا۔ کچھ عرصہ قید رکھ کر چھوڑ دیا۔ یحییٰ جب چھوٹا تو اس نے بنی کلاب، بنی عقیل اور قریش کے لوگوں کو خفیہ طور سے اپنا

[1] ابن اثیر جلد ۷، ص ۱۵۴ تا ۱۵۷

ہم خیال بنا لیا۔ اب اُن کی قوت اتنی بڑھ گئی۔ ۲۸۷ھ میں ہجر کے نواح میں قرامطہ لوٹ مار، ڈاکہ زنی کرنے لگے۔ ابو سعید نے بصرہ پر حملہ کا ارادہ کیا یہاں کا والی احمد الواثقی تھا۔ وہ ابو سعید کے ہمراہیوں کی قوت سے خوف زدہ ہو گیا اور معتضد کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے حکم دیا کہ بصرہ کے اردگرد شہر پناہ تعمیر کر دی جائے۔ تاکہ قرامطہ حملہ نہ کر سکے۔ لیکن قرامطہ نے ہزارہا ہمراہیوں کے ساتھ حملہ کیا اور بصرہ اور ہجر کے اطراف میں ظلم و ستم روا رکھ کر اپنی دھاک بٹھا دی۔ مقابل میں عباس بن عمرو غنوی والی فارس معتضد کی طرف سے آیا۔ اس کو اُن کے مقابلہ پر شکست ہوئی۔ عباس کے سوا تمام عسکریوں کو جو گرفتار تھے۔ ابو سعید نے آگ میں جلوا دیا۔ اس کے بعد عباس کو رہا کر دیا گیا کہ وہ جا کر معتضد سے سب حال کہے یہ ابلہ ہوتا ہوا بغداد پہنچا۔ معتضد نے اس کی دلدہی کے لیے خلعت عطا کیا[۱]

قرامطہ نے نواح کوفہ کی طرف رُخ کیا اور وہاں شورش بپا کر دی اس شورش کو دیکھ کر ایک طالبی غلام بدر مجاہدانہ ذوق و شوق سے اُٹھ کھڑا ہوا اور اس نے مجاہدین کی جماعت کو لے کر قرامطہ پر یلغار بول دی بہت سے رؤسا کو موت کے گھاٹ اتارا۔ معتضد نے علیحدہ فوجیں روانہ کیں جنہوں نے ان کو بے دریغ قتل کیا۔ ہزارہا قرملی مارے گئے۔ ایک داعی ذکرویہ بن مہرویہ نے کلبے کے قبائل کو اپنا ہمنوا بنانا چاہا۔ مگر وہ ہتھے نہ چڑھے بنی قیس ان کے دام میں آ گئے۔ اُن کو لے کر معتضد کے غلام شبل جو اُن

---

[۱] ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۶۲

کے مقابل آیا۔ اس کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا اور اصافہ کی مسجد جلا ڈالی اور شام کی سرحد تک کی آبادیوں کو ویران کر دیا۔ طولونی عہدہ دار طغج بن جف نے روکا لیکن ذکر دیہ سے اس کو شکست کھانا پڑی[۱]۔

۲۸۹ھ میں شام اور کوفہ پر قرامطہ کا تسلط ہو گیا۔ مگر عامل کوفہ نے ان سے لڑ بھڑ کر ان کے سردار ابوالفوارس کو گرفتار کر کے معتضد کے پاس بھیجدیا۔ معتضد نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے انبیا کی روح تمہارے جسم میں داخل ہو کر تم کو عمل خیر کی ہدایت کرتی ہے۔ اور خطا اور غلطی سے روکتی ہے اس نے کہا کہ

ہمارے جسموں میں اللہ تعالیٰ کی روح ہے یا ابلیس کی اس سے تم کو کیا غرض۔ تم وہ بات پوچھو جو تم سے تعلق رکھتی ہے۔

معتضد نے پوچھا۔ وہ کون سی بات ہے۔ وہ بولا کہ

جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی۔ تمہارے باپ حضرت عباس موجود تھے۔ مگر وہ نہ خلافت کے لیے نامزد کئے گئے اور نہ کسی نے بعیت ان کے ہاتھ پر کی۔ پھر حضرت ابوبکر کی وفات کے وقت وہ زندہ تھے مگر خلافت حضرت عمر کو ملی۔ اس کے بعد اصحاب شوریٰ میں آئی۔ پھر بھی تمام صحابہ نے

---

[۱] ابن اثیر جلد ۷، ص ۱۹۸

تمہارے جدا مجد کو خلافت کا مستحق نہیں سمجھا تو تم
اپنے کو کیوں حقدار سمجھتے ہو؟"

معتضد نے ان باتوں سے خفا ہو کر اس کو قتل کرا دیا۔ رئیس..

قرامطہ ذکرویہ بن مہرویہ کا بیٹا ابو القاسم یحییٰ بنی کلیس امامت کی تبلیغ کر رہا تھا اور اس نے اپنے امام کو امام جعفرؒ کی اولاد بتایا اور کہا میرے تابع ایک لاکھ آدمی ہیں جو ہر وقت جان دینے کو تیار ہیں۔ غرضکہ ۲۸۹ھ میں بنی کلب نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس نے اپنے مریدوں کا نام فاطمین رکھا غرضکہ عراق۔ بحرین شام میں ان کی چیرہ دستیاں بہت بڑھی ہوئی تھیں۔

اسی زمانہ میں فاطمی دعاۃ یمن اور افریقہ میں اسماعیلی امامت کی تبلیغ میں مشغول تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ تمام اسلامی ممالک میں ایک ساتھ رائت امامت بلند کیا جائے تاکہ بنی عباس مقابلہ نہ کر سکیں[1]۔"

عمرو بن لیث صفاری اور اسمٰعیل سامانی ان کے حالات اپنے اپنے ملوکیت کے تحت مختصراً آ چکے ہیں۔ معتضد کے وقائع کے ساتھ جو تعلق ہے یہاں اس کا اظہار ہے۔ معتضد نے عمرو کو رافع ابن ہرثمہ کے سرپیش کرنے کے صلہ میں ماوراء النہر کا علاقہ اس کی خواہش پر دیا تو شکریہ میں چالیس لاکھ درہم، بیس گھوڑے معہ زین و ساز طلا ۱۵۰ اونٹ ریشمی پارچہ جات کے معتضد کی خدمت میں بھیجے اور امیر محمد بشیر کو اس علاقہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا ماوراء النہر پر اسمٰعیل قابض تھا آدیں لب جیحوں پر مقابلہ ہوا امیر محمد مارا گیا اسکو

[1] ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۶۳

فوج نیشاپور چلی گئی۔ عمرو خود اسمٰعیل سے مقابلہ کرنے آ گیا۔ بلخ میں مورچہ لگایا اسمٰعیل نے اسے گھیر لیا۔ تاب مقابلہ نہ لا کر راہ فرار اختیار کی۔ مگر راہ میں گرفتار ہوا اسمٰعیل نے معتضد کے پاس اس کو بغداد بھیجدیا۔ معتضد نے اسے قید کر دیا اور اسمٰعیل کو اس کے تمام مقبوضات کا حاکم بنا کر خلعت سے نوازا۔[1]

عمرو کے گرفتار ہونے سے طبرستان کے علویوں نے ہاتھ پیر نکالے۔ ان کی نگاہ عرصہ سے خراسان پر تھی۔ محمد بن زید علوی نے فوج کشی کر دی اسمٰعیل نے کہلا بھیجا کہ میں نے تمہارے خاندان کا احترام کر کے جرجان چھوڑ رکھا تھا اب تم خراسان کا قصد نہ کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اسمٰعیل نے محمد بن ہارون کو ان کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ باب جرجان پر نہایت خونریز معرکہ رہا۔ محمد بن زید زخمی ہوئے اور ان کا لڑکا زید گرفتار ہوا۔ محمد زخموں کے صدمے سے انتقال کر گئے۔ اسمٰعیل نے زید کی بڑی خدمت کی احترام و عزت سے اپنے پاس رکھا۔

دولت صفاریہ اور زیدیہ دونوں اسمٰعیل سامانی کے زیر نگیں آ گئیں۔ اور ماوراء النہر سے لے کر طبرستان تک سامانی حکومت کے ڈنکے بج گئے۔

طرطوس کے بحری بیڑے کی تباہی

امیر محمد بن ابی الساج کو معتضد کے زمانہ میں عروج ہوا اور آذربائیجان کا حاکم مقرر ہوا۔ معتضد کے زمانہ میں خودسری کرنے لگا تو خلیفہ نے اس کو رام کرنے کے لیے آرمینیہ کی حکومت اور خلعت عطا کیا۔ ابن ابی الساج نے

---

[1] ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۶۵۔

اظہار تشکر گذاری میں قیمتی ہدایا پیش کیے۔ مگر اس نے اپنے غلام وصیف کو آمادہ کیا کہ وہ سرحد کی ولایت کی درخواست اس کے حضور میں پیش کرے اس سازش میں اہل طرطوس شامل تھے وصیف نے ظاہرہ ابن الساج کا ساتھ چھوڑ کر ملطیہ چلا گیا۔ معتضد کو مخبروں سے تمام حالات معلوم ہو گئے وہ خود وصیف کی تادیب سے اٹھا۔ عین زربہ پر وصیف گھر گیا اور گرفتار ہو کر معتضد کے حضور پیش ہوا۔ فوج کو امان دی گئی۔ طرطوس کے امراء گرفتار کئے گئے اور یہاں کے بحری بیڑے کو جس میں پانچ سو جہاز تھے جلا ڈالے گئے۔ اس فعل سے مسلمانوں کی بحری قوت رومیوں کے مقابلہ میں کمزور ہو گئی۔

خلیفہ معتضد اور طولونیہ مصر کے تعلقات

معتضد نے خمارویہ بن طولون پر بہت زیادہ مراحم خسروانہ روا رکھے۔ کیونکہ معتضد جب تخت نشین ہوا تو خمارویہ نے بیس خچر سونے سے لدے ہوئے دس خادم اور دو صندوق زیورات سترہ راس اسپ مع طلائی سازو سامان وغیرہ نذریں خلافت پناہ کو پیش کئے تھے۔ معتضد نے اس کے صلہ میں مصر کی باقی ماندہ رقم میں سے کل دو لاکھ دینار لے کر تین لاکھ سالانہ پر فرات سے برقہ تک کی حکومت کا سی سالہ قبالہ خمارویہ اور اس کے لڑکے کے نام لکھدیا ۲۸۲ھ میں بارہ پارچے کا خلعت مالائے مروارید عطا کی اور ۲۸۲ھ میں خمارویہ نے مزید تقرب کے لیے اپنی بیٹی قطر الندی کو علی بن معتضد کو بیاہنا چاہی معتضد نے خود اپنے ساتھ شادی منظور کی چنانچہ بڑی شان و شوکت سے یہ تقریب انجام پائی۔ خمارویہ نے اپنی بیٹی کو جو جہیز دیا۔ اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی

اس کے لیے سونے کا تخت تھا جس کے ستون مرصع اور جالی دار طلائی قبہ تھا جس کے ہر حلقہ میں ایک انمول موتی تھا۔ رخصتی کے وقت مصر سے بغداد تک ہر ہر منزل پر اپنے محل کے مشابہ ایک قصر تعمیر کرا کے ساز و سامان سے آراستہ تھا جہاں عروس روزانہ قیام کیا کرتی۔ عروس کی سواری کے ساتھ اس کا چچا شہاب بن احمد بن طولون تھا۔ آغاز محرم ۲۸۲ھ میں بڑے شان سے بغداد میں داخل ہوئی۔ یہاں بھی شاہانہ استقبال کیا گیا۔ بغداد کو مثل عروس کے سجایا گیا تھا۔[ل]

خمارویہ مصر اور شام کا والی اور طرسوس کا قلعدار تھا۔ رومی اس کی جلالت شان اور رعب سے سرحد میں قدم رکھتے گھبراتے تھے۔ ۲۸۲ھ میں خمارویہ کو اس کے غلام نے قتل کر دیا۔ اس کا لڑکا تخت نشین ہوا۔ لیکن چند ماہ بعد وہ بھی معزول کر دیا گیا۔ اس کا بھائی ہارون تخت نشین ہوا۔ خلیفہ نے طرسوس اس کے قبضہ سے نکال کر دوسرے والی کے سپرد کیا۔ پھر قنسرین اور عواصم بھی لے کر اس کی حکومت شام اور مصر تک محدود کر دی اور چار لاکھ ۵۰ ہزار دینار سالانہ خراج اس کے ذمہ کیا۔

رومیوں سے جنگیں معتضد کی توجہ اندرونی اصلاح و تنظیم و شورشوں کے انسداد کی طرف زیادہ رہی۔ ۲۸۵ھ میں موفق کے غلام راغب نے طرطوس سے بحری حملہ کیا۔ اور تیس جہاز رومیوں کے گرفتار کر کے جلا دیے اور تین ہزار رومی اس معرکے میں قتل ہوئے اس واقعہ کے انتقام میں انہوں نے ۲۸۷ھ میں پھر طرطوس پر حملہ کیا۔ یہاں کا حاکم گرفتار

ل کتاب الولاۃ کندی ص ۲۴۰

ہوگیا۔ ۲۸۸ھ میں حسن بن علی نے کئی رومی قلعہ فتح کئے اور بہت سے رومی گرفتار کئے اس کے انتقام میں رومیوں نے کیسوم پر بری اور بحری دو سمتوں سے حملہ کرکے پندرہ ہزار مسلمانوں کو گرفتار کرکے لے گئے[1]

ولی عہد اپنے لڑکے علی مکتفی کو معتضد نے ولی عہد قرار دیا تھا۔

وفات معتضد نے ۲۱ ربیع الثانی ۲۸۹ھ مطابق ۹۰۲ء کو بعمر ۴۴ سال وفات پائی ۹ سال ۹ ماہ ۳ دن فرائض خلافت انجام دیئے۔

اوصاف معتضد بڑے جاہ و جلال کا ممالک اسلامیہ کا شہنشاہ تھا متاخرین خلفائے بنی عباس میں اس کو امتیازی درجہ حاصل تھا اس ل دماغ اور حوصلہ و ہمت کا خلیفہ اس تخت حکومت پر ایک عرصہ بعد بیٹھا تھا۔ تدبیر د سیاست کے ساتھ محاسن اخلاق سے بھی آراستہ و پیراستہ تھا۔ اس کا عہد عام فلاح و بہبود و امن و امان عدل و انصاف میں مشہور تھا۔ اس نے ہی خلافت عباسیہ کے بے روح جسم میں جان ڈال دی تھی۔ اس لیے اسے سفاح ثانی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔[2]

علامہ مسعودی لکھتا ہے۔

> معتضد کے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی فتنہ و فساد میں سکون پیدا ہو گیا۔ ملک کی حالت درست ہوگئی لڑائیوں کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ چیزوں کا نرخ ارزاں ہوگیا۔ شورش و ہیجان میں سکون آگیا۔ مخالفین نے صلح

[1] ابن خلدون جلد سوم ص ۴۴۵ [2] مسلمانوں کا نظم مملکت ص ۷۰

کرلی وہ مظفر و منصور تھا۔ تمام امور مملکت اس کے قابو میں آ گئے۔ مشرقی و مغربی علاقے اس کے زیر فرمان ہو گئے۔

المخزی کا بیان ہے۔

معتضد عاقل، فہیم، فاضل اور خصائل حمیدہ سے آراستہ تھا۔ اس کی تخت نشینی کے وقت سلطنت ویران ہو رہی تھی۔ سرحدیں بے کار ہو چکیں تھیں اس نے بڑی خوبی سے اس کی اصلاح کی۔ اس کے حسن انتظام سے اس کی سلطنت آباد ہو گئی۔ آمدنی میں اضافہ ہو گیا۔ سرحدیں مضبوط ہو گئیں۔ وہ سیاست میں نہایت مضبوط اور فتنہ پرستوں کے لیے نہایت سخت تھا۔ رعایا کے مال و متاع میں فوجوں کی دست درازی اور ایذا رسانی کا خاتمہ کر دیا۔ اپنے ابن عم آل ابی طالب کا محسن تھا۔ اس کے زمانہ میں شورشیں اور بغاوتیں بھی ہوئیں۔ عمرو بن لیث الصفار نے بڑی عظمت و قوت حاصل کر لی تھی اور عجم کے بڑے حصہ پر چھا گیا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا۔ اگر میں چاہوں تو دریائے بلخ پر سونے کا پل بنا دوں۔ اس کا باورچی خانہ چھ سو

ؒ۵ مروج الذہب جلد ۷ ص ۱۱۳

اونٹوں پر چلایا تھا۔ لیکن معتضد کے اقبال سے بڑی ذلت وخواری کے ساتھ قید ہوا۔ اور معتضد نے دولت عباسیہ کے منتشر شیرازہ کو پھر سے متحد کر دیا اور رعایا میں عدل وانصاف قائم کیا اور مرتے وقت بڑی دولت خزانہ میں چھوڑ گیا۔[۱]

سیاست معتضد تدبیر وسیاست میں اپنے عہد کے حکمرانوں میں بہت فائق تھا۔ دولت عباسیہ سے کٹ کر دولت صفاریہ اور دولت سامانیہ بنی۔ مگر معتضد نے عمرو بن لیث صفاری اور اسمٰعیل سامانی کو اپنی حسنِ تدبیر سے بھڑا دیا۔ چنانچہ صفاری حکومت ختم ہو گئی۔ سامانی حکومت اس قدر کمزور ہو گئی کہ کچھ عرصہ بعد اس کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

ترک امراء جن کے ہاتھ میں خلافت کی باگ تھی اُن کی طاقت کو توڑ کر رکھ دیا۔ کسی ترک امیر کو مجال نہ تھی کہ معتضد کے مقابل آتا یا خود سری کرتا۔

انتظام مملکت تمام دفاتر سرکاری کی دیکھ بھال خود معتضد نے کی۔ پہلے خلفاء کے زمانہ میں حکومت کی آمدنی بہت گھٹ گئی تھی حتیٰ کہ تنخواہیں وقت پر نہ مل سکتی تھیں۔ معتضد نے اپنے حسنِ انتظام سے اس میں معقول اضافہ کیا اور اس کے زمانہ میں حکومت کا میزانیہ اتنا بہتر ہو گیا کہ حکومت کے مصارف کے بعد خزانہ میں بڑی رقم سالانہ بچ جایا کرتی تھی۔

یومیہ خرچ معتضد فضول خرچ نہ تھا۔ مگر ضروری اخراجات میں کمی نہ کرتا تھا سات ہزار اشرفی روزانہ کا خرچ تھا۔ صابی کی کتاب الوزراء

---

[۱] الفخری ص ۲۳۰

میں ان اخراجات کا گوشوارہ موجود ہے۔

تعمیر قصر معتضد نے دیوان موارث کو ختم کیا اور حکم دیا کہ مورث کا جو ترکہ بچے وہ ذوی الارحام کو ملا کرے۔[۵۱] ایک قصر اپنے لیے تعمیر کرایا۔ اس میں ۴۰ لاکھ اشرفیاں صرف کیں

۲۸۱ھ میں معتضد نے مکہ شریف میں دارالندوہ گرا کر مسجد حرام کے پاس ایک مسجد بنا دی۔[۵۲]

مشرکانہ رسوم کی بندش ۲۸۲ھ میں معتضد نے نوروز کے دن عید منانے آگ جلانے اور آگ پر پانی چھڑکنے سے منع کیا کیونکہ یہ فعل مجوسیوں کا تھا۔

مذہبیت معتضد میں جہاں اوصاف جہانبانی کے تھے وہاں وہ اپنے مذہب کا بڑا پابند تھا۔ فسق و فجور سے اس کا دامن کبھی آلودہ نہیں ہوا تھا۔

قاضی اسمٰعیل کہتے ہیں کہ ایک روز میں معتضد کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے پیچھے کئی رومی مرد نہایت خوبصورت کھڑے ہوئے تھے میں ان کو دیکھ کر خاموش رہا۔ جب میں چلنے لگا تو مجھے معتضد نے کہا کہ آپ مجھ پر بدگمان نہ ہوں۔ خدا کی قسم میں نے کبھی حرام پر اپنا ازار بند نہیں کھولا۔[۵۳]

انصاف بغداد میں مختلف العقیدہ لوگ آباد تھے۔ عجمیوں اور یہودیوں

---

۵۱ تاریخ الخلفاء ۲۵۸ ۵۲ مروج الذہب جلد ۲ ص ۱۱۲، ۵۳ تاریخ الخلفاء ص ۲۵۸ ۵۴ تاریخ الخلفاء ص ۲۵۸

کے یہاں کی خرافات اور رسوم مروج تھیں۔ منجم اور قصہ خوانی سرِ راہ بیٹھ کر گمراہی کا دروازہ کھولے ہوئے تھے۔ معتضد نے ان کو شوارع عام پر بیٹھنے کی ممانعت کر دی۔[۱]

سب سے بڑی خرابی اس زمانہ میں فلسفہ یونانی کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی۔ کم علموں کے عقائد و خیالات بہت بگڑ گئے تھے تو کتب فروشوں کو فلسفہ کی کتابوں کی اشاعت ممنوع قرار دیدی تھی۔ مگر اہل علم کے لیے ان کا پڑھنا منع نہ تھا۔

وسعت سلطنت معتضد تخت پر بیٹھا تو اس نے اپنے پیشروؤں کے تغافل سے صفاریہ، سامانیہ، طولونیہ کی حکومتیں قائم ہو چکی تھیں دولت عباسیہ صرف جزیرۃ العرب۔ بلاد جزیرۃ النہرین۔ عرب، عراق و عجم، آذربائیجان، ارمینیہ اور وہ اقالیم جو بحر جرجان اور بحر ہند کے کنارے ہیں۔[۲] مگر طولونیوں کو اطاعت گذار کیا جیسا کہ لکھا جا چکا ہے۔ صفاریہ کا خاتمہ ہوا اور سامانیہ کمزور ہو گئے۔ ان کے بہت سے علاقہ قلمرو عباسیہ میں لوٹ آئے

زراعت کی ترقی چنانچہ معتضد کی توجہ زراعت کی طرف بہت تھی وہ ملک کو خوش الحال دیکھنا چاہتا تھا چنانچہ دجلہ کی ایک نہر دجیل تھی جس کا دہانہ مدت ہائے دراز سے بند تھا۔ اس کے اطراف کی زمین پانی نہ ملنے سے بنجر ہو گئی تھی۔ معتضد نے اس نہر کو درست کرا دیا جس کے ذریعے بڑا علاقہ سیراب ہونے لگا۔

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۸ [۲] تاریخ عرب موسیو سیدیو ص ۲۰۲

ترقی تجارت

معتضد نے تجار کو بہت کچھ مراعات دے رکھی تھیں تجار کے قافلے دارالخلافہ سے جاتے۔ حکومت کی طرف سے ان کی حفاظت کا انتظام گذرگاہوں پر تھا۔ اس کے عہد میں ڈاک کا معقول انتظام تھا۔

علمی ترقی

معتضد کا عہد انتظام ملک کے بعد علمی ترقی میں بھی پیش پیش ہے اس نے سامرا کے بجائے پھر بغداد کو دارالخلافہ بنایا۔ یہاں پہلے سے اہل علم جمع تھے دوبارہ دارالحکومت ہونے سے علمی چہل پہل میں اور اضافہ ہوا معتضد کو علم سے دلی لگاؤ تھا۔ اور اس نے اس کی ترقی کے لیے سعی بلیغ کی پہلے پہل دارالعلوم قائم کیا۔

دارالعلوم

یہ پہلا خلیفہ ہے جس کے دل میں جدید صورت میں دارالعلوم کا خیال آیا۔ اور اس نے اس کا نقش اول قائم کیا۔

علامہ مقریزی کا بیان ہے۔

جب خلیفہ معتضد باللہ نے بغداد میں شماسیہ کا محل بنوانا چاہا تو ضرورت سے زاید زمین لی۔ لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے جواب دیا کہ میں اس زمین میں مکانات، حجرے اور خاص کمرے بنواؤں گا ان میں مختلف صنعت اور علمی علوم کے ماہرین رہیں گے جن کی زندگی کی شاندار کفالت اسی ادارے سے کی جائے گی تاکہ جو شخص جس علم و فن کی تعلیم حاصل کرنا چاہے اس کے ماہرین سے استفادہ کرسکے[1]

---

[1] کتاب الخطط والآثار جلد ۲ ص ۲۰۶

یہ مدرسہ ایسا تھا جہاں صنعتی اور علوم عقلیہ و علمیہ کے اکتشافات کے لیے مشاہیر و پر اساتذۂ فن جمع کیے گئے تھے اور ہر فن کے لیے الگ الگ مکان تھے جن میں دارالاقامہ اور کمرے کا انتظام تھا اور تحقیق علم اور کسی خاص فن سے شغف رکھنے والے طلبہ کو یہاں تعلیم دی جاتی تھی۔ اس دور کے رجحان کے مطابق اس درس گاہ میں صنائع اور عقلیات کا عنصر غالب تھا۔

معتضد کے عہد میں علمی چہل پہل بغداد کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی نظر آتی ہے کیوں کہ عربوں کا بڑا حصہ جو عجمیوں کے اقتدار کی بدولت کشور کشائی سے الگ ہو گیا تھا۔ اس کی توجہ زیادہ تر علم و فن کی طرف ہوئی چنانچہ اس فاتح قوم نے میدان علم میں بھی اپنی فطری مستعدی اور غیر معمولی بیداری کا ثبوت دیا۔ علم کی سرپرستی دولت بنی عباس کا عام شیوہ رہا۔ لیکن عربوں کی ترقی کا مدار محض دولت پر نہ تھا۔ بلکہ زیادہ تر ان پرستاران علم کی ذاتی جدوجہد پر تھا جو بجز فضل و کمال اور علم و دانش کے کسی دوسری چیز کے سامنے اپنی پشت خم کرنا علم و فضل کی توہین تصور کرتے تھے اس بے نیازی اور استغنار کا نتیجہ تھا کہ حکومت و دولت کی گردن اکثر ان کے در پہ جھکتی تھی اور یہ سب اس علمی روح کی بدولت تھا جس کی اشاعت مذہبی اشاعت میں مضمر تھی چنانچہ محدثین کا طبقہ تھا جس سے اکثر کے حالات پہلے بیان کیے گئے ہیں۔ انھوں نے حکومت کا توسل عار سمجھا بڑے سے بڑے جلیل القدر خلفائے بنی عباس نے ان کے سامنے زانوئے ادب طے کیا

غرضکہ معتضد کے عہد میں تصنیف وتالیف کا سلسلہ بہت بڑھ گیا تھا۔

فن بیطاری

معتضد کے عہد کے علماء کے علاوہ دوسرے صیغوں کے ملازم تک تصنیف کا شوق رکھتے تھے چنانچہ اس کا داروغہ اصطبل یعقوب بن اخی حزام نے فن بیطاری پر الفردسیہ وسنیات الخیل لکھی جو اپنی نوعیت کی لاجواب کتاب ہے۔

علوم عقلیہ

معتضد کو علوم عقلیہ میں دلچسپی صرف ہیئت سے تھی اس کے عہد میں اسحاق بن حنین فلسی تھا جو علم نجوم کا بڑا ماہر تھا۔ معتضد نے تقویم کی اصلاح کی طرف توجہ کی اور اس کو ٹھیک کرایا۔

ابوریحان بیرونی لکھتا ہے۔

معتضد کے عہد میں بہت تحقیق اور تدقیق سے یہ تقویم تیار ہوئی جو تقویم معتضدی کے نام سے مشہور ہے[1]

علما کی قدردانی

معتضد باللہ کے دربار میں جہاں تمام وزراء امراء دست بستہ کھڑے رہتے تھے صرف وزیراعظم اور حکیم ثابت بن قرہ صابی کو بیٹھنے کی اجازت تھی[2] معتضد ثابت کی اس کے علم وفضل کے اعتبار سے بڑی قدر ومنزلت کرتا تھا۔ ایک دن باغ میں معتضد چہل قدمی کر رہا تھا۔ ثابت ہمراہ تھا۔ معتضد ثابت کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھا۔ دفعتاً معتضد نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ ثابت ڈرا۔ معتضد نے کہا۔ ڈرو نہیں میرا ہاتھ اوپر تھا۔ میں اس کو سوئے ادب سمجھتا ہوں کہ میرا ہاتھ اہل علم کے

---

[1] آثار باقیہ البیرونی [2] ابوالفرج ص ۲۴۹

کے اوپر ہو۔

حق گو علماء معتضد کے عہد میں علماء حق بات کہتے ہوئے باک نہیں کرتے تھے ابو الحسن نوری دربار کی طرف[1] سے گذرے خدام کشتی میں نبیذ کے مٹکے لے کے جا رہے تھے دریافت کیا کہ یہ کس کے ہیں۔ معلوم ہوا کہ معتضد نے منگوائے ہیں۔ آپ نے تمام مٹکے توڑ دیے جب معتضد نے مسکرا کے پوچھا کہ تم کو محتسب کس نے مقرر کیا ہے تو فوراً جواب دیا کہ جس نے تجھے خلیفہ مقرر کیا۔ معتضد نے سنا اور سر جھکا لیا[1]۔ باوجود یہ کہ فقہائے عراق نے نبیذ کو حرام قرار نہیں دیا تھا۔

حکماء حکیم سنان بن ثابت بن قرہ حرانی سنان کی کنیت ابو سعید ہے۔ یہ نامور فلسفی اور طبیب اپنے باپ کی طرح فاضل طبیب تھا۔ خلیفہ معتضد باللہ عباسی نے اپنے دربار کا خاص طبیب بنایا تھا۔ رئیس الاطباء کہلاتا تھا پھر قاہر باللہ کی خدمت میں باریاب ہو کر اس کا طبیب خاص ہو گیا اس کے فضل و کمال نے قاہر کو گرویدہ کر لیا تھا وہ ہر ملکی معاملہ میں سنان سے ہی مشورہ لیا کرتا۔ یہ پہلے صابی مذہب کا پیرو تھا۔ مگر علمائے اسلام کی صحبت سے داخل اسلام ہو گیا۔ پھر قاہر سے کسی وجہ سے ٹھن گئی۔ مخفی طور سے خراسان چلا گیا۔ مگر گہوارہ علوم و فنون اور سرچشمہ حکمت و معارف بغداد کی زندگی کی ہوک اٹھتی تھی وہاں جی نہ لگا۔ بغداد چلا آیا۔ راضی باللہ نے اپنے پاس رکھا۔ اس کے بعد الحکم کے پاس رہا اور اس کے اخلاق کی اصلاح

---

[1] اذکار ریاست ص ۵۳۲

کی۔ اس نے "واسط" میں ایک مہمان خانہ بنوایا۔ الحکم اس کی عزت و تکریم بیحد کرتا تھا۔ ۳۲۱ھ میں وفات پائی۔ سنان نے ۳۰۵ھ میں خلیفہ کو یہ مشورہ دیا کہ ایک ایسا بیمارستان بنایا جائے جو خلیفہ کے نام سے منسوب ہو چنانچہ خلیفہ نے اس کے بنانے کا حکم دے دیا یہ نہایت عظیم الشان اسپتال باب الشام میں تیار ہوا۔ اس کا نام بیمارستان المعتضد رکھا گیا۔ خلیفہ جیب خاص سے دوسو اشرفیاں ماہانہ خرچ کے لیے دیا کرتا تھا۔ ۳۰۶ھ میں سنان نے بیمارستان سیدہ کا افتتاح کیا جو سوق یحییٰ میں تھا۔ خود سنان اس کا مہتمم بنا اور نامور اطبا کو اس میں مقرر کیا۔ اس کا خرچہ چھ سو اشرفی تھا۔ یوسف بن یحییٰ منجم کے ذمہ انتظام صرفہ کا تھا۔

امرا، و وزرا اس کی بڑی قدر کرتے تھے وزیر علی بن عیسٰی بن جراح کو کہہ کر سفری شفاخانے قائم کر لئے۔

احمد بن الطیب سرخسی یعقوب کا شاگرد تھا۔ علوم فلسفہ کا ماہر تھا منطق و موسیقی میں اس کی عظیم الشان تصانیف ہیں۔ ایک عرصہ تک خلیفہ معتضد کا مصاحب و ندیم رہا۔ ۲۸۶ھ میں قتل ہوا۔ (الفہرست صفحہ ۲۶۱، قفطی ۱۷۸ طبقات الاطبا ۱ صفحہ ۲۰۹)

ابن فقیہ۔ ابوبکر احمد بن محمد الہدا معروف ابن فقیہ الہمدانی نے ۲۹۰ھ میں کتاب البلدان لکھی۔

التبریزی فضل بن حاتم علم ہندسہ ہیئت اور حرکات نجوم کے علماء متقدمین میں سے تھا۔ شرح مجسطی شرح اقلیدس۔ زیچ کبیر یادگار ہے

ہیں۔ قفطی ص ۱۶۸ میں اس کی تصانیف کا ذکر ہے۔ اس نے اپنی تصنیف کتاب احداث الجو خلیفہ معتضد کے لیے لکھی تھی۔ تیسری صدی کے بعد فوت ہوا (طبقات الامم صفحہ ۹۶)

محدثین وفقہا

محمد بن سلمہ بلخی فقیہ کامل شداد بن حکیم وجوزجانی سے اور بغداد میں محمد شجاع بلخی سے فقہ پڑھی اور ان سے ابو بکر اسکاف نے حاصل کی۔ ۲۷۸ھ میں انتقال ہوا۔

سلیمان بن شعیب از اصحاب امام محمد فقیہ، ان سے طحاوی نے روایت کی ۲۷۸ھ میں فوت ہوئے۔

احمد بن ابی عمران شیخ الطحاوی فقیہ محدث، فقہ ابن سماعہ و بشیر بن الولید سے اور حدیث علی بن عاصم و شعیب بن سلیمان سے ابن یونس نے تاریخ میں توثیق کی۔ ۲۸۰ھ میں انتقال ہوا۔

عبد الحمید بن عبد العزیز قاضی القضاۃ بغداد۔ فقیہ۔ ثقہ متقی ۲۹۰ھ میں فوت ہوئے۔

ابو حنیفہ بن داؤد بن ونند الاہوزی مختلف علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے۔ ایک کتاب علم نباتات پر لکھی جس سے ان کی بڑی شہرت ہی ۲۸۲ھ میں انتقال ہوا۔

خلیفہ مکتفی باللہ عباسی

نام ونسب | ابو محمد کنیت علی بن احمد معتضد نام اور مکتفی باللہ لقب تھا ۲۶۴ھ میں پیدا ہوا۔ ماں ام ولد تھی جیجق لقب تھا۔ لوگ اس کو خاضع کہتے تھے۔

خلافت | معتضد کی وفات ہوتے ہی اس کی بیعت لی گئی۔ جب وہ مسند آرائے حکومت ہوا تو اس نے امور سلطنت کو مثل باپ کے بکھرا ہوا پایا وہ بکثرت ریشہ دوانیوں اور اطراف ملک کی ہنگامہ آرائیوں میں مبتلا ہو گیا۔ مگر اس کے پاس مال وزر وافر تھا اور فوج بہت کافی تھی۔ اس لیے ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے سینہ سپر ہو گیا۔ باپ کے نقش قدم پر چلا اور اسی کی روش پر گامزن ہوا۔ اس کو نہ بہادر کہا جا سکتا تھا اور نہ بزدلی کا الزام اس پر رکھا جا سکتا تھا۔

وزارت | وزارت کے عہدے پر قاسم بن عبید اللہ کو جس طرح معتضد کے زمانہ میں تھا قائم رکھا پھر عباس بن حسن کو وزارت دی اس وقت اس کا باپ حسن بن ایوب بن سلیمان زندہ تھا۔

اس نے اپنی انگشتری میں اپنے باپ معتضد کی انگشتری کی طرح الحمد للہ الذی لیس کمثلہ شیٔ وھو خالق کل شیٔ نقش کندہ کرایا۔

قضاۃ منصب قضا پر یوسف بن یعقوب اور اس کے بیٹے محمد بن یوسف اور ابو حازم کو مقرر کیا۔ پھر آخر الذکر کی جگہ عبداللہ بن علی بن ابی الشوارب اموی کو مامور کیا

حجابت حجابت کے عہدہ پر خفیف سمرقندی اور اپنے مولیٰ سوسن کو رکھا۔

خروج قرامطہ مکتفی کے عہد میں قابل ذکر اہم واقعات میں قرامطہ کی بغاوت ہے قرمطی شام چلا گیا تھا۔ اس نے اپنی ابوالقاسم کنیت بنائی اور آل ابی طالب کی طرف اپنے تئیں منسوب کرتا تھا۔ حالانکہ قبائل بنو کلب میں کوئی شخص آل ابی طالب میں داخل نہیں ہے۔ اس کے حالات مختصر معتضد کے عہد میں بیان کیے گئے ہیں تفصیلی یہاں لکھے جاتے ہیں۔

قرمطی ۲۸۹ھ میں سماوہ کو اپنے تصرف میں لایا اور یہاں سے رقہ کی جانب جو بلاد مصر میں داخل تھا بڑھا سبک دیلمی سے جو اس علاقہ کا عامل تھا اس کی مڈبھیڑ ہوئی۔ اس نے دیلمی اور اس کی افواج کے پرخچے اڑاتے ہوئے نواح دمشق کا رخ کیا۔ اس وقت ابن طولون کے خاندان میں مصر اور شام کی حکومت تھی اور ہارون بن خمارویہ ابن احمد بن طولون کی طرف سے طغج بن حبف فرغانی دمشق، حمص اور اردن کا حاکم تھا۔ اس نے وادی قیردان اور رفاعی کے مقامات میں جو دمشق کے ماتحت تھے۔ اختتام رجب ۲۸۹ھ میں قرمطی سے مقابلہ کیا۔ مگر اس نے طغج کو بھی شکست دی۔ اس کی جماعت کی بڑی تعداد کو تہ تیغ کیا اور تین ماہ بیس روز تک دمشق کو محاصرہ میں رکھا اس درمیان میں اکثر خونریز لڑائیاں ہو جاتی تھیں۔ مگر فتح و شکست کا نتیجہ کسی

طرف ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ اس دوران میں لوگ دمشق کے اطراف وجوانب غوطہ اور دوسرے مقامات سے آ آ کر قرمطی جماعت میں شریک ہوتے رہے اور اس کے قوت بازو بن گئے تھے مصری فوج نے بھی اس سے ساز باز کر لیا جب طغج کی فوج مقابلے کے لیے حریف کے سامنے آئی تو کوکنار اور کوکبا کے مشہور مقامات میں جو دمشق سے ایک دن کے فاصلہ پر تھے۔ غرہ رجب سال رواں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ قرمطی مارا گیا۔ اور مصریوں کو بھی شکست ہوئی۔ جماعت قرامطہ نے قرمطی کے بھائی ابوالحسن کے ہاتھ پر بیعت کر کے ازسرنو دمشق کا محاصرہ کیا اور شب و روز اہل دمشق کے ساتھ سرگرم پیکار رہنے لگے۔ دمشق کے حاکم نے شہر کو قرامطہ کے حوالے کیا اور رعایا کو ان کے حال پر چھوڑ کر دوسری جگہ چلا گیا۔ قرمطی نے بھی اسی سال روز یکشنبہ ۱۲۔ رجب کو وہاں سے کوچ کیا اور حمص پہنچکر خیمہ زن ہوا۔ یہاں سے اپنی جمعیتوں کو شہر بعلبک کی طرف جو دمشق کے ماتحت تھا روانہ کیا۔ ان لوگوں نے وہاں پہنچکر شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

یہ خبر سنکر مکتفی اپنی افواج کو لیئے مدینۃ السلام سے نکلا اور ابوالاغر حنیفہ بن مبارک بن حنیفہ سلمی کو مقدمۃ الجیش بنا کر روانہ کیا وہ یہاں سے چل کر شہر حلب کے سواد میں پہنچا۔ قرمطی نے ایک دستہ فوج کا اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ ابوالاغر کی فوج قرمطی سے زیادہ تھی یہ واقعہ ۲۰۔ رمضان سنہ رواں میں پیش آیا۔

جب جنگ چھڑی تو مکتفی کی افواج نے کشتوں کے پشتے لگائے اور

بیشمار قرامطہ کو گرفتار کیا اور جو بچ رہے تھے ان میں باہم پھوٹ پڑ چکی تھی قرمطی نے اپنے رفقاء کو چھوڑ دیا اور روپوش ہوکر کوفہ کی راہ لی۔ واسیہ جو ولایات رحبہ اور سعتی العزلت کے ماتحت تھا۔ اس کے والی نے قرمطی کو گرفتار کرلیا۔ اس وقت قرمطی کے رفقاء میں صرف چار یا پانچ آدمی ساتھ رہ گئے تھے وہ مکتفی کے پاس رقہ بھیجا گیا اور روز دوشنبہ ۲۶ محرم سنہ رواں میں اس کے سامنے پیش کیا گیا۔

اسی سال روز دوشنبہ یکم ربیع الاول کو مکتفی لباس فاخرہ میں آراستہ ہوکر باجاہ و جلال قرمطی اور اس کے اسیر رفقاء کو ساتھ لیے ہوئے مدینۃ السلام بغداد میں داخل ہوا۔ کچھ روز کے بعد محمد بن سلیمان بھی بقیہ افواج اور قرامطہ بیشرش کے رسالہ جو شام میں ایک ایک کرکے گرفتار کیے گئے تھے آپہنچا۔

پرانی عیدگاہ کے متصل اور مدینۃ السلام سے مشرقی جانب ایک پرفضا رتیلا اور ہموار میدان خاص کر تیار کیا گیا تھا ۲۲ ربیع الاول سنہ جاری میں قرمطی اور اس کے ساتھیوں کے خون سے میدان لالہ زار بنایا گیا قرامطہ نے عام خلقت کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تھا۔ اس لیے فتح و شادمانی کا یہ اہم واقعہ تھا عام وخاص لوگوں نے بے حد خوشیاں منائیں۔

قرامطہ ثانی نے شام میں طولونی افواج کے پرخچے اڑا دیے تھے اس وجہ سے محمد بن سلیمان کو مصر کی طرف بڑھنے اور فتح کرنے کا اچھا موقع ہاتھ آیا روز پنجشنبہ یکم ربیع الاول ۲۹۲ھ میں وہاں پہنچا اس نے آل طولون کی رہی سہی قوتوں کو مٹا دیا اور ان کے شیرازے کو منتشر کرکے اس حکومت کا

خاتمہ کر دیا۔ آل طولون کی کل ۷، ۴ سال ۵ ماہ اور سات دن تک حکومت رہی۔

۲۹۳ھ میں بنو کلب میں ایک اور قرمطی جس کی کنیت ابو خاتم تھی شام کے نواح میں نمودار ہوا۔ اس کی تحریک نے زور پکڑا اور روز بروز اس کے پیرو بڑھنے لگے اور اذرعات بصری حوراں اور شینہ کے اطراف میں جو دمشق کے ماتحت علاقے تھے پھیل گئے۔ یہ لوگ یہاں کے باشندوں کو لوٹتے، خوں ریزی اور قید کرتے ہوئے طبریہ کی طرف جو بلاد اردن میں واقع تھا چلے گئے اور اس شہر میں بزور داخل ہو کر بکثرت افواج رعایا اور یہاں کے سردار جعفر بن ناکم کو تہ تیغ کر دیا۔

یہ سنکر خلیفہ نے حسین بن ہمدان تغلبی کو اس کے مقابلہ پر بھیجا۔ ایک مشہور مقام خندق پر جو دمشق کے ماتحت تھا۔ اس کا قرامطہ سے مقابلہ ہوا دونوں میں خوب معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ ایک دوسرے پر فتح پانے کی کوششیں کرتے رہے۔ آخر حسین اپنے حریفوں پر غالب آیا اور ان کو کھلے میدان میں شکست دی۔ یہ واقعہ اسی سال شعبان کا ہے جس کی طرف بنو کلب کے ایک شاعر نے اپنے شعر میں اشارہ کیا ہے۔

لولا حسین یوم درد ی خندق

وخیلہ ورجالہ لم تشتف

نفس امیر المومنین المکتفی

اگر خندق کے معرکہ میں سوار اور پیدل فوجوں کو لے کر حسین مقابلہ نہ کرتا تو امیر المومنین مکتفی کی روح کو تسکین نہ ہوتی۔

یہ نظم طویل ہے کہنے والے نے اس واقعہ کے ہیرو معرکے کے تمام حالات اور شام میں قرامطہ کے کارناموں کو مفصل بیان کیا ہے۔

قرمطی ہزیمت اٹھا کر ہیت چلا گیا اور وہاں کے باشندوں کو قتل کر کے شہر میں آگ لگا دی۔ پھر وہاں سے ناحیۃ البحر کی طرف روانہ ہوا مکتفی نے چند سپہ سالاروں کو اس کے تعاقب میں بھیجا۔ جن میں محمد بن اسحٰق بن کنداجیق اور مونس رجازن ملقب بہ فحل بھی تھے۔ شاہی افواج نے باغیوں کا محاصرہ کر لیا۔ یہ حالت دیکھ کر بنو کلب میں تشویش پیدا ہو گئی اور ان کو اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے۔ آخر ان میں ایک آدمی اٹھا اور دھوکا دیکر قرمطی کو جان سے مار ڈالا اور اسی رات کو نعش مٹی کے نیچے دبا کر سب کے سب غائب ہو گئے۔

بنو کلب کا ایک سردار جس کی کنیت ابو ذئب تھی قرمطی کے سر اور دونوں ہتھیلیوں کو کاٹ کر محمد بن اسحٰق بن کنداجیق کے پاس لایا جس نے ابو ذئب کو ان تحائف کے ساتھ دربار شاہی میں بھیجدیا اور ۵ شوال سنہ جاری میں دربار خلافت میں سر پیش ہوا۔

ذکرویہ بن مہرویہ کی بغاوت بنو کلب اور دوسرے قبائل میں ۲۹۳ھ میں شروع ہوئی تھی۔ ایک مشہور مقام صورعکا کا یہ رہنے والا تھا جو قادسیہ سے براہ خشکی عرضاً چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ شخص جس قرمطی کا ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس کا باپ تھا اس کی تحریک شام میں ظاہر ہوئی تھی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مضافات

کوفہ میں تحریک قرامطہ کا بانی اور عبدان کی بغاوت سے پہلے تھا۔ بہر حال وہ اس سال ۱۰ ذی الحجہ کو مصلی کوفہ میں آیا۔ اس وقت کوفہ میں اسحٰق بن ابراہیم اور اسحٰق بن عمران حاکم تھے۔ رعایا اور شاہی ملازمین نے اس کا مقابلہ کیا۔ مگر اس نے انہیں شکست دے کر بہتوں کو قتل کر ڈالا۔ اسحٰق بن عمران نے دربار خلافت سے کمک مانگی خلیفہ نے رائق معتضدی نیز بشر فلیشی اور جعفی جیسے اپنے دو خادموں کی سرکردگی میں کوفہ فوج روانہ کی۔ صوار کے قریب پہنچ کر غنیم سے مقابلہ ہوا۔ مگر نتیجہ برعکس نکلا۔ دشمن نے فوج کے بڑے حصے کو تباہ کر دیا یہ واقعہ آخری ذی الحجہ میں رونما ہوا۔

اس کے بعد قرمطی مکہ سے واپس آنے والے حاجیوں کے قافلوں کی کمین گاہ میں جا بیٹھا۔ سب سے پہلے خراسانی قافلہ کو واقصہ کی منزل پر جا گھیرا۔ یہ قافلہ بہت بڑا تھا۔ اس کو لوٹ کر قافلہ کی دوسری منزل کی طرف بڑھا۔ اس کا نام عقبہ تھا۔ اس نے یہاں شاہی قافلہ پر چھاپہ مارا۔ مبارک قمی اور ابو العشائر احمد بن نصر عقیلی قافلہ سالار تھے۔ آخر الذکر شامی سرحد کا حاکم تھا۔ قرمطی نے ان دونوں سردار۔ تمام امراء اور عوام کو قتل کر کے یہاں سے تیسرے شاہی قافلہ کی طرف جو ہبیر کے مشہور مقام طلیح میں پڑا ہوا تھا گیا اور اس کو بھی تاخت و تاراج کیا۔ یہ علاقہ ریگستان میں ثعلبیہ اور شقوق کے درمیان واقعہ ہے قافلہ میں نفیس موسوی احمد بن سیار نیز امراء وسالار قافلہ اور ہر ملک اور ہر طبقے کے لوگ تھے۔ قافلہ کے پچاس ہزار سے زیادہ آدمیوں کو اس نے قتل کیا اور اس سے پہلے دوسرے قافلوں میں

جس قدر خونریزیاں کی تھیں ان کے مقتولین کی تعداد اس کے علاوہ ہے
یہ خبر سنکر قادسیہ سے وصیف بن صوار تگین خزری اور قاسم بن سیما اس کی سرکوبی کے لیے بنی شیبان کی بڑی دل فوج لے کر روانہ ہوئے اس مہم میں امراء بھی شریک ہو گئے تھے۔ کوفہ اور بصرہ کے درمیان ردم ایک مشہور جگہ پر جہاں قافلے پانی لینے کے لیے ٹھیرا کرتے تھے روز یکشنبہ ۲۴ ربیع الاول ۲۹۴ھ میں طرفین کا مقابلہ ہوا۔ اور گھمسان کی لڑائی ہوئی انجام کار کردیہ کی جماعت نے ہزیمت اٹھائی اور تمام باغی نبرد۔ گرفتار ہوئے قرمطی بھی اسیر ہوا مگر اسے کئی زخم کاری لگے تھے وہ جانبر نہ ہو سکا دوسرے روز اس نے دم توڑ دیا۔ اس کی نعش اونٹ پر باندھ کر مدینۃ الاسلام بھیج دی گئی اور تمام قیدی اور مقتولین کے سر بھی روز دوشنبہ ۹ ربیع الاول سنہ مذکور میں وہاں روانہ کیے گئے[1]

اس کے بعد عراق میں یہ تحریک کمزور ہو گئی۔ مگر جنابی بحرین میں موجود تھا وہ مکتفی کے عہد میں خاموش رہا۔

اسمٰعیل بن احمد سامانی — ۲۹۵ھ میں اسمٰعیل فوت ہوا۔ اس کا جانشین احمد ہوا۔ مکتفی نے اس کیلئے سند ولایت بھیجی۔

دولت طولونیہ — شیبان بن احمد بن طولون کے مرتے ہی دولت طولونیہ ختم ہو گئی شام و مصر مکتفی کے قبضہ میں آ گئے۔

دولت اغالبیہ — افریقیہ میں ابو عبداللہ حسن سیفی داعی فاطمین کا اقتدار بڑھ رہا

[1] التنبیہ والاشراف ص ۲۶۸

تھا۔ اس نے اس دولت پر اپنا تسلط جما یا جس کی وجہ سے یہ دولت ختم ہو گئی۔ ابو عبداللہ حسن شیعی کے حالات جلد ہفتم میں تفصیل سے ہیں۔

روم مکتفی کے آغاز عہد میں رومیوں سے تعلقات اچھے تھے اور دونوں طرف سے ہدیہ اور تحفہ آتے جاتے تھے۔ لیکن ۲۹۱ھ میں رومیوں نے پھر سرحد دولت بنی عباس کو لوٹا۔ اس وجہ سے عسکر اسلامی نے ان کا مقابلہ کیا جس میں پانچ ہزار رومی قتل اور اسی قدر گرفتار ہوئے اور مال غنیمت بھی بہت کچھ ہاتھ آیا۔[۱]

رومیوں کے ہاتھوں جو مسلمان پکڑے گئے تھے۔ ان کا زرفدیہ اور تبادلہ سے تین ہزار مسلمان ۲۹۳ھ میں مکتفی نے آزاد کرائے۔

وفات مکتفی روز یکشنبہ ۱۲ ذی قعدہ ۲۹۵ھ بغداد میں انتقال کیا ۳۱½ سال کی عمر میں ۶ سال اور ۱۹ روز اس نے حکومت کی۔

حلیہ نحیف الجسم، گندمی رنگ، چھوٹی آنکھیں ڈاڑھی اور سر کے بال دراز اور خوبصورت تھے۔ چہرہ حسین اور بانداز مناسب تھا۔[۲]

اوصاف مکتفی کی خوش خلقی مشہور تھی۔ عدل و انصاف میں کسی خلیفہ سے پیچھے نہ تھا۔ اس کے والد نے دوسروں کے مکانات بحق حکومت ضبط کر کے نعمت خانہ بنوائے تھے ان کو گروا دیا اور ورثا کو قیمتیں دیں، اور مساجد بنوا دیں اور قصر میں جو مکانات آ گئے تھے۔ ان کے مالکوں کو وہ مکانات دے دیئے۔ اس عمل سے اہل بغداد مکتفی کے گرویدہ ہو گئے اور دعائیں دیتے[۳]

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۲۶۴ [۲] التنبیہ والاشراف [۳] تاریخ الخلفاء ص ۲۶۲

ابی دنیا نے دو شعر لکھ کر مکتفی کو بھیجے، دس ہزار درہم صلہ میں عطا کیے۔

خشیت الٰہی مکتفی نے اپنی بیماری میں کہا کہ مجھے ان سات سو دیناروں کا بڑا خطرہ لگا ہوا ہے جو اپنے خرچ میں لے آیا ہوں حالانکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے اور مجھے ان کی چنداں احتیاج بھی نہ تھی۔ اگر فردائے قیامت میں مجھ سے ان کی پرسش ہوئی تو میرے ساتھ بُرے گذرے گی۔ میں اپنی غلطی پر خدا سے مغفرت مانگتا ہوں [1]

ہمعصر علما عبداللہ بن احمد بن حنبل۔ ثعلب امام العربیہ، قنبل المقری ابوعبداللہ بوسنجی فقیہ، بزار صاحب مسند، ابو مسلم کنجی۔ قاضی ابو حازم۔ صالح جزرہ۔ محمد بن نصر المروزی۔ ابوالحسین نوری شیخ صوفیہ۔ ابو جعفر ترمذی شیخ شافعیہ عراق۔

فلسفی اسحاق بن حنین مشاہیر حکما میں سے تھا، خلیفہ مکتفی نے اس کو وزارت پر ممتاز بھی کیا۔ اس کو نجوم میں کمال حاصل تھا۔ ایک دن مکتفی نے کہا۔ ایسا طالع اختیار کر کہ میرا بیٹا ولی عہد ہو۔ اس نے کہا علم کی رو سے ظاہر ہے کہ تیرا بھائی ولی عہد ہو گا۔ سنہ ۲۹۵ھ میں انتقال ہوا۔

فقیہ محمد بن مقاتل رازی، اصحاب امام محمد میں سے تھے۔ فقیہ و محدث تھے۔ علی الرازی عالم عارف، زاہد۔ تلمذ حسن بن زیاد سے تھے کتاب الصلوٰۃ مشہور تصنیف ہے۔

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۶۳

خلیفہ مقتدر باللہ

نام و لقب ابوالفضل کنیت جعفر بن احمد معتضد نام اور مقتدر لقب تھا بعض کا خیال ہے کہ اصلی نام اسحاق ہے وہ متوکل کے ہمشکل تھا۔ اس لیے اس کا نام بھی جعفر ہوگیا۔ اس کی ماں ام ولد تھی روم کی باشندہ اور شغب نام تھا۔

خلافت ۲۸۲ھ میں پیدا ہوا۔ تعلیم و تربیت شاہانہ طور و طریق سے ہوئی روز یکشنبہ ۱۳ ذی القعدہ ۲۹۵ھ میں بیعت لی گئی۔

قضیہ ابوالفضل کی خلافت کو چار مہینے گذرے تھے کہ ارکان سلطنت اور سپہ سالاروں کی ایک جماعت نے جس میں حسین بن حمدان بن حمدون تغلبی وصیف بن صوارتگین، خزری، محمد بن داؤد بن جراح اور علی بن عیسیٰ امرائے لشکر اور ممتاز اہل دفتر تھے۔ مقتدر کو معزول کرکے عبداللہ بن المعتز کی بیعت لی۔ اس سلسلہ میں حسین ابن حمدان، عباس بن حسن کے ہاتھ سے مارا گیا اور فاتک معتضدی بھی جو ابن حمدان کی مدد کو آیا تھا مقتول ہوا۔

ابن المعتز عام لوگ مقتدر کو معزول سمجھ کر ۲۰ ربیع الاول روز شنبہ ۲۹۶ھ کو ابن المعتز کی بیعت کرنے لگے۔ ایک رات دن اسی طرح حالت گذری۔ تاہم مقتدر دارالخلافہ سے نہ جدا کیا گیا اور نہ تخت

خلافت سے اُتارا گیا۔ چند خاص شاہی غلاموں نے ابن المعتز کی جماعت سے مقابلہ کیا اور لڑ کر انھیں اُلٹے پاؤں پراگندہ بھاگنے پر مجبور کیا اس ہنگامہ میں بہت سے لوگ کام آئے۔ ابن المعتز گرفتار ہو کر قتل ہوا جس سے مقتدر کے لیے مطلع صاف ہو گیا۔

وزارت مقتدر نے عباس بن حسین کو جس طرح مکتفی کے عہد میں وزارت کے عہدہ پر تھا قائم رکھا۔ مگر جب عباس مارا گیا تو حسب ذیل لوگوں کی طرف بہ ترتیب ذیل وزارت منتقل ہوئی۔

علی بن محمد بن موسیٰ بن فرات[1]، محمد بن عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان

---

[1] علی بن محمد بن فرات کا خاندان علاقہ دجیل کا تھا۔ ذی علم اور عدل و انصاف کا خوگر تھا۔ برمکی کی طرح فیاض اور فاضل، تدبیر سیاست میں ممتاز، تین مرتبہ وزیر بنا قرامطہ کی حمایت میں قتل ہوا[1]۔

علی بن عیسیٰ ایمان دار، عدل و انصاف سے کام لیا کرتا۔ شراب فروشی اور شراب نوشی کے خلاف احکام جاری کیے۔ پانچ لاکھ دینار خراج ایک سال کا رعایا کو معاف کر دیا[2]۔ سخی۔ فیاض۔ اہل علم کا قدردان، خود فاضل جلیل تھا۔

عباسی تاریخ میں اس سے زیادہ متقی اور دیندار وزیر نہ گذرا تھا۔ حافظ قرآن، حدیث میں بھی درک، حساب کا ماہر، صدقات و خیرات میں ہزاروں روپے صرف کرتا تھا۔ اس نے کار خیر کے لیے اوقاف کے دیوان البر کے نام سے ایک شعبہ قائم کیا۔ رعایا

---

[1] ابن اثیر جلد ۸ ص ۸۴ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۶۴

الملقب بہ دق صدرہ، علی بن عیسیٰ بن داؤد بن جراح۔ علی بن محمد بن فرات (دوبارہ وزیر بنایا گیا) حامد بن عباس۔ علی بن محمد بن فرات (سہ بارہ وزیر بنایا گیا) عبداللہ بن محمد بن عبیداللہ خاقانی۔

عبداللہ کو وزارت اُس وقت ملی تھی جب اُس کا باپ محمد بن عبیداللہ زندہ تھا۔ مگر بیٹے کو عہدۂ وزارت پر فائز ہوئے بارہ روز گذرے کہ باپ کا انتقال ہوا۔ اس کی وفات روز دوشنبہ وقت عصر ۲۲ ربیع الاول کو اور بقول بعض ۳۱۲ھ کے اوائل میں ہوئی۔ اس وقت تک عبداللہ آخری شخص تھا کہ باپ کی زندگی میں وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا گیا۔

(صفحہ ۱۴۶ کا بقیہ نوٹ) کی دادرسی کے لیے روزانہ صبح سے عصر تک امور وزارت انجام دیتا امور مملکت میں بڑا تجربہ کار تھا۔ انتظامی حیثیت سے اس کا دور وزارت کامیاب رہا ۳۰۴ھ میں مقتدر نے معزول کر دیا۔ اس کے بعد حامد بن عباس وزیر ہوا وہ سنگدل اور نااہل تھا اس کو ہٹا کر محمد بن عبداللہ کا دوبارہ تقرر ہوا۔ پھر یہ بھی معزول ہوا تو ابو العباس احمد بن عبیداللہ بن احمد بن خصیب کا تقرر عمل میں آیا۔ ۳۱۴ھ میں یہ بھی نکالا گیا۔ ابن مسکویہ لکھتا ہے یہ شرابی تھا۔ حکومت کا نظام بگڑ گیا۔ ابن خصیب کے بعد ابو علی محمد بن علی بن مقلہ وزیر ہوا اس کے حالات آگے آتے ہیں ۳۱۶ھ میں معزول کر کے فارس جلاوطن کر دیا گیا۔ اس کے بعد ابوالقاسم سلیمان بن حسن بن مخلد وزیر بنا مگر اس سے بھی وزارت نہ سنبھلی عبیداللہ بن محمد کلواذ کو یہ منصب ملا مگر یہ بھی مالیات کو سنبھال نہ سکا جیسا کہ آگے ذکر کیا جائے گا پھر حسین بن قاسم وزیر ہوا اس کے بعد ابو الفضل جعفر بن فرات کو قلمدان وزارت سپرد ہوا۔ اس کے وقت میں مقتدر قتل ہوا۔

احمد بن عبید اللہ خصیبی۔ علی بن عیسیٰ (دوبارہ وزیر بنایا گیا) ابو علی بن محمد بن علی بن مقلہ، سلیمان بن حسن بن مخلد بن جراح (علی بن عیسیٰ کا ابن عم تھا) عبید اللہ بن محمد کلواذانی، حسین بن قاسم بن عبید اللہ بن سلیمان بن وہب۔ فضل بن جعفر بن موسیٰ بن فرات،

مقتدر کی انگشتری میں المقتدر باللہ کندہ تھا۔

قضاۃ منصب قضا پر جن لوگوں کا تقرر عمل میں آیا ان کے نام یہ ہیں۔ محمد بن یوسف بن یعقوب۔ مشرقی سمت اور کرخ کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔ ترقی کر کے قضاء القضاۃ کا درجہ حاصل کیا۔ جب اُن کی وفات ہوئی ان کے صاحبزادہ عمر بن محمد بن یوسف کو یہ عہدہ عطا کیا گیا اور تقرر بھی سمت شرقی اور کرخ کے لیے عمل میں آیا۔ مدینۃ المنصور اور ماتحت علاقہ جات کے لیے یہ لوگ بہ ترتیب ذیل مقرر کیے گئے۔

عبداللہ بن علی بن ابی الشوارب ان کے صاحبزادہ محمد بن عبداللہ عمر بن حسن (اشنانی کے نام سے مشہور تھے) بعد کو اُن کا عہدہ توڑ دیا گیا) حسن ابن عبداللہ بن ابی الشوارب۔ عمر بن محمد بن یوسف۔

حجابت حجابت کے عہدہ پر بہ ترتیب سوسن مولیٰ، نصر قشوری، یاقوت اور رائق کے دو بیٹے ابراہیم اور محمد مقرر کیے گئے

فتنہ قرامطہ مسعودی کا بیان ہے۔ اہم حوادث اور غیر معمولی واقعات جو مقتدر کے عہد (۳۱۲ھ) میں رونما ہوئے۔ اُن کی کوئی مثال پیشتر اسلام میں نہیں ملتی۔ ابو طاہر سلیمان بن حسن بن بہرام جنابی حاکم بحرین

۲۲ ربیع الاول ۳۱۱ھ کو چار سو سوار جن کی سواری میں چار سو گھوڑیاں تھیں اور پانچ سو آدمیوں کی پیدل پلٹن کے ساتھ احساء (بحرین میں واقع ہے) سے چھ راتوں میں بصرہ پہنچا اور شب کے وقت شہر میں گھس کر سبک مفلحی اور اس کے رفقاء اور رعایا میں جس کا اس سے سامنا ہوا قتل کرتا گیا۔ لوگ خوف سے بھاگ کر ابلہ، مفتح، شطوط، انہار، جزائر اور دوسرے مقامات میں چلے گئے۔ شہر میں سترہ روز ٹھیر کر جو کچھ مال سمیٹ سکے اور اس کو لے کر اپنے گھروں کو واپس آ گئے۔ پھر حجاج کے قافلوں کو جو مکہ معظمہ سے واپس آ رہے تھے۔ ثعلبیہ کے قریب ہبیر کے نواح میں جا کر روکا۔ اس وقت یہ جماعت پانچسو سوار اور چھ سو پیدل آدمیوں پر مشتمل تھی۔ اس کے قافلہ کے سردار خواص اور عوام کے خون سے زمین کو رنگین کر کے ابو الہیجا عبد اللہ بن حمدان بن حمدون امیر قافلہ احمد بن محمد بن کشمرد نیز ممتاز حضرات اور ہر طبقہ کے بہت سے مرد اور عورتوں کو گرفتار کر لیا۔ شمسیہ اور تمام مال و اسباب جس کا شمار و اندازہ کسی طرح نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لوٹ لیا۔ یہ واقعہ یکشنبہ ۱۹ محرم ۳۱۲ھ کا ہے۔

۳۱۳ھ میں ابو طاہر نے حجاج کے قافلوں کی جو حج کے لیئے گھروں سے نکلے تھے ناکہ بندی کی۔ اس وقت بھی اس کی جماعت کی تعداد پانچسو سوار اور چھ سو پیدل آدمیوں پر مشتمل تھی۔ قافلہ کے بعض آدمیوں پر اس کا داؤ چل گیا۔ مگر باقی لوگ کوفہ اور مدینۃ السلام سے واپس چلے گئے ابو طاہر نے بھی کوفہ کا رخ کیا۔ اس کے مقابلہ کے لیے دربار خلافت سے

جعفر بن ورقا شیبانی جنی صفوانی خادم مولی ابن صفوان عقیلی شامی سرحد اور انطاکیہ کا حاکم ثمل خادم دلفی طریف سبکری خادم اسحاق بن شیرد بن سبکری معہ فوج کے بھیجے گئے۔ مقابلہ پر اس نے لوگوں کو شکست دی بیشمار آدمیوں کو قتل کیا اور جنی صفوانی کو لوگوں کے ساتھ گرفتار کر لیا۔

کوفہ سے مال و اسباب اور اپنے اہل خاندان کو لے کر احساء واپس چلا گیا اور کوفہ کو اسمعیل بن یوسف بن محمد بن یوسف المعروف بہ اخیضر صاحب یمامہ بن ابراہیم بن موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کے سپرد کر گیا۔

ابو طاہر کے مقابلہ کے لیے ابو القاسم یوسف بن ابی ساج اپنی افواج لے کر واسطہ سے روانہ ہوا۔ یہ آذربائیجان ارمینیہ اتران نبلقان وغیرہ ممالک کا حاکم تھا۔ بارگاہ خلافت سے یہ واسطہ بھیجا گیا تھا۔ تاکہ فوجی تیاریاں کر کے بحرین کی طرف فوج روانہ کرے۔ ابھی یہ واسطہ میں تیاریاں کر رہا تھا دفعتہ کوفہ پر حاکم بحرین کی چڑھائی کی خبر ملی وہ فی الفور اس کے مقابلہ کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ اور ابو طاہر آگے بڑھ کر ایک مقام پر جو خورنق کے نام سے مشہور تھا۔ اترا اور اس مقام پر اپنا قبضہ کیا۔ ابن ابی ساج بھی دوسرے روز ابو طاہر کے پاس ہی پاس ایک مقام پر آ اترا جو بین النہرین کے نام سے مشہور تھا اور قریہ حرورا کے متصل واقع تھا۔ اسی حروراء کی طرف خوارج کے فرقہ حروریہ کی نسبت کی جاتی ہے۔ الغرض ابو طاہر اس قریہ اور کوفہ کے درمیان حائل ہو گیا تھا۔

۹ شوال روز شنبہ ۳۱۵ھ کو دو جماعتوں میں معرکۂ کارزار گرم ہوا ابن ابی ساج گرفتار ہو گیا۔ اس کی فوج کے پرخچے اڑا دیئے گئے اور تیس ہزار سے زیادہ سوار اور پیدل آدمی کام آئے۔ اس کے علاوہ اس کی فوج کا معتدبہ حصہ راستے ہی سے جدا ہو گیا تھا۔ اور ایک حصہ ابھی پیچھے باقی رہ گیا تھا۔ حاکم بحرین کے تقریباً دو ہزار آدمی مارے گئے جن میں زیادہ تر پیدل تھے

ابوطاہر کوفہ سے انبار آیا اور اس کو اپنے قبضہ تصرف میں لایا ساتھ کے کچھ لوگ دریائے فرات کو پھاند کر مشرقی سمت میں جا پہنچے اور انبار کے سپہ سالار اور اکابر لوگ مثلاً حارثی برغوث، ابن ہلال، محمد بن یوسف خرزی کو قتل کر دیا۔

ابوطاہر نے دریائے فرات پر ایک پل بنایا اور اپنی جمعیت نیز اہل خاندان کو یہیں چھوڑ کر خود سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ انبار سے گذرتا ہوا شاہی دربار تک جانا چاہا اور زبارا تک جو ایک چھوٹی نہر ہے بڑھتا چلا گیا تھا۔ یہ نہر عقر قوق مشہور پہاڑی سے ایک فرسخ کی بلندی پر ہے مدینۃ السلام سے اس کی مسافت ایک دن سے بھی کم ہے۔

مونس خادم نصر حاجب المعروف کشوری اور ابوالہیجا عبداللہ بن حمدان جو ابن ابی ساج کے مقابلہ سے پہلے چھوٹ چکا تھا اور اس کے ساتھ کے قیدی بھی رہا ہو چکے تھے دربار خلافت کا تمام شاہی لشکر اسی نہر پر پڑا ہوا تھا۔ جب انہیں ابوطاہر کے نزدیک آنے کی خبر ہوئی تو نہر کا پل کاٹ

دیا۔ یہ نہر دونوں فریقوں کے درمیان حد فاصل بن گئی۔ ابو طاہر کی پیدل فوج کے چھ آدمی پانی میں اُتر آئے تھے۔ مگر ان پر دوسری سمت سے پتھروں کی بوچھاڑ پڑنے لگی۔ چارونا چار اس نے انبار واپس جانے کی ٹھہرائی۔

مونس نے اپنے غلام بلیق کو تقریباً تین ہزار، در بقول بعض سات ہزار فوج کے ساتھ قصر ابن ہبیرہ کے راستہ پر متعین کیا جو کوفہ جاتے ہوئے راستہ میں ملتا ہے۔ یہ لوگ فرات کے جسر سورا کو عبور کر کے براہ خشکی روانہ ہوئے اور راستہ کتراکے ابو طاہر کی جمعیت تک پہونچنے کی کوشش کی بعض ممتاز آدمیوں نے پانی میں اتر کر ابو طاہر کے بنائے ہوئے پل کو جلا ڈالا۔ جس کے جل جانے سے وہ نہر کی شرقی سمت میں رہ گیا اور اس کی جماعت نہر کی غربی جانب میں تھی۔ جب اس نے بلیق کی آمد کی خبر سنی تو ایک چھوٹی سی کشتی میں دریائے فرات کو طے کیا۔ جس میں اس کے تین بھائی بھی تھے۔ بقیہ لوگ تیر کر دریائے فرات کے پار ہوئے اور بھاگ کر اپنی جماعت میں جاملے۔ ابو طاہر کے دو بھائی ابوالعباس فضل اور ابو یعقوب یوسف اپنی جماعت ہی میں تھے جب انہیں بلیق کے نزدیک آنے کی خبر ملی۔ اسی وقت انھوں نے ابن ابی ساج کو قتل کر دیا۔

بلیق آپہنچا اور اُن لوگوں سے سرگرم پیکار رہا۔ مگر اس کے بہت سے آدمی مارے گئے اور خود اس کی جان بچ گئی۔

ابو طاہر تمام سامان اور اسباب لے کر شہر ہیت آیا اور اس کا محاصرہ کیا۔

اس نے انبار کی جانب ہیت سے کچھ فاصلہ پر مقام فم بقہ میں تمام رفقاء کے
کئی حصے کر دیئے تھے یہ سب کے سب مسافت طے کر کے یہاں آ کر اس سے
مل گئے۔ روز یکشنبہ ۸ ذی الحجہ سنہ مذکور میں ہیت کے لوگوں نے اس کا
مقابلہ کیا۔ شام کو ہارون بن غریب الخال ابو العلاء سعید بن حمدان، یونس غلام
اصمعی اور دوسرے اکابر بھی وہاں پہنچ گئے تھے جن کے آنے سے جنگ
کے شعلہ اور بھڑک اٹھے۔ شہر پناہ کی دیواروں سے جنگ ہونے لگی
دفعتہً غنیم کے کئی قلعہ شکن آلات میں آگ لگ گئی۔ جس کی وجہ سے
وہ لشکر گاہ کو واپس گیا اور دوسرے روز دوشنبہ کی صبح کو وہ رحبہ مالک
بن طوق کے ایک گوشہ کی طرف روانہ ہوا۔ کوچ سے پہلے علی الصباح
اس کی لشکر گاہ سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ مگر وہ دراصل اسباب
وسامان کو آگ کی نذر کر رہا تھا۔ کیونکہ اس کے پاس باربرداری کے
وسائل کی کمی تھی اور سامان اور کنبہ کے لوگ بہت تھے۔

جب وہ رحبہ پہنچا، اس وقت یہاں کا حاکم ابو جعفر محمد بن عمرون
تغلبی تھا۔ اس نے شہر کو بزور شمشیر فتح کیا اور وہیں مقیم ہو گیا۔ یہ جگہ شام
کی طرف ہے اور پھر قرقیسیا کو جو جزیرہ کی سمت میں واقع ہے فتح کیا
یہاں سے اس نے جماعت کی ٹولیاں بنا کر اطراف واکناف میں روانہ
کیں اور فوج کا ایک ایک دستہ حسین بن علی بن سنبر ثقفی اور معاذ اعرابی
کلابی کی سرکردگی میں کفرتوثا راس العین اور نصیبین کی طرف روانہ کیا
جس نے قبائل تغلب او بکر کے بدوؤں اور شہریوں سے مقابلہ کیا۔

اس سے پہلے سلیمان جلی کو لشکر کی رسد کے لیے کفر توثا بھیجا تھا یہ شخص اس جماعت میں نہایت متقشف اور اُن کے مذہب سے پورا واقف تھا۔ یہ ابوزکریا بحرانی کی جماعت میں شریک تھا۔ مگر بعد کو ابوسعید جنابی اور اس کی اولاد سے جا ملا۔

فوج کا ایک اور دستہ جس میں کم و بیش دو ہزار آدمی تھے رقہ بھیجا جو رحبہ سے تیس فرسخ کے فاصلہ پر تھا یہ دستہ بھی حسین بن علی بن سبزہ اور معاذ کلابی کی سرکردگی میں روانہ ہوا، روز یکشنبہ ۲۲ رجمادی الاولی ۳۱۶ھ کو دونوں رقہ پہنچے۔ اس وقت یہاں کا امیر نجم غلام جنی صفوانی تھا سہ شنبہ ۲۵ رجمادی الاولیٰ کو طرفین میں لڑائیاں ہوئیں۔ چہارشنبہ کو کچھ دن باقی تھا کہ اس کی فوج رحبہ سے واپس چلی گئی۔ جانبین کے کچھ آدمی مارے گئے۔ جن میں رقہ کے آدمی زیادہ تھے۔

یکم شعبان ۳۱۶ھ کو وہ رحبہ سے روانہ ہوا اور براہ خشکی اور براہ دریائے فرات اس نے مسافت طے کی رحبہ میں تقریباً سات ماہ تک اس نے اقامت کی۔ یہاں سے چل کر دوبارہ ہیت آیا اور اب کے اس نے خشکی اور دریائی راستوں سے اس پر حملے کیے۔ طرفین میں زور شور کی معرکہ آرائیاں ہوئیں جب اس نے اس شہر پر پہلی بار حملہ کیا تھا تو اس کے پاس کشتیاں نہیں تھیں الغرض وہ یہاں سے بھی روانہ ہوا اور کوفہ اور قادسیہ کے نواح میں آیا یہاں رسد فراہم کر کے بصرہ کے بیرونی حصول کو طے کرتا ہوا بحرین واپس چلا گیا ۳۱۷ھ میں چھ سو سوار اور نو سو پیدل فوج لے کر مکہ معظمہ کی طرف بڑھا اور

، ذی الحجہ دوشنبہ کے دن یہاں پہنچا۔ یہاں کا حاکم محمد بن اسمٰعیل معروف ابن مخلب تھا۔ عمائد شہر عوام، حجاج اور ان کے باشندے اس کے مقابلے میں صف آرا ہوئے۔ مگر جب لطیف غلام ابن حاج مقتول ہوا تو اس کے لیے میدان خالی کر دیا گیا۔ لطیف مکہ کے با اثر لوگوں میں تھا اور اس پر کافی اعتماد کیا جاتا تھا۔ لوگوں نے تلواریں لے کر خانہ کعبہ میں پناہ لی۔ تاہم وہ خونریزی اور قتل عام سے باز نہیں آیا۔

جو لوگ اس گروہ کے ہاتھوں بلد الحرام اور تمام شہروں میں مارے گئے تھے ان کی تعداد تیس ہزار تھی۔ بہت سے لوگ وادیوں میں کچھ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور کچھ جنگلوں میں پیاس اور سخت تکالیف اٹھا کر ہلاک ہو گئے تھے جن کا کوئی شمار نہیں ہو سکا۔

خانہ کعبہ کی بے حرمتی اس نے بیت الحرام کے دروازے جن پر سونے کے پتر چڑھے ہوئے تھے توڑ ڈالے۔ خانہ کعبہ میں چاندی کی جتنی محرابیں، جتنے قیمتی پتھر، جتنے جھاڑ اور سونے چاندی کے جتنے منطقے اور تازیرات تھے۔ جن سے بیت الحرام ہر وقت آراستہ رہتا تھا۔ ان تمام چیزوں پر قبضہ کر لیا۔ حجر اسود کو اکھاڑ کر اس کی جگہ اتنا گہرا کر دیا کہ تقریباً کہنی تک ہاتھ چلا جاتا تھا اور پھر کعبہ کا غلاف اتارا اور ان تمام سامانوں کو پچاس اونٹوں پر بار کیا۔ اس دار و گیر اور قتل عام کے وقت جن لوگوں نے بیت الحرام میں پناہ لی تھی ان کی وجہ سے بعض چیزیں لوٹ سے بچ گئیں یہ واقعہ روز دوشنبہ ۱۴ ذی الحجہ ۳۱۷ھ کا ہے اس کی فوج

مکۂ معظمہ میں آٹھ روز تک مقیم رہی روزانہ صبح کو شہر میں داخل ہوتی تھی اور شام کو واپس باہر آتی تھی۔ بالآخر قتل و غارت کرتی ہوئی ہفتہ کے روز مکہ سے روانہ ہوئی۔ مگر راستہ میں قبیلہ ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ان کے مزاحم ہوا۔ قبیلہ کے لوگ تنگنایوں، گھاٹیوں اور پہاڑیوں میں پھیلے پڑے تھے۔ پتھروں اور خنجروں سے وہ حملہ آور ہوئے اور اُس کو آگے بڑھنے سے روک دیا یا فوج رستہ بھول گئی۔ تین دن تک پہاڑوں اور وادیوں میں بھٹکتی پھری اس بادیہ نوردی میں بہت سے مرد و زن نے جو گرفتار تھے اس کی قید سے نجات پائی۔

اس وقت اس جماعت کے انواع و اقسام کے مال و اسباب سے تقریباً ایک لاکھ اُونٹ لدے ہوئے تھے قبیلہ ہذیل نے بہت اسباب و سامان اور ہزاروں اونٹ اس سے چھین لیے۔ غنیم نے ہذیل کے ایک سیاہ فام غلام کو جس کا نام زیاد تھا۔ اماں دی تھی جس کی مکافات میں اس نے ان لوگوں کو راستہ بتایا تو وہ تنگنایوں سے نکل کر اپنے ملک واپس آ گئے[1] بقیہ قرامطہ کا حال راضی کے تذکرے میں ہے۔

منصور حلاج مضافات ملک فارس میں شہر بیضا کا باشندہ حسین بن منصور معروف بہ حلاج کے قتل کا واقعہ ۲۴ ذیقعدہ ۳۰۹ھ کو ظہور پذیر ہوا۔ وہ ایک اونٹ پر سوار ہو کر بغداد آیا اور انا الحق کی آواز لگائی۔ اس کا قول تھا کہ انسان میں خدا حلول کر سکتا ہے قرآن و حدیث سے

[1] تنبیہ و اشراف ص ۲۷۱ تا ۲۸۲

یا تھا۔ حکومت نے اس کو گرفتار کر لیا اور قاضی ابوعمرو دیگر علمائے نے اس کے
قہ کی تائید کی اور اس کے قتل کا حکم دیدیا۔ ۲۴ ر ذیقعدہ ۳۰۹ھ کو اس
سو کوڑے لگائے گئے۔ دونوں ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ سرتن سے جدا
لیا اور لاش جلا دی گئی۔ یہ تمام واقعات پولیس کی جماعت کے روبرو قید
نہ کی فیصل پر انجام پائے (یہاں قید خانے کو عرف میں مزف کہتے ہیں)
ں کی نسبت جو مذہبی باتیں ہر جگہ بیان کی جارہی تھیں۔ اُن کی وجہ سے
نہایت خطرناک تھا۔ اس کے متبعین اور پیروؤں کی تعداد بہت تھی
ح تصوف اور الوہیت کی باتیں کرتا تھا۔ حلاج کے مسالک و مذہب کے
علق جو روایتیں صحت کی حد تک پہنچی ہیں یا خود اس نے اپنی کتابوں میں
ھا ہے۔ ان باتوں کو مسعودی نے ارباب النحل و رؤسا الملل کے تذکرے
ذیل میں بیان کیا ہے[۱]

شحنہ — مقتدر نے بغداد کے شحنہ عمرویہ کو نکال دیا جو ابن معتز کا حامی تھا
اس کی جگہ مونس خازن شحنہ مقرر ہوا۔

حامیان معتز کا قتل — ابن معتز، امیر محمد بن داؤد، قاضی احمد بن یعقوب
بدر العجمی امیر وصیف بن صوارتگین کاتب وغیرہ
گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا۔ بعضوں کو قتل کر دیا[۲] حسین بن حمدان والی
موصل جس نے مقتدر کے خلاف ابن معتز کی حمایت کی تھی وہ بچ نکلا۔ اس کے
بھائی ابوالہیجا کو اس کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ ہر دو میں جنگ ہوئی۔ آخر ش

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۲۰۱ [۲] تجارب الامم ابن مسکویہ ج ۱ ص ۲

حسین نے ابن فرات کے ذریعہ خطا معاف کرا کر مقتدر کے حضور حاضر ہو گیا
مقتدر نے اس کی عزت افزائی کی اور قم۔ قاشان کا والی بنا دیا[۱] کچھ دن
بعد ربیعہ کا علاقہ بھی اس کو دے دیا۔ ۳۰۳ھ تک ان مقامات کا حکمران
وزیر علی بن عیسیٰ اور حسین بن حمدان میں کسی بات پر اختلاف ہو گیا
وزیر نے حسین کو حکم دیا کہ موصل کے علاقے عباسی عمال کے سپرد کر دے اس
انکار کیا۔ مقتدر نے فوجیں مونس کی سرکردگی میں بھیجیں حسین اور ابوالہیجا
گرفتار ہوئے۔ قید کئے گئے۔ ۳۰۵ھ میں ابوالہیجا آزاد ہوا اور حسین قتل
دیا گیا[۱]

وقائع ۳۰۵ھ شاہ روم کی طرف سے دو قاصد بغداد آئے اور یہ درخواست
پیش کی کہ فریقین آپس میں صلح کر کے قیدیوں کو فدیہ پر رہا کر
دیں مقتدر نے درخواست منظور کر لی اور اس کام کے انجام دینے کے لئے
مونس کو بھیجا۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔

دولت ادریسیہ و آغالبیہ دولت ادریسیہ و اغالبیہ کا خاتمہ عبید اللہ مہدی فاطمی
کے ہاتھوں ہوا۔ فاطمی حکومت قائم ہوئی، اس کا
مستقر شہر مہدیہ (متصل قیروان) تھا۔

بغاوت مرداویج دیلمی سردار مرداویج بن زیاد نے ۳۱۵ھ میں علم بغاوت
بلند کیا۔ سب سے پہلے حاکم جرجان، اسفارین، شیرویہ پر
حملہ آور ہوا۔ اس کو قتل کر کے قزوین، رے، ہمدان، کنکو، قم، کاشان

[۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۳۰ [۲] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۶۸

ہمدان، طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ ایک سونے کا تخت بنایا گیا جس پر بیٹھ کر
دربار کیا کرتا تھا۔ مقتدر کو خبر لگی۔ اس نے فوج بھیجی وہ ناکام رہی مگر
داویج نے بطور حفظ ماتقدم مقتدر کو چند لاکھ سالانہ خراج دینا منظور کر
غرض کہ خراسان اور ماوراء النہر میں آل سامان کا کچھ یوں ہی سا اقتدار
ان کے مقابل ایک جدید طاقت دیلمیوں کی اٹھ کھڑی ہوئی۔

آل حمدان موصل پر آل حمدان کا ایک عرصہ سے اقتدار بڑھ رہا تھا یہ لوگ
بہادر اور شجاع بھی تھے موقعہ سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے بھی
اپنی حکومت کی بنا ڈالی۔

رومی حملہ رومیوں نے بغداد کی کمزوری محسوس کر کے ۳۰۲ھ میں جزیرے کے
حدود پر حملہ کر دیا۔ فوج سرحد پر نہ تھی۔ قلعۂ منصورہ پر فاتحانہ
گئے اور صدہا مسلمان گرفتار کر کے لے گئے۔ جن کو مقتدر نے چھڑایا جس کا
ذکر پہلے آچکا ہے پھر ۳۱۳ھ میں قیصر روم نے ملیطہ پر حملہ کیا اور اس کو ویران
کر ڈالا۔ وہاں کے بہت سے مسلمان قتل ہوئے۔ مقتدر کو اہل ملیطہ نے اطلاع
دی، مگر ان کی فریاد نہیں سنی گئی۔ مقتدر عیش و عشرت میں مبتلا تھا۔ مجبور ہو کر
۳۱۵ھ میں خود طرسوس کے مسلمانوں نے رومی سرحد میں حملہ کر دیا۔ چار سو
مسلمان گرفتار ہو گئے اور بہت سے شہید کر دیئے گئے۔ اس سال دمستق رومی
نے ایک عظیم الشان فوج سے کنار سینیہ کے سب سے بڑے شہر دبیل پر چڑھائی
کی۔ اس کے ساتھ منجنیق وغیرہ قلعہ شکن آلات کے علاوہ آتش بازی کے بڑے
بڑے برج تھے مگر مسلمانوں نے ثابت قدمی سے مقابلہ کیا اور رومیوں پر

غالب آکر دس ہزار رومیوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ اس فتح سے سرحد کے رومیو
مسلمانوں کا رعب غالب ہو گیا۔

زیاری حکومت کا قیام

مقتدر کا عہد دولت عباسیہ کے لیے پُر آش
تھا۔ ایک تو اُن کے مقابل آل ہاشم
فاطمی نے حکومت مغرب میں قائم کی۔ جرجان میں محمد زید علوی کے قتل کے
اس خاندان کے ایک رکن حسن بن علی الملقب بہ اطروش کو طبرستان پھر
کی فکر ہوئی۔ اس وقت احمد بن اسمٰعیل سامانی کا قبضہ تھا۔ اطروش دیلم پہو
تیرا سال اسلام کی اشاعت کی، ہزاروں دیلمی اُن کے ہاتھ پر اسلام
ان کو ہمراہ لے کر محمد بن اسمٰعیل سے مقابلہ کرنا چاہا۔ مگر دیلمی رضامند نہ
ہوئے۔ طبرستان پر عبداللہ بن محمد کا تقرر رہا۔ اس کے مرنے پر محمد بن ابر
والی ہوا یہ دیالمہ سے اُلجھ پڑا۔ تو اطروش نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھا کر
میں طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ ابراہیم کو مار بھگایا۔ چار سال بعد کسی سامانی نے
کو قتل کر دیا۔ تو اس کا داماد حسن بن قاسم المعروف بہ داعی جانشین ہو
انھوں نے دیلمی افسروں کی مدد سے سامانی حکومت کے بہت سے علا
قبضہ میں کر لیے۔ کچھ دن بعد اس کا دیلمی افسر اسفار بن شیرویہ سعید بن
سامانی سے مل گیا اور حسن مقابلہ میں کام آئے۔ اس کے مقبوضات
اسفار قابض ہو گیا۔ حسن کے ایک افسر ہارون بن بہرام نے ابو جعفر بن حس
گدی نشین کیا۔ لیکن اسفار نے ہردو کو مروا ڈالا اور طبرستان
میں علوی حکومت ختم ہو گئی۔ اسفار نے سامانیہ کا خطبہ بند کر دیا لنصر بن

سامانی نے فوج کشی کر دی۔ اسفار گھبرا گیا۔ صلح کر لی۔ مرداویج کے آدمیوں نے اسفار کو بھی قتل کر دیا۔ اس کا علاقہ مرداویج کے قبضہ میں آ گیا۔ اب اس کی قوت بہت بڑھ گئی۔ اس نے چند دنوں میں ہمدان، دینور، قم، کاشان اور اصفہان پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔ دولتِ عباسیہ نے آخرش دو لاکھ سالانہ پر مفتوحہ علاقہ کا ٹھیکہ ۳۱۹ھ میں مرداویج کو دے دیا اور اس کا والی بنا دیا۔ غرض کہ جرجان میں باقاعدہ زیاری حکومت قائم ہو گئی۔[1]

امیر الامرا مونس مونس مقتدر کا غلام تھا۔ اس کو بڑھا کر امیر الامرا کر دیا وہ تمام امور مملکت پر حاوی ہو گیا۔ اب مقتدر کی آنکھ کھلی تو اس کو نظروں سے گرانا چاہا۔ چنانچہ مونس نے امیر ابوالہیجا بن حمدان والی جبل اور دوسرے امراء کو گانٹھ لیا۔ ۳۱۷ھ میں مونس نے مقتدر کو لکھا کہ

شاہی خدم وحشم اور حرم سلطانی کے بیجا مصارف، جاگیروں پر ان کا قبضہ و تصرف اور امور سلطنت میں ان کا مداخلت کرنا فوج میں برہمی کا سبب بن رہا ہے۔ ان کا مطالبہ ہے کہ آپ جاگیریں ان کے قبضہ سے نکال لیں۔ خدم وحشم کو الگ کر دیں۔ ہارون بن غریب (جو مقتدر کا عزیز تھا مونس کو یہ خیال ہوا کہ میری جگہ امیر الامرا یہ بنایا جا رہا ہے) کو محل سے نکال دیا جائے۔

مقتدر نے ہارون کو شام وجزیرہ کی سرحد کا حاکم کر دیا اور تمام

[1] ابن اثیر جلد ۸ ص ۱۷

مطالبہ ماننے کو تیار ہو گیا مگر مخالفین کی تشفی نہ ہوئی۔ محرم ۳۱۷ھ میں مونس، نازوک ابوالہیجا اور دوسرے امرائے مخالف نے مقتدر کو معہ اہل وعیال کے مونس کے محل میں قید کر دیا اور اس کے سوتیلے بھائی محمد کو خلیفہ بنا کر قاہر باللہ کا لقب دیا۔ اور قاضی ابوعمرو مالکی کے سامنے مقتدر سے باقاعدہ خلافت سے خلع کا حلف لیا۔ نازوک نے قصر خلافت کی شاہی فوج مصافیہ کو قصر چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ وہ بگڑ بیٹھی۔ قاہر سے حق بیعت اور ایک سال کی تنخواہ کا مطالبہ کیا اور گھیر لیا اور نازوک اور ابوالہیجا کو قتل کر دیا۔ دوسری طرف مونس کے محل میں سے مقتدر کو نکال لیا اور قصر خلافت میں لے آئے۔ قاہر سے مقتدر نے کوئی بازپرس نہ کی اور اس کی ماں کے پاس نظربند کر دیا۔[۱]

دوبارہ بیعت خلافت

مقتدر نے تجدید بیعت کا اعلان کیا۔ شاہی سامان بیچ کر فوج کو تنخواہ دی امیر مونس بدستور اپنے عہدہ پر قائم رہا۔ اس وقت تو مقتدر دوبارہ حکمران بنے مگر امیر مونس کی جاہ پسندی اور دیگر امراء کی خودغرضی اور رشک و رقابت رنگ لائے بغیر نہ رہ سکی۔ دو جماعتیں بن گئیں۔ امیر مونس اور عباسی وزیر سلیمان ایک جماعت کے سرغنہ تھے۔ صاحب دولت یاقوت اور محمد بن یاقوت شحنہ بغداد دوسری جماعت کے سرگروہ تھے۔ ۳۱۹ھ میں مقتدر نے احتساب کا محکمہ بھی محمد بن یاقوت کو دیدیا۔ مونس بگڑ بیٹھا۔ اس عہدہ پر قاضی یا عدول

[۱] ابن اثیر جلد ۸ ص ۶۲ تا ۶۵

ہونا چاہیئے تھا۔ مقتدر نے یاقوت اور محمد کو کل عہدوں سے علیحدہ کیا یاقوت کو کرمان و فارس اور محمد کو سجستان اور دوسرے لڑکے مظفر کو اصفہان کا والی بنا کر بھیجدیا۔ حاجب ابراہیم رائق اور اس کے بھائی محمد کو شحنۂ بغداد مقرر کیا۔

مالی حالت حرم سلطانی کے اسراف بیجا اور مقتدر کے مصارف کثیر اور محاصل کی قلت نے حکومت کا مالی نظام بگاڑ دیا۔ خزانہ خالی تھا۔ ۳۱۹ھ میں وزیر سلیمان بن وہب کو الگ کیا اور ابوالقاسم کلواذانی کا تقرر ہوا لیکن وہ بھی حکومت کا میزانیہ نہ سنبھال سکا۔ اس لیے حسین بن قاسم کو منصب وزارت تفویض ہوا۔ مونس اور حسین میں اختلاف ہو گیا تو حسین نے اپنی عالی دماغی سے بغداد میں مونس کے خلاف فضا پیدا کر دی۔ مونس یہ رنگ دیکھ کر موصل چلا گیا۔ یہاں مال و اسباب اس کا ضبط ہوا۔ حکومت کو ۳ لاکھ اشرفی ہاتھ لگی۔ شاہی خزانہ میں دولت جمع ہو گئی۔ مقتدر نے حسین کو عماد الدولہ کا لقب دیا اور سکوں پر اس کا نام نقش کرایا۔ حسین نے تمام امراء کو جو مونس کے ساتھ چلے گئے تھے بغداد بلا بھیجا اور آل حمدان کو کہلا بھیجا کہ امیر مونس کی تیغ سے مدارات کر دینا۔ چنانچہ تیس ہزار فوج سے امیر مونس کو روکنے آل حمدان آئے اس نے آٹھ سو کی مختصر جماعت سے ان کو شکست فاش دی اور موصل پر قبضہ کر لیا۔ امیر مونس بڑا فیاض اور محسن اور سیر چشم تھا۔ بغداد، مصر، شام سے لوگ اس کے پاس پہنچ گئے اور یہاں پھر فوج روانہ کو ...

ہو گئے۔ وہ بھی موصل پہنچے۔ امیر مونس نے ان سب کو ہمراہ لے کر بغداد پر ۳۲۰ھ میں حملہ بول دیا جس سے مقتدر کے حواس جاتے رہے۔

مقتدر کا قتل

مقتدر نے ابو العلا سعید بن حمدان اور صافی بصری کو مونس کے روکنے کے لیے سر من رائے اور محمد بن یاقوت کو "معشوق" روانہ کیا۔ ابن یاقوت کی سپاہ چلتی بنی۔ محمد بن یاقوت نے مقتدر سے کہا۔ آپ خود مونس کے مقابل ہو جئے۔ وہ آپ کو دیکھ کر رام ہو جائے گا آخر کار مقتدر فوج لے کر نکلا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۳۲۰ھ میں بری طرح قتل ہوا۔ سر جدا کر کے لکڑی پر آویزاں کیا گیا۔ بدن پر سے کپڑے اتار کر لاش عریاں چھوڑ دی گئی۔ ایک راہگیر نے گڑھا کھود کر مقتدر کی لاش کو زمین میں دفن کر دیا۔

مونس خود راشدیہ میں مقیم تھا۔ سر مقتدر کا اس کے سامنے پیش ہوا اس نے افسوس کیا۔ قتل کے وقت مقتدر کی عمر ۳۸ سال کی تھی مدت خلافت پچیس سال[1]

حلیہ

مقتدر کا حلیہ یہ تھا۔ قد میانہ، ذرا جھکا ہوا۔ آنکھیں چھوٹی گندم گوں رنگ، خوبصورت چہرہ، داڑھی خوشنما اور سرخی مائل[2]۔

تجمل و طمطراق

مقتدر، عقل و دانش اور تدبیر و سیاست سے عاری نہ تھا لیکن عیش پرستی نے ناکارہ کر دیا تھا ہر وقت عورتوں کی صحبت میں رہتا۔ ظاہری طمطراق اتنے بڑھا رکھے تھے کہ حکومت ان

---

[1] تجارب الامم [2] التنبیہ والاشراف ص ۳۷۶ [illegible] ج ۱۶ [illegible]

کے اخراجات کی متحمل نہ ہو سکی۔ لونڈیوں اور محلات شاہی پر بے دریغ روپیہ لٹاتا تھا۔ خزانہ کے قیمتی جواہرات ان میں تقسیم کر دیے تھے۔ ایک ایک دربار کی شان و شوکت میں لاکھوں روپیہ صرف کر دیا کرتا تھا۔

مقتدر باللہ کا عہد حکومت باوجود اندرونی شورشوں اور بیرونی فتنوں کے شان و شکوہ اور عظمت و جلال کا تھا۔

۳۰۵ھ میں جب شہنشاہ روم کا سفیر مصالحت اور قیدیوں کے باہمی تبادلے کی غرض سے بغداد آیا تو خلافت کے ہیبت و دبدبہ کا مظاہرہ کرنے کے لیے ایک نو تعمیر محل میں اس کا وسیع پیمانہ پر خیر مقدم کیا گیا یہ محل دار الشجرہ نہایت بیش قیمت فرنیچر سے سجایا گیا تھا۔ محل میں قرینہ سے دروازوں، دہلیزوں، صحنوں اور راستوں پر حاجب اور خادم مامور تھے اور دو رویہ قطاروں میں سپاہی صف بستہ کھڑے تھے ان کا لباس نہایت موزوں اور وقت کے مناسب تھا۔ ان گھوڑوں پر زربفت اور دوسرے اعلیٰ قسم کی جھولیں پڑی تھیں[1]۔

علامہ سیوطی کا اس واقعہ کے متعلق یہ بیان ہے

مقتدر نے بڑے وسیع پیمانہ پر اس سفیر کے استقبال کی تیاریاں کی تھیں۔ باب شماسیہ سے دار الخلافت تک ایک لاکھ ۶۰ ہزار مسلح فوج صف بستہ کھڑی تھی فوج کے آگے ۷ ہزار خادم صف بستہ کھڑے تھے ان کے بعد سات

[1] تاریخ بغداد خطیب بغدادی ص ۱۰۰ تا ۱۰۲

سو حاجب کھڑے تھے۔ دار الخلافہ کی دیواروں پر اٹھائیس ہزار ریشمی پردے پڑے تھے اور بائیس ہزار دوسرے بیش قیمت اور اعلیٰ قسم کے پردے پڑے تھے[1] دربار کی آرائش کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں بارہ ہزار فرش بچھائے گئے تھے[2]

مقتدر باللہ دجلہ کے کنارے آبنوس کے تخت پر تاج پہنے جلوہ فرما تھا۔ بدن پر سفید ریشمی لباس تھا جس پر سونے کا کام بنا تھا۔ تخت پر منقش سنہرا فرش بچھا تھا جس کی جھالریں تسبیح کے دانوں کے برابر نہایت بیش قیمت جواہرات لٹک رہے تھے۔ پانچ شہزادے تین دائیں جانب دو بائیں جانب بیٹھے تھے۔ اس وقت قاصد اور ترجمان سامنے کھڑے ہوئے۔ قاصد (سفیر) نے سجدہ کیا۔ اور مونس خادم اور نصر قشوری کے واسطے سے جو مقتدر کے ترجمان تھے گفتگو کی۔"

دار الشجرہ محل دار الشجرہ میں سونے چاندی کا ایک درخت بنایا گیا تھا اس کا تنہ اور شاخیں سونے، چاندی کی تھیں، پتیاں اور پھول پھل جواہرات کے۔ شاخوں کی بناوٹ اس طرح کی تھی کہ وہ ہوا سے اصلی شاخوں کی طرح جھومتی تھیں۔ ان پر سونے اور چاندی کے طیور بٹھائے گئے تھے۔ ان میں یہ صنعت رکھی گئی تھی کہ جب ان کے جوف میں ہوا بھرتی تھی تو ان سے چہچہانے کی سی آواز نکلتی تھی اور سب کی

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۰ [2] فتوحات اسلامیہ

بولیاں ایک دوسرے سے جدا تھیں[1]۔

اصراف بیجا مقتدر نے اپنے عیش و عشرت میں جو دولت لٹائی اور اصراف بیجا کیا۔ اس کا تخمینہ سات کروڑ اشرفی کا کیا جاتا ہے[2]۔

ملکہ قہرمانہ ملکہ قہرمانہ ام موسیٰ مقتدر کی ماں، محل میں بیٹھ کر خود حکمرانی کرتی تھی وزراء دم نہ مار سکتے تھے۔ اس نے مفید کام بھی کئے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ مکرمہ کے غرباء کے لیے بڑا وقف کیا تھا۔ قاہر نے زبردستی سے اس پر قبضہ کر لیا۔ ملکہ نے اپنے ذاتی صرفہ سے ایک شفا خانہ بھی بنایا تھا[3]۔

مقتدر کا عہد مقتدر کا زمانہ ۲۵ سال کی طویل مدت کا ہے مگر حکومت میں شورشیں رہیں۔ انقلابات گذرے دو مرتبہ تخت سے اُتارا گیا۔ تیسری مرتبہ جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔

باغات مقتدر کو باغات اور میوے کے درخت لگانے سے بڑی دلچسپی تھی۔ چنانچہ اس نے ہندوستان سے ترنج منگایا۔ اور عمان میں اس کے درخت لگائے گئے۔ پھر وہاں سے عراق اور شام میں لگائے گئے[4]۔

رواداری خلیفہ مقتدر میں جہاں مادہ عیش و عشرت تھا وہاں اس میں چند خوبیاں بھی تھیں اس کے مزاج میں رواداری کا مادہ بہت تھا چنانچہ

---

[1] فتوحات اسلامیہ [2] ابن اثیر ج ۸ ص ۷۶ [3] [4] ابن اثیر ج ۸ ص ۸۰

[5] مناجۃ الطرب فی تقدمات العرب ص ۱۱۹

وہ اہل ذمہ کی مخصوص اہلیتوں کو سمجھتا تھا۔ اس نے یہودیوں اور عیسائیوں کو بعض خدمات کے لیے سرکاری ملازمتوں میں داخل کیا۔ بلکہ ۹۰۹ھ میں مقتدر نے ایک فرمان جاری کیا جس میں یہودیوں اور عیسائیوں کو صرف دو قسم کے سرکاری عہدوں پر متعین کیے جانے کی اجازت دی گئی تھی یعنی طبیب اور جہبذ[1]

امر المقتدر ان لا یتخدم احد الیهود والنصاریٰ الا فی الطب والجهبذة۔

یہود نوازی رسائل جاحظ میں ہے کہ خلیفہ متوکل کے زمانہ میں (۸۴۷ء تا ۸۶۱ء) عراق میں یہودی زیادہ تر رنگ ریز۔ دباغ۔ حجام اور قصاب تھے۔ مگر مقتدر کے عہد میں یہودیوں کو سرکاری ملازمت ملنے لگی اور مالیات میں اُن سے کام لیا گیا۔ پھر تو ایک بغداد کا محلہ ساہوکاروں کے لیے مخصوص تھا۔ اس کا نام درب الیہود تھا[2]

دیوان الجہبذا مقتدر نے الجہبذ کا محکمہ نیا قائم کیا تھا۔ کیوں کہ نظام مالیات میں کچھ وقتی چیزیں نئی بڑھیں۔ اس وقت تک مسلم حکومت میں دراہم (معیار سیم) رائج تھا۔ اس کی جگہ دینار (معیار طلا نے لے لی) شرح مبادلہ میں رد و بدل ہونا ضروری تھا یہ لازمی ہو گیا کہ خزانہ عامرہ میں جو سکے

---

[1] النجوم الزاہرہ ج ۲ ص ۲۰۰، [2] مسکویہ، ۲۴۴

آئیں انہیں معیاری سکہ میں تبدیل کیا جائے۔ اس کے لیے (صراف) جہبذ مقرر کیے جاتے تھے محمد بن عبیداللہ بن یحییٰ خلیفہ مقتدر کا وزیر تھا اس نے درباری ساہوکار (الجہبذ) یوسف بن فنحاس اور ہارون بن عمران مقرر کئے تھے۔

رفاہ عام مقتدر اسلامی نظریہ سے قابل پذیرائی نہ تھا۔ مگر اپنے ہمعصر شاہانِ عالم کے مقابلہ میں امتیازی درجہ رکھتا تھا جہاں وہ عیش وعشرت اور محلات کی رنگینیوں میں وقت گذارتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بعض کام قابل قدر کئے۔ بیمارستان کی طرف اس کی زیادہ توجہ تھی۔ اس کا وزیر علی بن عیسیٰ جس کو رفاہ عام کے کاموں سے دلی لگاؤ تھا۔ اس کے ہاتھوں بہت سے کام کرا دیئے جیسا کہ اوپر ذکر آ چکا ہے۔

شفاخانہ مقتدر نے بغداد میں عظیم الشان شفاخانہ بنوایا[1]۔ اور اس کا نگراں سنان بن ثابت بن قرہ جو بڑا مشہور طبیب اور صابی تھا۔ علی کی وزارت میں وبائی مرض پھیلا تو اس نے متعدد فرمان اس بارے میں لکھے اور شفاخانوں کے متعلق نئے کارخانے قائم کیے۔

۳۱۹ھ میں ایک نیم حکیم نے ایک بیمار کا علاج غلط کیا اور وہ مر گیا خلیفہ کو اطلاع ہوئی۔ اس نے حکم صادر کیا کہ کوئی شخص باقاعدہ جب تک امتحان نہ دے۔ مطب اور علاج نہ کرنے پائے سنان بن ثابت ممتحن

---

[1] طبقات الاطباء ص ۲۲۱

مقرر ہوا۔ اور ہزار ہا طبیبوں نے امتحان دیئے۔ آٹھ سو ساٹھ آدمی امتحان میں کامیاب ہوئے اور ان کو سنان نے سند عطا کی۔

مقتدر کی ماں نے جو شفا خانہ بنایا تھا سالانہ خرچ سات ہزار دینار تھا یہ شفا خانہ دجلہ کے کنارے تھا۔ ۳۰۶ھ میں رسم افتتاح اس کی عمل میں آئی تھی۔

علی بن عیسٰی وزیر نے اپنے صرفہ سے محلہ حربیہ میں ۳۰۲ھ میں شفا خانہ قائم کیا تھا۔ مشہور طبیب ابو سعید بن یعقوب اس کا نگراں تھا دوسرے وزیر ابن فرات نے محلہ درب المفضل میں ایک ہسپتال قائم کیا اور سنان کے نگرانی میں دیا[1]۔ امرائے عہد نے اس کے علاوہ شفا خانہ عوام کے لیے قائم کیے تھے۔

سیاسی حالت مقتدر باللہ کے عہد خلافت میں داخلی اور خارجی دونوں قسم کی فضا اضطراب انگیز تھی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ترکوں کا حکومت کی مشینری پر غلبہ تھا۔ اس زمانہ میں فوج کے جنرلوں کا عمل دخل اتنا بڑھ گیا تھا کہ خلیفہ کا تقرر اور عزل ان کے اختیار میں تھا اس وقت وزرا کی کوئی حیثیت نہ رہی تھی۔ یہ سب خلیفہ کی صغیر سنی اور نا اہلی کا نتیجہ تھا۔ خلیفہ عیش وعشرت اور لطف اندوزیوں میں غرق تھا حکومت کے نظم ونسق میں حرم دخیل تھیں۔ اس کا جو نتیجہ ہونا چاہیئے تھا وہ دولت عباسیہ پر پڑے بغیر نہ رہا۔

---

[1] طبقات الاطباص ۲۲۲

اشاعت اسلام

مقتدر باللہ کے زمانہ میں اسلامی اخلاق اور معاشرت کا اثر دیگر اقوام پر بے حد پڑ رہا تھا جبر یہ نہیں بلکہ خود عوام و کجا خواص بطیب خاطر اسلام کی آغوش میں آنا اپنے لیے باعث صد افتخار سمجھتے تھے چنانچہ بلغار کا بادشاہ ۳۱۰ھ کے بعد اسلام لایا اور یہ بادشاہ نہایت صاحب اقتدار تھا وہ قسطنطنیہ۔ اٹلی۔ فرانس۔ اسپین پر اکثر حملے کیا کرتا تھا۔ اسلام لانے کے بعد اس کے بیٹے نے حج کیا اور بغداد آیا۔ خلیفہ مقتدر باللہ نے اس کو رایت علم عطا کیا۔ مسعودی کے حوالے سے صاحب تلقیح الاخبار لکھتا ہے کہ

بادشاہ کا نام الماس خاں بن ملکی خاں تھا۔ اسلام لانے کے بعد بادشاہ نے مقتدر باللہ کے دربار میں سفیر بھیجا اور غائبانہ اس کے ہاتھ پر بیعت کی یہ بھی درخواست کی کہ احکام اسلام کی تعلیم کے لیے فقہا اور علماء بھیجے جائیں ان کے ساتھ ریاضی داں بھی آئیں کہ ٹھیک ٹھیک سمت قبلہ بتائیں۔

مقتدر نے علماء و فضلاء کو اس خدمت پر مامور کیا جن میں سوسن راسبی اور بدر خرمی بھی تھے۔ احمد بن فضلان کو بھی اس سفارت کے لیے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ بلغار کے حالات اور سفر کے تمام واقعات کی رپورٹ لکھ کر لائیں چنانچہ اس نے ایک مفصل رسالہ لکھا جس سے یاقوت حموی نے معجم البلدان میں اس سے مدد لی۔[1]

زوال سلطنت

بچپن میں مقتدر کو حکومت ملی تھی۔ اس لئے نہایت سادہ لوح۔ عیش پسند اور ناآزمودہ کار تھا۔ علامہ

---

[1] مقالات شبلی ص ۱۳ ج ۴

مسعودی کا بیان ہے کہ

مقتدر سلطنت کے حالات سے بے خبر رہتا تھا۔ امراء وزراء اور اہل دفتر امور سلطنت انجام دیتے تھے وہ کسی معاملہ میں گرہ کشائی نہیں کر سکتا تھا۔ تدبیر اور سیاست کے اوصاف سے بالکل بے بہرہ تھا۔ عورتیں۔ خدام اور دوسرے لوگ سلطنت کے معاملات میں بہت زیادہ دخیل ہو گئے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ملک میں بدامنی پھیل گئی تھی۔ حکومت کے خزانوں میں جس قدر دولت اور ساز و سامان تھا سب صاف ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے خونریزیاں ہونے لگیں حالات بالکل بگڑ گئے اور خلافت کے بہت سے رسوم مٹ گئے غرض کہ سلطنت میں زوال کا آغاز ہو گیا[۱]۔

عہد مقتدر باللہ کے علما مقتدر کو علم سے لگاؤ زیادہ نہ تھا۔ مگر اس کے عہد میں علم حدیث کی اور تفسیر کی ترقی بہت کچھ ہوئی۔ امام نسائی وغیرہ نے مسندیں تیار کیں۔ اس کے علاوہ رجال پر بھی کتابیں لکھی گئیں اور تاریخ پر بھی زیادہ توجہ ہوئی۔ چنانچہ ابو جعفر بن جریر اس کے عہد کا بڑا مورخ تھا۔ بغداد میں سنہ ۳۸۲ھ / ۹۹۲ء میں اس نے وفات پائی۔ اپنی تصنیف سنہ ۳۰۲ھ میں مرتب کر کے عہد مقتدر باللہ میں ملک کے سامنے پیش کی۔ جو قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی۔

---

[۱] التنبیہ والاشراف ص ۲۷۱

علی بن فضلان مقتدر کے دربار کا بڑا عالم تھا۔ اس کو ۳۰۹ھ میں مقتدر نے بلغاریہ سفیر بنا کر بھیجا تھا وہاں سے واپس آ کر ایک کتاب احوال الامم الشاییہ لکھی اور مقتدر کو پیش کی۔ اس عہد میں ابو زید بلخی نے جغرافیہ میں خاص طور پر صور الاقالیم کتاب تصنیف کی۔

محمد بن ابو داؤد ظاہری۔ یوسف بن یعقوب القاضی۔ ابن شریح شیخ شافعیہ، جنید شیخ صوفیہ ابوالعثمان زاہد جعفر الفریابی۔ امام نسائی صاحب سنن، حسن بن صغان، جبائی شیخ المعتزلہ، ابو العلی الموصلی صاحب مسند، ابن سیف قاری مصر، ابو بکر رویانی صاحب مسند۔ زجاج نحوی۔ ابن خزیمہ، ابن ذکریا طبیب، اخفش الصغیر نہاں الجمال۔ ابوبکر بن داؤد سجستانی۔ ابن سراج نحوی ابو عوانہ صاحب صحیح۔ ابو القاسم لغوی صاحب مسند، ابو عبید بن نحوی بویہ قدامہ کاتب سے علماء تھے جو علمی خدمت میں بلا معاونت حکومت لگے ہوئے تھے اور اس کے عہد میں فوت ہوئے[1]

فقہا و محدث محمد بن سلام بلخی، ابو نصر معاصر ابو حفص کبیر ۳۰۵ھ میں فوت ہوئے۔ محمد بن حزمیہ از مشائخ بلخ صاحب اختیارات فی المذہب ۳۱۴ھ میں انتقال ہوا۔

الحسن بن علی بن عبد الصمد بن یونس بن مہران۔ ابو سعید البصری معروف بالاذنی بغداد جا کر حدیث کی سماعت صہیب و بحر بن الحکم وغیرہ سے کی واسط میں ۳۰۵ھ میں انتقال کیا۔[2]

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۰۲ [2] معجم البلدان ج ۱ ص ۲۱۶

فلسفی | ابوعبداللہ محمد بن جابر البتانی اسلاف اس کے صابئی تھے۔ مگر علماء اکرام کی صحبت میں مشرف بہ اسلام ہوا۔ سب سے بڑا سائنس داں تھا اس نے ذاتی کاوش سے بعض مسائل ہیئت کی تحقیق کی۔ بطلیموس کے مشاہدات کے ساتھ اپنے مشاہدات کا مقابلہ کیا تو اس کو آفتاب کے اوج کی حرکت کا پتہ چلا اور طریق شمس کے میل میں تبدیلی معلوم ہوئی۔ اس نے استقبال اعتدالین کی صحیح ترتیب دریافت کی اور علم المثلثات میں جیوب کا استعمال آغاز کیا حرکات ثوابت پر اسی کی کتاب کے لاطینی ترجمے کا مطالعہ کر کے ہولیس نے چاند کی حرکت میں دہری تغیر محسوس کیا۔ ۸۷۷ء میں پیدا ہوا اور ۹۱۸ء / ۳۰۵ھ میں فوت ہوا۔

مفسرین | امام ابراہیم بن معقل حنفی تفسیر نسفی یادگار سے ہے، ۲۹۵ھ میں انتقال کیا۔

شیخ ابوالحسن علی بن موسیٰ بن یزداد قمی احکام قرآن تالیف سے ہے ۳۰۵ھ میں فوت ہوئے۔

شیخ محمد بن یزید واسطی مولف اعجاز القرآن ۳۰۶ھ میں انتقال ہوا۔

امام ابوبکر محمد بن ابراہیم نیشاپوری مولف تفسیر ابن المنذر ۳۱۸ھ میں وفات پائی۔

شیخ قاسم عبداللہ بن احمد حنفی معتزلی معروف کعبی ۳۱۹ھ میں انتقال ہوا۔ تفسیر کعبی یادگار ہے۔

عبداللہ بن معتز

نام و نسب نام عبداللہ اور ابوالعباس کنیت تھی۔ مشہور خلیفہ معتز کا لڑکا۔ ولادت ۲۴۶ھ میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت معتز نے عبداللہ کی تعلیم پر مبرد ادیب اور ثعلب نحوی کو مقرر کیا۔ چنانچہ عبداللہ نے ان دونوں استادوں کے فیض سے بہت کچھ حاصل کیا۔

ابن ندیم لکھتا ہے

شعر و ادب میں وحید عصر تھا۔ بدوی فصحا اور علمائے نحو کے پاس جاکر ان سے استفادہ کیا۔[1]

ابن خلکان کا بیان ہے

کان ادیبا بلیغا شاعرا وہ ادیب بلیغ اور فطری شاعر تھا[2]

بیعت خلافت اور معزولی مکتفی کی نامزدگی کے مطابق ۲۹۵ھ میں اس کے چھوٹے بھائی مقتدر کی بیعت ہوئی۔ یہ بہت کم سن تھا۔ ارکان دولت نے اختلاف بھی کیا۔ مگر وزیر دولت عباس بن حسن نے اپنی خود غرضی کی بنا پر ان کے علی الرغم مقتدر کی بیعت

[1] فہرست ابن ندیم ص ۱۶۸ [2] ابن خلکان ج ۱ ص ۱۶۸۔

کی رسم ادا کی گئی مگر یہ بیل منڈھے نہ چڑھی۔ مقتدر کو معزول کرنا چاہا اور عبداللہ بن معتز سے اس منصب کے قبول کرنے کی درخواست کی۔ اس نے کہا۔ بغیر کسی فتنہ کے مجھے خلیفہ کرنا چاہئیں تو میں مان لوں گا جب یقین دلایا گیا تو وہ راضی ہو گیا۔ ۲۹۶ھ میں عبداللہ کی بیعت ہو گئی۔ منتصف باللہ یا غالب باللہ لقب دیا گیا۔[1]

عبداللہ کی خلافت کو ابھی چند دن بھی نہ گذرے تھے۔ بغیر کسی ظاہری سبب کے ایسا واقعہ رونما ہوا کہ لاچار تخت خلافت سے دست بردار ہو کر روپوش ہونا پڑا۔ مقتدر کے آدمیوں نے ڈھونڈھ کر قتل کر دیا یہ واقعہ ۲۹۶ھ کا تھا۔

عبداللہ صاحب علم خطیب شعر و ادب کا بڑا ستھرا مذاق رکھنے والا تھا۔ صاحب آغانی نے اس کی شاعری پر تبصرہ کیا ہے۔

اس کے اشعار میں اگرچہ شاہانہ نزاکت اور رندانہ تغزل اور نئے شعراء کی لطافت موجود تھی لیکن ان اوصاف کے باوجود اس کے اشعار میں کثرت سے ایسے اوصاف بھی تھے جو اعلیٰ درجہ کے شعرا کا اسلوب ہے۔ اور حسن میں سابقین شعراء بھی پیچھے رہ گئے ہیں۔[2] ایک شعر نقل ہے۔

وجاءنی فی قمیص اللیل مستترا ۔۔۔ یستعجل الخطو من خوف ومن حذر

وہ میرے پاس رات کے پیرہن میں چھپ کر آیا۔ اور رقیبوں کے خوف سے قدم جلدی

---

[1] ابن خلکان ج ۱ ص ۲۵۸ [2] ابن خلکان ج ۱ ص ۲۵۸

جلدی ڈال رہا تھا۔

موسیقی | عبداللہ کو اس فن سے خاص دلچسپی تھی۔ اغانی میں ہے عبداللہ بن معتز فن موسیقی سے خوب واقف تھا اور راگوں کے حقائق اور علل کا بھی اُسے پورا علم تھا[۱]

علم بدیع | عبداللہ علم بدیع کا موجد اور امام ہے سب سے پہلے محاسن کلام کے مسائل کا استقصا کر کے اس فن کو مدون اور مرتب کیا اور نام بھی بدیع رکھا۔

سید صدرالدین شیرازی اپنی کتاب انوار الربیع فی انواع البدیع میں لکھتے ہیں۔

سب سے پہلے عبداللہ بن معتز نے اس فن کی ایجاد کی اور اس کا نام بدیع رکھا۔

تصانیف | عبداللہ کی گیارہ تصانیف ہیں۔ کتاب الزہر۔ کتاب البدیع۔ مکاتبات الاخوان بالشعر کتاب الجوارح والصید، کتاب السرقات، کتاب اشعار الملوک، کتاب الادب، کتاب حلی الاخبار، طبقات الشعرا، کتاب الجامع فی الغنا، کتاب ارجوزہ فی ذم الصبوح[۲]

---

[۱] اغانی ج ۹ ص ۱۴۳ [۲] فہرست ابن ندیم ص ۱۶۸، وابن خلکان ج ۱۲ ص ۲۵۸

خلیفہ قاہر باللہ

نام و لقب ابو منصور محمد قاہر بن خلیفہ احمد معتضد بربریہ ام ولد قبول نامی کے بطن سے تھا۔ علمی استعداد معمولی تھی۔ مقتدر کی محلات کی رنگ رلیوں میں یہ بھی اوائل عمر سے مبتلا تھا۔

خلافت مقتدر کے قتل کے بعد مسئلہ خلافت پیش ہوا۔ امیر مونس کی رائے تھی۔ شہزادہ ابو العباس بن مقتدر خلیفہ بنایا جائے۔ مگر وہ کم سن تھا۔ اس لیے اسحٰق نوبختی نے رائے دی کہ ہمیں ایسا شخص چاہیئے جو امور ملکی انجام دے سکے۔ مونس کی سمجھ میں آگیا۔ چنانچہ ۳۲۰ھ میں ابو محمد بن معتضد کو قاہر باللہ کے لقب کے ساتھ تخت خلافت پر بٹھایا اراکین سلطنت نے بعیت کی۔

وزارت منصب وزارت پر ابن مقلہ سرفراز کیا گیا۔ اس کے بعد ابو جعفر محمد بن قاسم بن عبید اللہ، ابو العباس احمد بن عبید اللہ خصیبی یکے بعد دیگرے وزیر ہوئے[1]

حجابت حاجب علی ابن بلیق بدر خرشی اور فارس بن زنداق محمد بن یاقوت اور سلامہ موتمن یہ رضی نجح یکے بعد دیگرے مقرر ہوئے

قضاۃ قضاۃ پر عمر بن محمد، یوسف بن یعقوب ممتاز ہوا۔

---

[1] التنبیہ والاشراف ص ۳۸۲

سخت گیری قاہر سریر آرائے خلافت ہونے کے بعد مقتدر کے ہمنشینوں کے ساتھ سخت گیری کا برتاؤ کرنے لگا۔ حتیٰ کہ اُن کا مال و اسباب ضبطی میں لاکر فروخت کرا دیا۔ اور مقتدر کی ماں جو مرض استسقا میں مبتلا تھی اور بیٹے کے رنج و غم میں زندگی کے دن گذار رہی تھی اس کی سخت بے حرمتی کی، اور اس نے کار خیر میں جو وقف کیے تھے اُن کو منسوخ تحکیہ قضاۃ کے سامنے کیا۔ قاہر کے جو رفیق مونس، بلیق علی بن بلیق۔ ابو علی بن مقلہ ہر ایک سے کھنچ گئے۔ یہ تو قاہر کی فکر میں لگے اور یہ ان کے قتل کے در پے ہوا۔ ان واقعات سے مقتدر کا لڑکا عبدالواحد ابن چلتا ہوا اور عمال سوس اور راہواز کو اُن کی جگہ سے ہٹا کر خود یہاں کا خراج وصول کیا۔ امیر ہارون بن غریب نے تین لاکھ نذر کر کے قاہر سے میل کر لیا اور اس کو ماہ الکوفہ، ماسبذان اور مہرجانقذق کا حاکم بنا دیا اور شہزادہ عبدالواحد کے مقابلہ کے لیے امیر بلیق بھیجا گیا تو وہ تاب مقابلہ نہ لاسکا تو اس نے مونس کی معرفت خلیفہ سے قصور معاف کرا لیا۔ خلیفہ اس سے رضامند ہو گئے اور انھوں نے اس کی ضبط شدہ جائداد اور اس کی ماں کی دولت اُس کو واپس کر دی۔

خلیفہ اور امراء کی باہمی کشمکش امیر بن یعقوب میں اور ابن مقلہ میں پرانی مخالفت اور خصومت تھی امیر یعقوب نے خلیفہ کو اپنا ہم خیال بنا لیا تو ابن مقلہ اور امیر مونس اور امیر بلیق نے باہم متفق ہو کر یہ طے کر لیا کہ قاہر کو تخت خلافت سے اُتار

دیا جائے۔ خلیفہ کو ان کے مشورہ کی خبر لگ گئی تو اس نے بلیق اور امیر علی، اور مونس کو بُلا کر اپنے غلاموں کے ہاتھوں ٹھکانے لگوا دیا ابن مقلہ رُوپوش ہو گیا جس سے اس کی جان بچی، وزارت کی جگہ خالی ہوئی تو ابو جعفر محمد بن قاسم کو وزیر بنایا اور امیہ احمد بن مکتفی کو یہ امراء تخت خلافت پر بٹھانا چاہتے تھے اس کو گرفتار کر کے دیوار میں چنوا دیا۔ ابو اسحاق نوبختی جس نے قاہر کو تخت نشین کرایا تھا اس کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اور قتل کرا دیا۔ اس کی ان حرکتوں سے اراکین سلطنت اور امرائے دولت میں اس کی طرف سے بے حد بد دلی پیدا ہو گئی۔ ابن مقلہ نے بحالت روپوشی فوج کے افسران سے جوڑ توڑ کر کے ساجیہ اور حجریہ فوج کو ملا لیا اور چہار شنبہ ۵ ر جمادی الاول ۳۲۲ھ میں دونوں فوجوں نے قصر کو گھیر لیا۔ قاہر مے نوشی میں مشغول تھا۔ اسے فوج کی آمد کا علم ہوا تو وہ باہر نکل آیا فوجیوں نے گھیر کر گرفتار کر لیا اور آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھیر دیں اور قید میں ڈال دیا

انتقال الیٰ چھ سال زندہ رہ کر ۳۵ سال کی عمر میں ۳۳۸ھ میں قاہر انتقال کر گیا۔ صرف ایک سال ۷ ماہ حکمران رہا۔[1]

وزیر ابن مقلہ ابو علی محمد بن علی بن مقلہ، یہ بڑا فاضل اور اپنے عہد کا بڑا باکمال خطاط تھا۔ اس کے زمانہ میں اس فن میں کوئی اس کا مقابل نہ تھا۔ اس نے خط کوفی میں ترمیم کر کے ایک نیا خط ایجاد کیا جس کو خط نسخ کہتے ہیں۔

---

[1] التنبیہ والاشراف ص ۲۸۳

ابن مقلہ کسی دفتر میں معمولی کلرک تھا۔ پھر ابن فرات کے دامن سے وابستہ ہو گیا۔ پہلے مقتدر اور پھر قاہر کا وزیر رہا۔ راضی کے زمانہ میں اس کو بہت عروج حاصل ہوا۔

قاہر کا حلیہ رنگ گورا جس پر سرخی چھائی ہوئی تھی۔ قد میانہ، خوش اندام آنکھیں خوبصورت، گھنی داڑھی، زبان میں لکنت تھی[1]

اوصاف قاہر قاہر بڑا بہادر اور دبدبہ و شکوہ کا خلیفہ تھا لیکن مزاج میں تلون تھا۔ مسعودی کا بیان ہے کہ

قاہر کے تلون اور غیر مستقل مزاجی کی وجہ سے اس کی سیرت کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ جری بہادر اور سخت گیر تھا۔ چند دنوں کے اندر اس نے مونس، بلیق اور علی جیسے عمائد سلطنت کا خاتمہ کرا دیا اور لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت بیٹھ گئی۔ اس کی سخت گیری نے خلفاء کے مقابلہ میں امراء کی گستاخانہ جسارت ختم کر دی۔ مگر چونکہ اس کے کسی کام میں ثبات و استقلال نہ تھا اور وہ لوگوں کو دھمکاتا رہتا تھا اس لیے انجام اچھا نہ ہوا[2]۔

علامہ مسعودی کا بیان ہے۔

قاہر قتل و خونریزی میں جلد باز اور نہایت تند مزاج تھا اس کے عہد میں آمدنی کم تھی تاہم مال اندوختہ کرنے میں حریص تھا

---

[1] التنبیہ والاشراف ص ۳۸۳ [2] مروج الذہب ج ۲ ص ۳۸۷

اس کی توجہ لوگوں کی تادیب و تربیت میں بہت کم صرف ہوتی تھی۔ معاملات کے انجام سے بے فکر اور نہایت متلون مزاج اور مخبوط الحواس تھا۔ آباواجداد کے نقش قدم پر چلنا چاہتا مگر سوء تدبیر اور ناقص سیاست کے سبب عاجز رہتا تھا[1]

چند اصلاحات قاہر نے چند روزہ سلطنت میں کچھ مذہبی اصلاحات بھی کیں۔ ناچنے والی عورتوں اور پیشہ وروں اور شراب نوشی کو قانوناً بند کر دیا تھا۔ گویوں اور ہیجڑوں کو خارج البلد کر دیا تھا۔ موسیقی اور لہو و لعب کے تمام لوازمات ضائع کرا دیے۔ مغنیہ کنیزوں کو فروخت کر ڈالا مگر خود مے نوشی میں مدہوش رہتا[2]

شبستان عیش ایک طرف تو اہل ملک کے لیے بندشیں تھیں دوسری طرف خود اپنے لیے شبستان عیش میں ساقی گری کے لیے قد و قامت کی حسین و جمیل لونڈیوں کا پرا کا پرا تھا جو زرق برق مردانہ لباسوں میں ملبوس رہتی تھیں[3]

باغ و محل قاہر کو باغات سے دلچسپی تھی۔ اس نے بڑا وسیع باغ لگوایا تھا اور اس میں ایک عالیشان محل تعمیر کرایا۔ باغ کی زینت اور محل کی آرائش کے لیے مختلف ملکوں سے درخت اور سامان آرائش منگائے تھے[4] یہاں قاہر رنگ رلیاں منایا کرتا تھا۔

---

[1] التنبیہ والاشراف ص ۱۸۳ [2] تاریخ الخلفاء ص ۳۹۶ [3] مروج الذہب ص ۳۹۶ [4] تاریخ الخلفاء ۳۹۶

علماء | قاہر کے عہد میں طحاوی شیخ الحنیفہ ابن درید، ابوہاشم بن جبائی سے علمائے کرام نے انتقال کیا۔

سلاطین یالمہ بابویہ

سلاطین دیالمہ کو مورخ بہرام گور کی نسل سے بتلاتے ہیں اور بعض لکھتے ہیں کہ یہ لوگ یزدجرد بن شہریار آخر لوک عجم کی نسل سے تھے دیالمہ جمع ہے دیلم کی۔ دیلم مقام کا نام ہے اُس کو جیلان بھی کہتے ہیں جس کا شہ نشین شہر ادوبار تھا جو بحر خزر کے جنوبی غربی ساحل پر واقع تھا۔ ایک زمانہ میں رے اور ان کا صوبہ بنا۔ پہلے یہاں بت پرست تھے اطروش کی تبلیغ کی وجہ سے بلاد دیلم میں اسلام پھیلا۔ اطروش کے واقعات تحریر ہو چکے ہیں۔

ابو شجاع بویہ ایک معمولی حیثیت کا آدمی تھا جس کے تین بیٹے علی حسن احمد تھے۔ بڑھتے بڑھتے شاہی درجے تک پہنچے۔ اور خلفائے بغداد کی طرف سے عماد الدولہ، رکن الدولہ اور معز الدولہ کے لقب سے ملقب ہوئے فارس اور کرمان کی زبردست سلطنت ان کے اور اُن کی نسل کے ہاتھ میں عرصہ تک رہی۔ خلفائے بغداد اُن کے عروج کے پہلے کچھ دنوں سے ارکین ترک کے ہاتھ میں تھے۔ اب اُن سے نکل کر ان کے ہاتھ میں آگئے یہ لوگ خلفائے عباسیہ کا احترام کرتے تھے لیکن محض مصلحت ملکی پر نظر

ڈال کر، خلفاء بھی ان کی مدد سے کسی طرح بے نیاز نہ تھے خلیفہ مقتدر کے زمانہ (۳۲۰ھ) میں اس خاندان کی ابتداء ہوئی۔ محمود غزنوی کے عہد میں زوال شروع ہوا اور پھر سلجوقیوں کے عہد میں ابوالمنصور پر اس کا خاتمہ ہو گیا۔

اس خاندان میں چھ بادشاہ ہوئے جن کی مختصر کیفیت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ ورنہ بہت کچھ حالات خلفائے عباسیہ کے حالات میں درج کئے ہیں۔ ان لوگوں کا کوئی مستقل پایۂ تخت نہ تھا مختلف مقامات پر یہ لوگ رہتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ ایک ہی وقت میں اس خاندان کے دو تین اشخاص کی جدا جدا خود مختار حکومتیں قائم رہیں۔

لیکن ایک مستقل سلسلہ انہیں لوگوں کا ہے جو خلفائے بغداد پر حاوی تھے اور دوسرے وہ سلاطین ہیں جو بغداد سے الگ اصفہان۔ کرمان اور فارس میں رہے۔ ان دونوں گروہ کا بیان یکجا کیا جاتا ہے۔ ناظرین پڑھتے وقت اس کا لحاظ رکھیں تاکہ غلط مبحث سے غلط فہمی نہ ہو۔

عماد الدولہ (۳۲۰ھ) خلیفہ مقتدر کے گورنر یاقوت کو شکست دے کر اس نے چار صدی کی ابتداء میں فارس پر قبضہ کر لیا اور اپنے بھائی رکن الدولہ کو بھیجکر عراق فتح کیا اور معز الدولہ کو کرمان بھیجا جو کرمان فتح کر کے بغداد پر بھی مستولی ہو گیا جیسا کہ ذکر تفصیلی آچکا ہے۔ (تجارب الامم جلد ۵ ص ۱۱۷)

رکن الدولہ (۳۱۸ھ) متوفی (۳۶۵ھ) اس کی حکومت کا زمانہ بہت کم تھا عماد الدولہ تو اس کے بیٹے عضد الدولہ کو اپنا ولی عہد کر گیا تھا۔ لیکن معلوم نہیں کہ کیونکر یہ تخت نشین ہو گیا۔ ظاہرا لڑکے نے باپ سے لڑنا

پسند نہیں کیا۔ مرتے دم اس نے کرمان۔ اہواز، [redacted] رس عضد الدولہ کو دیا ہمدان رے اور طبرستان کی حکومت اس نے اپنے دوسرے بیٹے فخر الدولہ کو اور اصفہان کی حکومت اپنے تیسرے بیٹے مؤید الدولہ کو دے کر ان دونوں کو تاکید کی کہ وہ عضد الدولہ کے مطیع رہیں (ابن اثیر جلد ۶ ص ۲۲۱)

معز الدولہ (۳۲۲ھ) معز الدولہ کو جب اس کے بھائی عماد الدولہ نے فتح کرمان کے لیے بھیجا تو اس نے کرمان فتح کیا۔ اس کے بعد بغداد کے حاکم سے اہواز چھین لیا۔ بغداد پر بھی تین مرتبہ حملے کرنے کے بعد اس نے قبضہ کر لیا۔ خلیفہ کا امیر الامرا توزن جب تک زندہ رہا معز الدولہ کو کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے مرنے پر ابن شیرزاد اس کا قائم مقام تاب مقابلہ نہ لا سکا خلیفہ مکتفی کی مجلس میں آ کر اس نے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے اور اپنے دونوں بھائیوں کے لیے معز الدولہ، رکن الدولہ۔ عماد الدولہ کے خطاب حاصل کیے (تجارب الامم جلد ۶ ص ۸۵)

معز الدولہ (۳۲۳ھ) لیکن بیعت اور خطاب کی عجیب نوعیت تھی کہ بظاہر اس کی ضرورت کچھ نہ تھی۔ لیکن اس کے حاصل کرنے کو محمود ایسے سلطان نے بھی اپنا فخر سمجھا تو سلاطین [redacted] یالمہ مقابلہ اس کے کس شمار میں تھے بصرہ پر بھی قابض ہو گیا۔ اس کا قیام بغداد میں بطور سپہ سالار خلیفہ کے تھا

پیغمبر صلعم کے بعد ہی سے بنو ہاشم کو غیر قبیلہ میں خلافت کا جانا کسی قدر ناگوار ہوا لیکن اس میں شبہ نہیں کہ دونوں خلفا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے حسن انتظام نے عام طور پر اس خیال کو دھو دیا۔ حضرت عثمان کے وقت کے جھگڑوں نے مضمون کو پھر تازہ (بقیہ نوٹ بر صفحہ ۱۸۶)

عضد الدولہ بن رکن الدولہ (۳۲۴ھ) متوفی ۳۷۲ھ - یہ اپنے چچا کی جگہ فارس اور کرمان کا بادشاہ ہوا - اس نے نجف میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کی تربت بنا کر ایک عالیشان عمارت اس پر قائم کی اور اسکو زیارت گاہ قرار دیا

(صفحہ ۱۷۵ کا بقیہ (نوٹ) کر دیا - لیکن نہ اس طور کہ یہ کوئی مذہبی رکن قرار پا جائے امیر معاویہ کے ساتھی شیعان علی کو اور شیعان علی کے ساتھی امیر معاویہ کو علانیہ اور بالالتزام برا کہتے تھے لیکن یہ ایک پولیٹیکل بحث تھی مذہبی بات نہ تھی - خلفائے عباسیہ نے شروع شروع بنو امیہ کی بہت کچھ توہین اور ان پر ظلم کئے - لیکن محض پولیٹیکل خیال سے علویوں سے ان کا برتاؤ اچھا بھی رہا - جب جب موقع ہوا - ویسا کیا گیا - سنیوں اور شیعوں کی جیسی تفریق اب ہے تین صدی تک نہ تھی اسکی ابتدا خاندان دیالمہ سے پڑی چنانچہ اخیر حکمران معز الدولہ نے تمام مساجد بغداد کے دروازوں پر حکم دیا کہ امیر معاویہ کے نام و دیگر صحابہ پر تبرا لکھا جائے - اس سے شہر میں بڑا شور و غل پیدا ہوا - معز الدولہ سے خلیفہ دبتا تھا اور معز الدولہ کو اپنے فعل پر اصرار تھا بہر حال وزیر محمد بن مہدی کی حکمت عملی سے سوائے امیر معاویہ کے اور سب عبارت نکال دی گئی - مجملاً لکھ دیا گیا کہ "معاویہ اور آل رسول پر ظلم کرنے والے قابل بیزاری ہیں" یہ تو ظاہر ہے کہ بادشاہوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا - پولٹیکل مصلحت بس عموماً یہی مذہب سلاطین ہے اس میں شک نہیں کہ آل رسول میں ایک تو فیض رسول کا اثر نسلاً بعد نسلاً عرصہ تک قائم رہا دوسرے ان کا مظلوم رہنا اور سلطنت کے لہو و لعب سے دور رہنا اور بھی کام دے گیا اپنے اخلاق کی وجہ سے مسلمانوں کی (باقی اگلے صفحہ پر)

باوجودیکہ فرضی مزار ہے ورنہ حضرت علی بقول ابن تیمیہ قصر امارت کوفہ میں دفن کیے گئے۔ اس نے جوڑ بند سے قیصر روم سے اپنے لیے ہدیہ اور تحفہ منگوائے اور اس طرح اپنے کو عام نظروں میں معزز ثابت کیا۔ یہ بڑا زبردست بادشاہ گذرا ہے۔ شہر بغداد کی اس نے بہت کچھ قدر اور منزلت بڑھائی بغداد اور مکہ کی راہ میں جتنے کنوئیں اور نہریں خراب ہو گئی تھیں سب کو اس نے درست کرایا۔ مکہ، مدینہ، نجف اور کربلا میں اس نے غرباء کے لیے روپے بھیجے اور شکستہ گرجاؤں اور خانقاہوں کی مرمت بھی کرائی اس کا وزیر نصر بن ہارون نصرانی تھا۔ چونتیس برس تک اس نے سلطنت کی یہ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) نظروں میں اولاد علی کرم اللہ وجہ نے بڑی وقعت پیدا کی۔ دینی امور میں بس یہی لوگ نمونہ رہ گئے۔ پیغمبر خدا کے بعد مسلمانوں میں جو وقعت حسنین کی تھی اس سے کہیں زیادہ وقعت عام مسلمانوں کی نظر میں اولاد حسنین نے دو صدیوں کے بعد پیدا کی چنانچہ بنو عباس پر فوق حاصل کرنے کی یہ حکمت سوجھی کہ آل علی کا اپنے کو شید اظاہر کیا۔ کسی کی ذاتی عقیدت سے یہاں بحث کرنا نہیں ہے۔ محض اس قدر ظاہر کیا جاتا ہے کہ خلافت کے جھگڑے کو جزو ایمان قرار دینا اور اہل تشیعہ کے مذہب کو اہل سنت دجماعت سے الگ کر کے دکھانا یعنی مذہب اسلام کو یوں دو مستقل حصوں میں تفریق کرنا اس بدعت کا بانی معزالدولہ ہوا اور اسی خیال کے مؤید اکثر سلاطین دیالمہ تھے ورنہ اس کے پہلے یہ باتیں مسائل جزئیہ کی طرح ثانی الذہن رہتی تھیں اپنے مخالف خیال والے کو کوئی مذہبی طور پر جدا نہیں سمجھتا تھا۔ بعد دیالمہ کے فارس کے صفوی خاندان زیادتی پر تلخ ۱۸۷

اس خاندان کا سب سے بڑا حکمراں تھا۔ اس کے عہد میں بغداد کی حکومت ہارون الرشید کی حکومت کے برابر وسیع ہو گئی۔ اس نے خلیفہ الطائع کی لڑکی سے شادی کی اور اپنی لڑکی اس کے عقد میں دی تاکہ اس سے جو اولاد ہو وہ خلیفہ بن سکے۔ اس نے رفاہ عام کے کام کئے۔ اس نے بغداد میں ایک لاکھ دینار کے وقف کے ساتھ بیمارستان العضدی تیار کرایا۔ عضد کا پایہ تخت شیراز تھا۔ لیکن بغداد اور دوسرے شہروں پر بے حد روپیہ صرف کیا۔

مؤید الدولہ بن رکن الدولہ (۳۷۲ھ) اپنے بھائی عضد الدولہ کے وقت میں یہ اصفہان کا حاکم تھا اور عضد الدولہ کا مطیع تھا عضد الدولہ کے مر لنے کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد یہ بھی مر گیا۔ اس نے صرف اپنے بھائی فخر الدولہ سے جنگ کی تھی۔ اس لیے کہ وہ عضد الدولہ سے سرتابی کر کے خراسان چلا گیا تھا اور وہاں سے سامانیوں کی مدد سے مؤید الدولہ کے مقابلہ کو آیا تھا جیسا کہ نوح بن سامانی کے حال میں لکھا گیا ہے اس کی حکومت کا زمانہ تو بہت پہلے سے شروع ہوا لیکن بادشاہت ۳۷۲ھ میں ہوئی۔ کہ یہی عضد الدولہ کی وفات کا زمانہ ہے۔

فخر الدولہ بن رکن الدولہ ۳۷۳ھ متوفی ۳۸۵ھ دونوں

(بقیہ نوٹ) نے بھی اس جزوی مسئلہ کو خوب رونق دی اور رفتہ رفتہ سنیوں اور شیعوں میں تفرقہ پیدا ہو گیا جو مسلمانوں کی تباہی کا سبب بنا۔

بھائیوں کے مرنے پر امرائے دولت نے اس کو خراسان سے (جہاں یہ بھائیوں کے خوف سے جا چھپا تھا) بلا کر تخت پر بٹھایا۔ اس کے لیے صمصام الدولہ نے خلیفہ بغداد سے خلعت بھجوائی اور اسی طرح ایک مدت کے بعد ملک رے بر آسانی سے قابض ہو گیا۔ یہ ذی علم تھا۔ اس کے عہد میں علمی ترقی بہت ہوئی اس کا وزیر ابن عباد تھا جو علم و فضل میں یگانہ روزگار۔ امیر بخارا نے در پردہ اپنی وزارت کے لیے طلب کیا۔ ابن عباد نے نہ آسکنے کے لیے جو عذر لکھے اس میں یہ بھی تھا کہ صرف میری کتابوں کے اٹھانے کے لیے چار سو اونٹوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وزیر ممدوح کے ہمراہ سفر میں صرف ادب کی کتابوں کے تیس اونٹ رہتے تھے[1]

صمصام الدولہ۔ علاء الدولہ کے مرنے پر صمصام الدولہ بغداد کا امیر الامرا بنا۔ اس کو اتار کر شرف الدولہ نے اپنے کو امیر الامرا بنایا اور چھ برس کے بعد اپنی موت مر گیا۔ اس نے رصدگاہ بنوائی۔

بہاء الدولہ بن عضد الدولہ (۳۷۹ھ) شرف الدولہ کے مرنے پر یہ امیر بغداد ہوا۔ ۴۰۳ھ میں یہ مرا۔ اور اس کا تابوت مشہد امام علیہ السلام میں بھیجا گیا (ذیل تجارب الامم ص ۱۶۷)

مجد الدولہ بن فخر الدولہ (۳۸۷ھ) فخر الدولہ کے بعد اس کا نابالغ بیٹا مجد الدولہ تخت پر بیٹھا۔ لیکن انتظام سلطنت اس کی (مجد الدولہ) کی والدہ کرتی تھی اور اپنی زندگی تک سلطنت دیلمی کی رونق اس نے قائم

---

[1] ابن خلکان ج ۱ ص ۷۶، ۲۳۴

رکھی سلطان محمود غزنوی نے اس پر چڑھائی کرنی چاہی تھی اس نے کہلا بھیجا کہ بیوہ پر فتح یابی سے محمود کا کیا نام ہوگا اور کہیں شکست ہوئی تو ذلت بڑی ہوگی۔ محمود نے پھر اس کی زندگی میں ادھر توجہ نہ کی لیکن اس کے مرتے ہی محمود نے اس پر چڑھائی کرکے اور مجد الدولہ کو گرفتار کر کے غزنی بھیجدیا اور خلیفہ قادر باللہ کو لکھا کہ مجد الدولہ کا چلن شرع محمدی کے خلاف تھا۔ اس لیے میں نے ایسا کیا۔

سلطان الدولہ بن بہاء الدولہ (۴۰۱ھ) اپنے باپ کے بعد یہ فارس اور بغداد میں حکمراں ہوا۔ اس کے ملک کو زیادہ تر محمود غزنوی نے کمزور کیا اور کچھ خانہ جنگیوں نے خراب کیا۔

شرف الدولہ بن بہاء الدولہ (۴۱۱ھ) میں شرف الدولہ کا نام بغداد کے خطبہ میں داخل ہوا۔ اور سلطان الدولہ کا نام متروک ہوا۔ شرف الدولہ علمی مذاق کا حکمراں تھا۔ ابراہیم بن ہلال اس کا ندیم تھا (تجارب الامم جلد ۵ ص ۱۰۱)

ابو کالنجار بن سلطان الدولہ۔ محمود کا اور بغداد پر ترکوں کے حملے دیالمہ کی باہم لڑائیاں۔ اس پر طرہ یہ کہ تین بادشاہ کالنجار و جلال الدین و قوام الدولہ باہم جھگڑنے میں مشغول ہوئے ملک میں بد امنی تھی سلطنت دیالمہ کے ضعف کے ساتھ خلافت کو بھی ضعف تھا پہلے سلاطین دیالمہ سے ملک کو فوجی تقویت تھی اور خلفا سے درباری عزت تھی۔ ترکوں نے پھر زور پکڑا اور نجلے ملوک غزنی کے سلجوقیوں کا زور شروع ہوا جس کا اثر بغداد تک پہنچا۔

خسرو بن فیروز بن کالنجار۔ اس بادشاہ کا لقب ملک رحیم تھا اس کے وقت میں دیالمہ نے چاہا کہ متفقہ طاقت سے وہ اپنے کو سنبھال لیں لیکن سنبھال نہ سکے۔ خلیفہ نے بھی ان کی عزت کم کر دی۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ ملک رحیم کے پہلے طغرل بیگ کا نام خطبہ میں پڑھا جائے

طغرل بیگ خلیفہ کی اجازت سے حج کو چلا۔ راہ میں وہ خلیفہ سے ملنے کو ٹھیرا۔ دیالمہ اپنی غلط فہمی سے طغرل بیگ کے ساتھی ترکوں سے لڑ پڑے اور مغلوب ہوئے۔ تمام شہر میں لوٹ مار ہوئی۔ خسرو کو طغرل قید کر کے لے گیا۔ لیکن ابو منصور بن ابو کالنجار کو ایک موقع مل گیا کہ وہ کچھ دنوں کے لیے فارس کا بادشاہ ہو گیا اور پھر اپنے سپہ سالار فضل بن حسن کے ہاتھ سے جس کی نسل کو مورخ فضلویہ کہتے ہیں ۴۴۸ھ میں مارا گیا اور اس کے ساتھ دیالمہ کا خاتمہ ہو گیا۔ فضلویہ کو بھی تھوڑے ہی دنوں میں ملک قادر سلجوقی نے بھگا کر اپنا سکہ اور خطبہ جاری کیا[۱]

علمی ترقی خاندان دیالمہ علمی ذوق و شوق میں کسی دوسرے فرمانروا سے کم نہ تھا۔ عضد الدولہ کے وقت میں خزانہ دار فلسفی و مورخ ابو علی ابن مسکویہ متوفی ۴۲۱ھ تھا جس کی کتابیں تہذیب الاخلاق اور فوز الاصغر، تجارب الامم علمی دنیا میں بلند پایہ سمجھی گئیں۔

عضد الدولہ کے نام علی الفارسی نے اپنی کتاب الایضاح معنون کی

---

[۱] کتاب التاج لابن ہلال و ناسخ التواریخ۔ آثار الباقیہ و ابن اثیر و ابن خلدون۔ تجارب الامم۔ ابن مسکویہ جلد ۲۔

متنبی عرب کا مشہور شاعر اس کا مدح خوان تھا۔ اس کی تعریف میں اس نے معرکہ کے قصیدے لکھے ہیں۔ عضد نے پہلے پہل اپنے کو شہنشاہ کہلایا۔ عضد خلیفہ مامون کی تقلید کرتا تھا۔ علماء کو مالا مال کر دیا۔ شعراء کو بڑے انعام دیے مدرسہ بغداد بنایا۔[1]

عضد کا بیٹا شرف الدولہ اپنے باپ کے قدم بقدم چل کر علمی کاموں کو فروغ دیتا رہا۔ مدرسہ بغداد کو باپ سے زیادہ ترقی دی۔ ابن اعظم عبدالرحمن الصوفی الوفا فلکی اس کے ندیم تھے۔ اس نے بغداد میں ایک رصدگاہ قائم کی اس کے لڑکے بہاء الدولہ نے خلیفہ الطائع کے عہد میں بغداد میں دس ہزار کتابوں کا ایک کتب خانہ قائم کیا۔ المقری نے اس کتب خانہ سے بہت استفادہ کر کے علمی دنیا میں شہرت پائی۔ انہیں بویہ سلاطین ہی کے زمانہ میں اخوان الصفا کی جماعت قائم ہوئی جس نے علمی رسائل مرتب کیے۔ شہر مہرجان میں عظیم الشان شفا خانہ بنوایا۔[2] ان کے کارناموں پر مستقل تاریخیں ہیں۔

علمائے دربار سلاطین دیالمہ ابراہیم بن ہلال ابن ابراہیم بن زہرون الصابی کنیت ابواسحاق ہے اس کی اصل حران کی ہے ۱۵ رمضان ۳۱۳ھ میں پیدا ہوا اور بغداد میں علمائے عصر سے اکتساب علم کیا۔ علم ادب میں ماہر اور صناعت نظم و نثر میں بڑا بالغ نظر تھا۔ اس کے ساتھ علوم ریاضی میں دستگاہ کامل تھی۔ بالخصوص علم ہیئت و ہندسہ میں

---

[1] تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۱۲ [2] ایضاً

ید طولیٰ حاصل تھا۔ شرف الدولہ بن عضد الدولہ دیلمی نے بغداد میں زیر نگرانی ویجن بن رستم کوہی رصد بنانی چاہی۔ اس زمانہ میں ابراہیم دربار شرف الدولہ میں پہنچے۔ بادشاہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ قدر و منزلت بھی بڑی ہوئی رصد کے سلسلہ میں ان کا مشورہ لیا۔ مگر حاسدوں نے چین لینے نہ دیا کچھ عرصہ قید میں رہے۔ ۱۲ شوال ۳۸۴ھ میں انتقال ہوا۔ کتاب التاجی آل بویہ یادگار ہے[1]

ابو محمود حامد بن الخضر الخجندی کبار فلکیین سے تھا۔ اس کا تعلق فخر الدولہ دیلمی کے دربار سے رہا۔ اس نے ایک آلہ رصد موسوم بہ سدس الفخری ایجاد کی اس آلہ کی مدد سے آمیال و عروض البلاد کی ترصید کی جاتی تھی۔ ۳۸۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

ابو سہل ویجان بن رستم الکوہی، علم ہیئت کا ماہر، متبحر، شرف الدولہ کے دربار کا رکن تھا۔ اس نے ہی رصد گاہ قائم کی تھی۔ جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

ابو الحسن کوشیار ابن کنان الجیلی۔ اس نے ایک نہایت عمدہ رصد خانہ تیار کیا تھا۔ ۴۵۰ھ میں اس نے کثیر فلکی مشاہدات کئے۔ اس کی الزیج الجامع والبالغ مشہور ہے۔

ابو الوفا محمد بن محمد البوزجانی الصفانی علمائے ہیئت میں مشہور شخص ہے علم مثلث اور ہیئت میں مفید اضافے کئے۔

---

[1] فلاسفہ اسلام از انتظام اللہ شہابی

کتاب تصحیح العمد الکتانا والتمال من الحساب تصنیفات سے ہے۔ ۳۸۸ھ میں انتقال ہوا۔[1]

شریف بن الاعلم عبدالرحمٰن صوفی کا معاصر تھا۔ فن ہیئت میں اس کا جدول مشہور ہے۔ عضدالدولہ کو اس کی شاگردی پر فخر تھا۔ ۳۷۵ھ میں فوت ہوا۔

ابوالحسین عبدالرحمٰن الصوفی الرازی اکابر ماہرین ہیئت کتاب الکواکب الثابتہ۔ مدخل فی الاحکام۔ رسالہ فی الاصطرلاب اس کی تصنیف سے ہیں۔ ۳۷۶ھ میں فوت ہوا۔[1]

وزیر ابوالقاسم اسمٰعیل بن عباد | فخرالدولہ کا وزیر سلطنت تھا۔ بلحاظ علم و فضل یکتا تھا۔ سیاست، ملک داری میں اپنا آپ نظیر تھا۔ مختلف علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔ تصنیف و تالیف میں بھی اس کو دستگاہ کامل تھی جو رسائل اس نے لکھے تھے وہ بہت مشہور اور مدون ہیں اس کے کتب خانہ میں اس قدر کتابیں تھیں کہ کسی نے اس قدر جمع نہ کی ہوں گی کہا جاتا ہے کہ اس کا کتب خانہ چار سو اونٹوں پر بار کیا جاتا تھا ابوالقاسم نے ۳۸۵ھ میں بمقام رے انتقال کیا۔[2]

---

[1] ابن اثیر (البیرونی) ص ۱۰-۱۹ [2] ابن خلدون جلد سیزدہم ص ۱۶۸-

خلیفہ راضی باللہ

نام و نسب ابو العباس احمد مقتدر بن معتضد بن طلحہ بن متوکل[1] ظلوم نامی رومی کنیز کے شکم سے ۲۹۷ھ میں پیدا ہوا۔

تعلیم و تربیت مقتدر نے علمائے عصر سے تعلیم دلوائی۔ علامہ بغوی سے احمد نے حدیث کی سماعت کی۔ ادب اور شاعری سے دلی لگاؤ تھا۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

راضی عقیل۔ سخی، ادیب، شاعر، فصیح آدمی تھا۔ علماء کی خدمت کیا کرتا اور اچھے شعر کہتا[2]

خلافت قاہر کی گرفتاری کے بعد احمد بن مقتدر اپنی ماں کے ساتھ مقید تھا۔ امرائے سلطنت نے اسے آزاد کر کے روز پنجشنبہ ۶ جمادی الاول ۳۲۲ھ میں اس کی بیعت کرلی راضی باللہ کے لقب سے ملقب ہوا۔

حاجب محمد بن یاقوت رہا۔

وزارت راضی علمی ذوق کا فرد تھا۔ وزارت کے لیے ابن مقلہ پر نظر پڑی۔ اس کو ہی منصب وزارت پر سرفراز کیا۔ عنان وزارت

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۰۸، ۲۰۹ [2] تنبیہ اشراف ص ۲۸۴

ہاتھ میں لیتے ہی اپنے دشمنوں سے نیک سلوک سے پیش آیا۔ مگر امیر محمد بن یاقوت اس سے کھٹکتا ہی رہا راضی کے آغاز عہد میں تمام امور وزیر ابن مقلہ اور مذکور الذکر ابن یاقوت کے اختیار میں تھے۔

حنابلہ | حنابلہ امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب ہیں راضی کے عہد میں انہوں نے معاصی کا چاروں طرف چرچا دیکھا تو اصلاح کرنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ افسروں اور عوام کے گھروں میں گھس کر تلاشیاں لیں شراب کے قرابے توڑ دیئے مغنیہ عورتوں کو سزائیں دیں مزامیر کو بے کار کر دیا مگر بے حد غلو کو کام میں لائے تو اُن کے متعلق مخالف علما نے حلول و تشبیہ کی تہمت رکھ کر حکومت سے اُن کو پٹوا دیا اس میں بہت سے ظلم و تشدد کے شکار ہوئے

ابن مقلہ | آگے چل کر ابن مقلہ معطل ہو کے رہ گیا تو خلیفہ سے لگائی بجھائی کر کے ابن یاقوت اور اس کے بھائی مظفر کو قید کرا دیا۔ مگر مظفر نے ابن مقلہ سے عہد لے کر آزاد کر دیا۔ مگر اس نے فوج کو تنخواہ کے سلسلہ میں بھڑکا دیا۔ اس نے ابن مقلہ کو گھیر لیا اور معزول کر دیا۔ علی بن عیسیٰ سے وزارت کے لیے کہا اس نے اپنے بھائی عبد الرحمٰن کی سفارش کی وہ وزیر ہو گیا مگر ملک کی حالت بگڑ چکی تھی۔ مستعفی ہو گیا۔ اس پر اس سے ۷۰ ہزار وصول کیے اور عیسیٰ سے ایک لاکھ کا جرمانہ وصول کیا۔ منصب وزارت پر ابو جعفر کرخی سرفراز کیا گیا۔

بغاوت ہارون بن غریب | ہارون بن غریب مقتدر کا ماموں زاد بھائی

تھا وہ قاہر کے عہد میں دینور، اور ماسبذان کا حاکم تھا اس نے بغداد آکر حکومت میں دخیل ہونا چاہا۔ راضی نے اس کے ارادے سے مطلع ہو کر اس کو روکا گروہ ضد کر گیا اور بغداد روانہ ہو گیا۔ راضی نے حاجب محمد بن یاقوت کو اس کے مقابلہ پر بھیجا۔ ہارون نے اسے شکست دے دی۔ گھوڑا حاجب کے پیچھے ڈال دیا۔ بدقسمتی سے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی یہ نیچے آرہا۔ اس کے غلام یمن نے انعام کے لالچ سے اپنے آقا کا سر کاٹ لیا اور حاجب کو نذر کیا[1]

عماد الدولہ کا اقتدار دولت عباسیہ زوال کے دور میں گذر رہی تھی خودسر اور حوصلہ مند لوگ اپنی حکمرانی قائم کرتے جا رہے تھے۔ مگر یہ رسم البتہ باقی تھی کہ عباسی خلیفہ ان کی حکومت کی تصدیق کردے۔ عماد الدولہ علی بن بویہ نے شیراز پر قبضہ کرنے کے بعد ابن مقلہ سے مقبوضہ علاقوں کی حکومت کی سند کی درخواست کی اور خلافت بغداد کی اطاعت کے اقرار کے ساتھ ایک رقم سالانہ پیش کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ ابن مقلہ نے وقت کے تقاضہ سے منظور کر لیا اور راضی باللہ کی جانب سے خلعت اور لوائے حکومت بھوا دی۔ اس سے اس کی عظمت بڑھ گئی۔ اس کا حریف مرداویج تھا۔ اس کو عماد الدولہ کا اعزاز ناگوار گذرا۔ اس نے فوج کشی کر دی۔ عماد الدولہ نے اس کی دلجوئی کے لیے اس کا نام خطبہ میں اور اس کی اطاعت پر صلح کر لی[2]

---

[1] ابن اثیر جلد ۸ ص ۱ [2] ابی الفداج ۲ ص ۸۲

مگر مرداویج کچھ دن بعد اپنے ایک ترک کے ہاتھ سے قتل ہوا تو اس کا بھائی وشمگیر اس کا جانشین ہوا۔ عماد الدولہ کے لیے یہ موقعہ راس آیا۔ عراق اور خوزستان عباسی حکومت کا خالصہ تھا۔ اس پر امیر یاقوت، عماد الدولہ، مرداویج، بریدی ہر ایک کی نگاہ تھی۔ عماد الدولہ نے یاقوت پر حملہ کر کے مغلوب کر لیا اور ان علاقوں پر قبضہ جمایا۔ راضی نے یہ رنگ دیکھ کر فارس۔ عراق خوزستان کے علاقہ پر بھی باقاعدہ عماد الدولہ کی سرداری منظور کر لی۔ عماد الدولہ نے شیراز کو مستقر بنایا۔[1]

واقعات ناصر الدولہ حمدانی راضی کی جانب سے امیر محمد حسن بن عبد اللہ بن حمدان الملقب بہ ناصر الدولہ موصل و دیار ربیعہ کا والی تھا۔ اس نے بھی اور امرائے سلطنت کی طرح ہاتھ پیر نکالے۔ اس کے چچا ابوالعلاء بن حمدان نے خلیفہ راضی سے خفیہ طور سے ناصر کے مقبوضات کا ٹھیکہ لے لیا اور جب یہ موصل پہنچا۔ ناصر کو خبر لگ گئی۔ استقبال کے بہانے سے یہاں سے نکل گیا۔ ابوالعلاء موصل پہنچا اسے معلوم ہوا کہ وہ میرے استقبال کے لیے دوسرے راستہ سے گیا ہے یہ اس کے مکان میں ٹھیرا۔ ناصر الدولہ نے واپس آ کر اس کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا۔ راضی کو یہ واقعہ گراں گذرا۔ اس نے ابن مقلہ کو ناصر الدولہ کی گوشمالی کے لیے موصل روانہ کیا۔ ناصر نے راہ فرار اختیار کی ابن مقلہ نے موصل میں کچھ عرصہ رہ کر وہاں کا انتظام درست کیا

---

[1] ابن الفداج ۲ ص ۸۲

اور چلتے وقت علی بن طباب اور ماکرد دیلمی کو اس کی حفاظت کے لیے چھوڑ گیا اور بغداد لوٹ آیا۔ ناصر ابن مغلہ کے ہٹتے ہی موصل آپہنچا۔ ان دونوں عمال خلیفہ کو نکال باہر کیا اور موصل پر حکمرانی کرنے لگا۔ اور راضی سے بھی عفو تقصیر کرالیا۔

بنو فاطمی

عبیداللہ مہدی[1] نے مغرب میں حکومت قائم کر لی تھی اس کے انتقال پر اس کا بیٹا ابو القاسم محمد الملقب بہ القاسم بامراللہ بادشاہ ہوا۔

---

[1] عبیداللہ مہدی کے متعلق علامہ سیوطی کی تحقیق یہ ہے کہ مہدی کا یہ دعویٰ کہ میں علوی ہوں بالکل لغو ہے۔ کیونکہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ مہدی کا دادا مجوسی تھا چنانچہ قاضی ابوبکر باقلانی کہتے ہیں کہ عبیداللہ الملقب مہدی مجوسی مغرب میں پہنچا اور علوی ہونے کا دعویٰ کیا۔ لیکن علمائے نسب میں سے کسی نے اس کے دعوے کو نہیں مانا دراصل وہ خبیث باطن تھا شراب و زنا کو جائز کر دیا تھا پچیس برس حکمرانی کی[1]

---

[1] تاریخ الخلفاص ۲۰۸

مصر میں دولت اخشیدیہ کا آغاز

۳۲۳ھ میں راضی باللہ نے محمد بن طغج الاخشید کو مصر کا گورنر بنایا لیکن ابن طغج صرف گورنری پر قانع نہ ہوا۔ بلکہ اس نے مصر کو مستقل طور سے اپنے قبضہ میں لانا چاہا اور اپنی حکومت بنا لینے کی تدبیریں کرنے لگا۔ راضی میں طاقت نہ تھی لہذا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ بلکہ اپنی سعی سے مصر مع شام کے اپنے قبضہ و تصرف میں لے آیا۔ راضی نے مجبوری درجہ قطع تعلق کے بجائے اخشید کا لقب اس کو عطا فرمایا۔ اس طرح سے دولت اخشیدیہ[1] کی بنا پڑی۔

امیر الامرائی وزیر ابو جعفر نے بیت المال کو دیکھا کہ خالی پڑا ہے ادھر محمد بن رایق والی بصرہ اور ابو عبداللہ بریدی والی اہواز نے خراج روک دئے اور ابن بویہ نے صوبہ فارس پر قبضہ کر لیا۔ مطالبات کی کثرت اور بے مائگی سے تنگ آکر ابو جعفر روپوش ہو گیا۔ اس کی جگہ پر ابو القاسم بن سلیمان کو بلایا گیا۔ لیکن وہ بھی نظام حکومت کو نہ سنبھال سکا۔ خلیفہ نے مجبور ہو کر ابن رایق سے خط و کتابت کی اور بغداد میں بلا کر خلافت کے کل صوبوں

---

[1] اخشیدی آل طولون کے موالی میں تھا۔ ۳۲۳ھ میں اپنی حکومت قائم کی جو ۳۵۸ھ تک رہی اس کی اولاد میں سے ابو القاسم انوجور بن اخشید۔ ابو الحسن علی بن اخشید۔ ابو المسک کافور مولیٰ اخشید۔ ابو الفوارس احمد بن علی بن اخشید۔ یکے بعد دیگر ملوک ہوئے (جلد ہفتم میں تفصیلی حالات درج ہیں) دائرۃ معارف القرآن ج ۸ ص ۱۰۳

کا دفتر خراج سپرد کر کے اس کا لقب امیر الامراء رکھا۔ دفتر وزارت توڑ دیا گیا کل اختیارات ابن رائق کے ہاتھ میں آ گئے۔ سارا مالیہ ابن رائق کے قبضہ میں تھا۔ جس طرح مرضی ہوتی وہ کام میں لاتا۔ اور خلیفہ کو بقدر گذارہ کے رقم دیدیا کرتا۔ مگر خراج کی آمد بند تھی جو کچھ آتا بھی تھا وہ انتظام سلطنت کے لیے ناکافی تھا۔ ابوالفتح جعفر بن فرات شام اور مصر کے خراج کا والی تھا ابن رائق نے اس کو وزارت پر بلا لیا۔ بغداد آیا تو اس پر خلیفہ کی نوازشات بہت تھیں۔ مگر وہ برائے نام خلیفہ کا اور حقیقتاً وزیر ابن رائق کا تھا۔

خلافت اور سیاست میں فرق اس انقلاب نے خلافت کو سیاست سے جدا کر دیا۔ عملی طور پر خلیفہ سیاست سے قطعی بے تعلق ہو گیا۔ امیر الامراء کے ہاتھ میں عنانِ حکومت تھی۔ حتیٰ کہ خطبہ میں بھی امیر الامراء خلیفہ کا شریک بن گیا۔ خلیفہ کی شان صرف دینی رہ گئی

واسط پر بریدی کا اقتدار واسط میں عبداللہ بریدی حکمرانی کر رہا تھا ابن رائق خلیفہ کو لے کر واسط روانہ ہوا اس نے وقت کے تقاضہ سے ۳ لاکھ ۶۰ ہزار دینار سالانہ ۳۰ ہزار ماہوار کے حساب سے بارہ اقساط میں دینے کی استدعا کی خلیفہ نے منظور کر کے بغداد کی مراجعت کی مگر بریدی نے چند دینار بھی نہ بھیجے تو ابن رائق نے اس کو وزارت کا لالچ دیا۔ اس نے احمد بن علی کوفی کو اپنی طرف سے بھیج دیا۔ ابن رائق نے ظاہرہ ہاتھوں ہاتھ لیا اور بریدی کے بھائی ابو یوسف کو بصرہ کا والی مقرر کر دیا تو بریدی نے مع فوج کے اس کو بصرہ پر قبضہ کرنے بھیجا۔ اب اہواز سے

بصرہ تک بریدیوں کی حکمرانی قائم ہوگئی تو انہوں نے خودسری اختیار کی رائق نے بجکم دیلمی اور بدر خرشنی کو فوج کے ساتھ بریدیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا بجکم نے سوس پر قبضہ کیا۔ پھر تستر کی طرف متوجہ ہوا۔ ابوعبداللہ بریدی معہ اپنے بھائی کے ۳ لاکھ درہم اور ساز و سامان لے کر کشتی میں سوار ہو کر فرار ہوگئے راہ میں کشتی باد مخالف سے الٹ گئی بمشکل ان دونوں بھائیوں کی جان بچی۔ یہ ابلہ اور وہاں سے بصرہ پہنچے۔ اعیان اہل بصرہ کو درمیان میں ڈال کر ابن رائق سے صلح کرنا چاہی۔ مگر ابن رائق نے منظور نہ کی اور بصرہ پر بجکم نے حملہ کر دیا۔ بریدی نے اہل بصرہ کو ساتھ لے کر مقابلہ کیا۔ فوج رائق شکست کھا گئی۔ رائق خود فوج لے کے آیا۔ اور بجکم کو بھی جو اہواز پر قابض تھا بلایا۔ لیکن بریدیوں سے ہزیمت اٹھا کر واپس گیا۔ بریدی کی ہمت بڑھ گئی۔ اس نے عماد الدولہ ابن بویہ (دیالمہ) کو عراق کی طمع دلا کر اپنا بنا لیا۔ اس نے بریدی کے جھانسے میں آکر اپنے بھائی معزالدولہ کے ہمراہ فوج بھیجی۔ اس نے آتے ہی اہواز پر حملہ کیا اور بجکم کو نکال باہر کیا۔ وہ واسط آگیا۔ مگر بریدی کی چالاکی معزالدولہ پر کھل گئی تو وہ اس سے منحرف ہوگیا۔

بجکم بچلا نہ بیٹھا سوس اور جندیسابور پر اس نے قبضہ جمایا۔ اہواز پر بریدیوں سے وہ دو دو ہاتھ کئے۔ ان کو شکست دے کر اہواز پر بھی قبضہ کیا ابن رائق کی بغداد میں قوت ختم ہوگئی۔ اس کے ساتھی اس سے کٹ گئے بجکم نے بھی اس سے آنکھیں پھیر لیں اور واسطہ کا خراج بھیجنا بند کر دیا اور

خفیہ طور سے ابن مقلہ کے ذریعہ خلیفہ سے امیر الامرائی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ خلیفہ نے منظور کر لیا چنانچہ بجکم بخوشدلی معہ فوج کے بغداد آیا۔ ابن رائق نے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھا گیا۔ ۱۳۔ ذیقعدہ ۳۲۶ھ میں بجکم بغداد میں داخل ہوا۔ خلیفہ نے خوشدلی سے امیر الامرائی کا منصب اس کو عطا کیا[1]۔ ابن رائق نے ایک سال دس ماہ امیر الامرائی کے منصب پر فائز رہنے کے بعد روپوشی اختیار کی۔ ۳۲۷ھ میں ناصر الدولہ بن حمدان نے موصل کا خراج روک دیا بجکم خلیفہ کو ساتھ لے کر اس طرف گیا اور اس کو مغلوب کر کے رقم وصول کر لی۔ ادھر رائق نے بغداد کو خالی پا کر بغداد کی ایک جماعت کو مطیع کر لیا جب امیر بجکم اور راضی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے رفع شر کے لیے اس کو خراسان۔ رہا۔ قنسرین۔ عواصم وغیرہ کی گورنری عطا کر دی وہ وہاں چلا گیا۔ راضی اور بجکم بغداد لوٹ آئے۔

شام پر رائق کا قبضہ

رائق نے گورنری ہاتھ میں لیتے ہی ۳۲۸ھ میں بدر نائب اخشید کو شکست دے کر شام پر قبضہ کیا اور آہستہ آہستہ عریش تک اپنا دائرہ حکومت وسیع کر لیا۔ مگر اخشید نے چند دنوں میں یہ زرخیز علاقہ لڑ بھڑ کر واپس لے لیا اور شام پر حملہ آور ہوا۔ مگر ناکام رہ کر واپس چلا گیا۔ اس معرکہ میں اخشید کا بھائی مارا گیا۔ شام پر ابن رائق کا کامل تسلط ہو گیا۔

دولت عباسیہ کی تقسیم

ابن رائق امیر الامرا بنایا گیا تو اس وقت خلافت

۱؎ ابن اثیر جلد [illegible] ص ۱۱۷

عباسیہ کے قبضہ میں صرف بغداد اور اس کے توابعات کے سوا کچھ نہ تھا۔ تمام صوبے دوسروں کے قبضہ میں تھے۔ بصرہ پر ابن رائق قابض تھا۔ خوزستان میں ابوعلی محمد ابن الیاس کا اقتدار قائم تھا۔ رے اور اصفہان رکن الدولہ ابن بویہ اور وشمگیر بن زیار کے زیر نگیں تھا۔ موصل۔ دیار بکر۔ مضر۔ ربیعہ پر بنوحمدانی حکمرانی کر رہے تھے۔ مصر اور کچھ علاقہ شام پر اخشید کی فرمانروائی تھی خراسان و ماوراء النہر کی حکومت پر نصر سامانی براج رہا تھا۔ طبرستان و جرجان دیلمیوں کے زیر نگیں تھا۔ بحرین و عمان پر ابوطاہر قرمطی حکمرانی کر رہا تھا۔ اندلس اور افریقہ کے علاقے پہلے ہی سے دوسروں کے قبضہ میں چلے گئے تھے بلکہ امیر عبدالرحمٰن شاہ اندلس نے عباسی خلیفہ کا حشر دیکھ کر اپنا لقب امیرالمومنین ناصرالدین اللہ اختیار کر لیا تھا۔[۲]

حوادثات قرامطہ قرمطی نے راضی باللہ کے عہد میں بھی فوج کے دو دستے کوفہ اور واسط کے نواح میں روانہ کئے۔ مگر نتیجہ خیز جنگ نہیں ہوئی۔ قرمطی ثانی اسکے بعد سے برابر احساء یا دبحرین میں رہنے لگا اور حکمرانی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ۳۳۲ھ روز دوشنبہ ۷ رمضان کو اس کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ اس وقت اس کی عمر ۳۸ سال کی تھی۔ اس کی پیدائش ۲۹۴ھ میں ہوئی اور جب اس کا باپ ابوسعید جنابی ۳۰۱ھ میں مارا گیا ہے اس وقت قرمطی کی عمر ۷ سال کی تھی باپ کے مرنے کے بعد اس کی فوج ۹ سال تک بیکار پڑی رہی۔

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۲۰۸ [۲] ایضاً ص ۲۰۹

رمضان سنہ ۳۱۳ھ میں ابو طاہر نے اس کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔ سنہ ۳۱۶ھ میں اُن کا کوفہ پر غلبہ لغلبیہ کی وجہ سے ہوا۔

کوفی قرامطۂ لغلبیہ کے حالات قرامطہ لغابیہ کے سرداروں کے نام سعود بن حرث، علیٰی بن موسیٰ بن رخست، عبدان بن ربیط متلقب بہ قرمیط معروف بہ ابن ابی السعید ابن الاعمی، ابوذر جوہری تھے۔ قبائل بنو ذہل اور بنو زقاعہ کے عوام اسی جماعت کے پیرو ہو گئے تھے سرداران لغابیہ نے اپنی قوت بڑھا کر جنبلاء اور تل فخار کے نواح میں قبیلہ بنو ابن لغیس پر حملہ آور ہوئے اور اُن کو شکست دے کر اس کے تمام افراد کو اپنے تصرف میں لے آئے۔ ہارون بن غریب الخال اور صافی غلام نصر قشوری کا اس جماعت سے مقابلہ ہوا۔ اور اس جماعت کے کچھ لوگ مقتول ہوئے اور کچھ لوگ قید کئے گئے اور کچھ لوگ سلیمان بن حسن سے جب وہ ہیت سے بلد البحرین واپس جا رہا تھا مل گئے۔

اس جماعت کے لوگوں کو سلیمان کے لشکر میں آجمین کہتے تھے کیونکہ ان میں اکثر لوگ آجام یعنی جنگلوں اور کوفہ کے علاقۂ طفوف میں رہا کرتے تھے

وقائع قرامطہ غلام معروف بہ زکری جو بلاد اصفہان کے شاہان عجم کی اولاد سے تھا۔ وہ قرمطیوں کے دام میں آگیا۔ وہ سنہ ۳۱۶ھ میں قرامطی کے پاس آیا۔ ابو طاہر نے سنہ ۳۱۹ھ میں حکومت اس کے حوالے کر دی۔ تمام قرامطہ نے اس پر اتفاق کر لیا۔ اس نے عجیب و غریب جرائم اور طریقوں سے لوگوں کو پھانسنا شروع کر دیا۔ ابو طاہر کے بہنوئی ابو حفص

ابن ذرقان کو اس نے قتل کر دیا جو عقل و علم و ادب میں سب سے زیادہ لائق اور کامل تھا۔ پھر بنو سلیمان اور سردارانِ لشکر کو قتل کیا۔ جن کی تعداد سات سو تک بیان کی جاتی ہے۔ لشکر میں بری عادتیں اور قبیح خصلتیں ذکری کی وجہ سے پڑ گئیں۔ جن کی مثال جب سے ابو سعید اور اس کی اولاد ان ممالک پر مسلط ہوئی۔ اس قوم کے لشکر میں کبھی دیکھی اور نہ سنی گئی تھیں۔ ذکری کی حرکات سے اس کے متبع بھی بیزار ہو گئے اور انھوں نے موقعہ پاکر اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد ابو سعید حسن بن بہرام جنابی ان کا سرگروہ بن گیا۔ وہ بنو مسمار سے آکر ملا۔ ان کو ہمنوا بنا کر قطیف آیا۔ یہاں بنو کلاب کو ہمخیال کیا۔ ابو زکریا بحرانی بھی اس کا ہم آہنگ ہو گیا۔ مگر ہر دو میں کچھ عرصہ بعد پیچ لگ گئی۔ ابو سعید نے ذکریا کو مار ڈالا پھر اس نے بحرین وغیرہ پر قبضہ جمایا۔ قطیف میں علی بن مسمار رہتا تھا۔ اس کو بھی تہ تیغ کیا اور پورا قبضہ و تسلط قطیف پر ابو سعید نے کر لیا۔ اس کے علاوہ قرامطہ کا دوسرا شہر زرہ تھا جہاں خاندان حسن بن عوام آباد تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ زرد سے تھا۔

تیسرا شہر صفوان تھا یہاں بنو حفص آباد تھے یہ خاندان عبد القیس سے تعلق رکھتا تھا۔

چوتھا شہر ظہران اور پانچواں احسار یہاں بنو سعد آباد تھے جن کا تعلق قبیلۂ تیم سے تھا۔

چھٹا شہر حواثا یہاں خاندان عریان بن ہیثم ربعی آباد تھا۔ عریان کا ذکر علی بن محمد نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔ علی بن محمد اپنا انتساب ابو طالب

کی طرف کرتا ہے یہ زنج کا رہنے والا تھا۔ بصرہ میں اس کی تحریک کا آغاز ہوا۔ وہاں جانے سے پہلے جب یہ بحرین کے بنی تمیم کلاب نمیر اور دوسرے قبائل میں اپنی تحریک کی اشاعت کر رہا تھا تو عریان نے قبائل عبدالقیس بنی عامر بن صعصعہ محارب بن خصفہ بن قیس بن عیلان وغیرہم کے ساتھ پے در پے حملے کر کے بحرین اور اس کے نواح سے اس کو نکال دیا اور اس کے ساتھ بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔[۱]

ابوسعید کا قتل اس کی فتنہ انگیزی سے حکومت بہت پریشان ہو گئی تو اس کی سرکوبی کے لیے بدر مجلس بھیجا گیا۔ بدر کے ساتھ صقلبی تھے۔ ان میں سے دو شخص ابوسعید قرمطی کے خادم بن گئے انہوں نے حمام میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کا دور فتنہ ۲۷ برس تک قطیف بحرین و ہجر کے فتح ہو جانے تک) رہا۔[۲]

راضی کے عہد سے عباسی خلفاء کی بہت سی خصوصیات ختم ہو گئیں۔ دولت عباسیہ انتہائی انحطاط کی طرف جا رہی تھی۔ شورشیں بڑھ رہی تھیں۔ امراء اپنے اقتدار کی خاطر باہمی دست بگریباں تھے۔

راضی کی وفات راضی مرض استسقاء میں مبتلاء ہوا۔ ربیع الاول ۳۲۱ھ میں انتقال کر گیا۔ عمر ۳۲ سال کی تھی مدت خلافت چھ سال دس مہینے۔

اوصاف راضی باللہ علمی اعتبار سے نہایت لائق و فائق تھا۔ تاریخ

---

[۱] التنبیہ والاشراف ۲۸۶ [۲] ایضاً ص ۲۸۶

ادب اور شاعری میں صاحب کمال تھا۔ اس کا دیوان بھی ہے اس کے علاوہ تاریخ میں اس کی معلومات بڑی وسیع تھیں۔ علمأ اور اہل کمال کا بڑا قدر دان تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے ارباب کمال جمع تھے ہر ایک کو اپنی فیاضیوں سے نوازتا رہتا تھا[۱]۔ راضی پست ہمت نہ تھا حتی المقدور اپنے اقتدار کو سنبھالے رکھا۔ اس کے عہد کے اُمرأ خود بھی صاحب جوہر اور تہور و شجاعت میں یگانہ تھے۔ مگر راضی کی حسن قابلیت تھی کہ بے دست و پا ہوتے ہوئے اُن کو مرہون منت بناتا رہا۔ مگر امرأ اپنی خود غرضیوں میں مبتلا تھے" ان کی شجاعت و مردانگی باہمی کشمکش میں صرف ہوتی تھی

راضی نے عباسی دربار کی پرانی روایات اور خصوصیات کو ابتدار میں قائم رکھا۔ اس کا عہد اس بہار کا آخری منظر تھا۔ اس کے آخری عہد سے ہی بہار پر خزاں آ گئی۔"

فیاضی اور سیر چشمی میں اپنے اسلاف کے قدم بقدم تھا۔ اس کے ندیم اور حاشیہ نشین اس کے انعام و اکرام سے مالا مال تھے[۲]۔

خطبہ راضی جمعہ کی نماز خود پڑھاتا تھا اور خطبہ بلیغ پڑھتا تھا ابوالحسن بن درقویہ کہتے ہیں کہ اسمٰعیل خطبی شب عید کو خلیفہ کے پاس گئے۔ راضی نے ان سے پوچھا کہ کل میں عید کی نماز پڑھانے کے بعد کیا دعا مانگوں۔ انھوں نے کہا کہ تم یہ آیت قرآن بطور دعا پڑھنا۔ رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ۔

---

[۱] مروج الذہب ج ۸ ص ۳۸۹ [۲] تاریخ الخلفاء ص ۲۰۹

علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔ راضی آخری خلیفہ تھا جس نے فوج کی تنخواہ کے قواعد بنائے۔[1]

راضی کے عہد کے علماء | نفطویہ، ابن مجاہد مقری۔ ابن کاس حنفی، ابن ابوحاتم میرمال۔ ابن عبداللہ صاحب العقد، اصطخری شیخ الشافعیہ، ابن شنبوذ، ابوبکر انباری۔[1]

محدث و فقہا | مکحول نسفی تلمیذ ابی سلیمان فقیہ و محدث تھے۔ ۳۱۸ھ میں وفات پائی۔

احمد بن محمد علامہ الطحاوی۔ فقیہ و محدث مشہور و معروف ہیں سمع حدیث محمد بن سلامہ و یونس بن عبدالاعلیٰ و بحر بن نصر وغیرہ سے کی۔ اس سے روایت الطبرانی و ابوبکر المقری نے کی۔ آپ سے ابوبکر محمد بن منصور و امغانی نے فقہ حاصل کی۔ معانی الآثار، مشکل الآثار، احکام القرآن، مختصر الطحاوی، شرح جامع کبیر و صغیر، کتاب الشروط، کتاب السجلات والوصایا و الفرائض وغیرہ تصانیف و تالیف سے ہیں وفات ۳۲۱ھ میں ہوئی۔[2]

محمد بن محمد بن محمود ابو منصور ماتریدی مشائخ کرام سے تھے۔ تصحیح عقائد و رد اہل الاہوار و البدعہ میں تصانیف کثیرہ ہیں ۳۳۳ھ میں وصال ہوا۔[3]

فلسفی | ابو بشر متی بن یونس منطق و فلسفہ کا عالم تھا۔ راضی باللہ کے عہد میں بغداد میں علوم فلسفہ کی اشاعت کی درس و تدریس مشغلہ تھا۔ ۳۲۶ھ میں فوت ہوا۔[3]

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۰۹ [2] مقدمہ فتاوی عالمگیری ص ۵۵ [3] طبقات الاطباء ج ۱ ص ۲۲۵، القفطی ص ۲۱۲

خلیفہ متقی باللہ

نام و لقب ابو اسحاق ابراہیم متقی باللہ بن مقتدر بن معتضد ام ولد مسماۃ خلوب یا زہرہ کے بطن سے تھا۔

خلافت راضی کی وفات کے بعد انتخاب خلافت صرف امیر الامراء کے حکم کے انتظار میں چند دن معرض التوا میں رہا جب واسط سے امیر بجکم کا منشی ابو عبداللہ کوفی یہ حکم لے کر آیا کہ ارکین سلطنت قاضی و فقہا، رؤسائے بغداد آل عباس، علویین اور راضی کا وزیر سلیمان بن حسن وغیرہ جمع ہو کر خلیفہ منتخب کر لیں۔ چنانچہ انہوں نے جمع ہو کر ابو اسحاق بن مقتدر کے ہاتھ پر ۳۲۹ھ میں بیعت کر لی[۱] عمر اس وقت ۳۴ سال کی تھی۔ متقی باللہ کے لقب سے ملقب کیے گئے۔

تعلیم و تربیت شاہی خاندان میں تعلیم و تربیت ہوئی تھی۔ اتقا و زہد اسلاف سے ورثہ میں پایا تھا۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

بہت زیادہ روزے رکھنے والا اور عبادت کرنے والا تھا[۲]۔

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۲۰۹ [۲] کتاب تجارب الامم جز و سادس ص ۲

بجکم کا قتل ۳۲۹ھ میں خوزستان میں ابو عبداللہ بریدی نے اپنی مستقل حکومت قائم کر لی۔ بجکم نے اس کی سرکوبی کو فوج روانہ کی بریدی مقابل آیا اور شکست کھا گیا۔ بجکم خوزستان روانہ ہوا۔ راہ میں دولت مند قافلہ پڑاؤ کئے تھا۔ نیت بگڑ گئی۔ اس پر ہاتھ صاف کیا۔ مگر ایک کردی بچہ نے اچانک بجکم کی کمر میں خنجر بھونک دیا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا دو سال امیر الامرائی کی۔ تمام مال تقریباً ایک کروڑ دینار کا بحق حکومت ضبط ہوا۔

متقی نے عنانِ حکومت نئے سرے سے اپنے ہاتھ میں لی۔ کیونکہ سلطنت کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ برائے نام نظم و نسق سلطنت عبد اللہ احمد بن علی کوفی کاتب بجکم کے ہاتھ میں تھا اور وہی سیاہ سپید کے مالک بنے ہوئے تھے مگر بجکم کے مرتے ہی اس کی کمان اتر گئی۔ اس کی جگہ کو رتگین دیلمی امیر الامراء بنایا گیا۔ مگر امیر رائق کو اس کا عروج ناگوار ہوا۔ حملہ آور ہوا یہ مقابل آیا اور شکست کھا کر روپوش ہو گیا۔ پھر ابن رائق امیر الامراء ہو گیا۔ بریدی نے بغداد پر لشکر کشی بجکم کے مرتے ہی کی تھی اور جبریہ متقی سے پانچ ہزار دینار بھی فوج کے لیے لیے تھے۔ مگر فوج کو ایک حبہ نہ دیا۔ اس پر فوج بگڑ گئی۔ جان بچا کر واسطہ چلا گیا۔

گنبد خضرا ۳۲۹ھ میں گنبد خضرا جو منصور نے بنوایا تھا رعد و باراں کی زیادتی سے گر پڑا۔ یہ گنبد تاج بغداد سمجھا جاتا تھا۔ اسی گز

ؔ تاریخ الخلفاء ص ۲۷۰۔

اُونچا تھا اس کے نیچے ایک ایوان بیس گز مربع کا تھا۔ اس کے درمیان میں ایک سوار کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ جس طرف سے کوئی دشمن آنے والا ہوتا تھا۔ اس طرف اس کا منہ پھر جایا کرتا تھا۔[1]

بریدی کا خروج ۳۳۰ھ میں ابوالحسین علی بن محمد بریدی نے بیشتر قوتوں کو یکجا کر کے بغداد پر حملہ کیا۔ خلیفہ اور رائق دونوں اس کے مقابل آئے۔ مگر شکست اٹھا کر موصل ہر دو چل دیئے۔ بریدی نے بغداد میں داخل ہو کر خوب لوٹ مچائی۔ پر رونق شہر کو تباہ و برباد کر دیا خلیفہ تکریت پہنچا۔ اپنے بیٹے المنصور کو اور رائق کو امداد کے لیے موصل بھیجا۔ وہاں سیف الدولہ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن حمدان والی تھا وہ تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ جب یہ دونوں واپس ہوئے رائق کو قتل کرا دیا۔ اس واقعہ کے بعد ابن حمدان کو خلیفہ نے ناصر الدولہ کا خطاب دیا اور اس کے بھائی کو منصب امیر الامرائی پر فائز کیا۔ اور سیف الدولہ کا خطاب دیا اور اُس کو موصل کا تاج و تخت سپرد کیا۔ پھر اُن کو بغداد لایا۔ بریدی کو خبر لگی وہ روپوش ہو گیا اور واسط چلا گیا اور وہاں سے فوج لے کر بغداد پر پھر حملہ کرنے چلا۔ اہل بغداد میں سخت انتشار پیدا ہو گیا۔ معززین شہر بھاگنے لگے۔ خلیفہ متقی اور ناصر الدولہ ساتھ مقابلہ کے لیے نکلے اور سیف الدولہ نے بڑھ کر بریدی کو مدبرین پر آ گھیرا اور اس قدر پٹائی کی کہ واسط لوٹ گیا۔ مگر سیف الدولہ نے وہاں بھی پہنچکر خبر لی آخر ۳۳۲ھ

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۱۰

بصرہ جاکر دم لیا۔ سیف الدولہ کامرانی سے واپس آیا۔

رومی حملہ ۳۳۱ھ میں اہل روم نے ارزن پر ہر طرف سے حملہ کیے اور باشندوں کو خاک وخون میں ملایا۔ وہاں کے گرجا میں ایک رومال تھا جس کی نسبت عیسائیوں کا گمان تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا روئے مبارک اُس سے پوچھا تھا۔ اور آپ کی شبیہ مبارک اس میں منقش ہوگئی تھی عیسائیوں نے اس رومال کو منگوایا۔ مگر شرط یہ تھی کہ تمام قیدی رہا کر دیئے جائیں چنانچہ مسلمان قیدی آزاد کیے گئے اور رومال عیسائیوں کو دیدیا گیا۔

آذربائیجان پر رُوسی حملہ ۳۳۲ھ میں اُس کے غارت گروں نے بحری راستہ سے اطراف آذربائیجان پر حملہ کرکے بر ذعہ پر قبضہ کرلیا۔ مگر آذربائیجانیوں نے اُن کو مار پیٹ کر نکال باہر کیا۔

توزون کا اقتدار سیف الدولہ اور بریدیوں پھر چل گئی۔ بھائی کی سعادت کے لیے ناصر الدولہ ۱۳ ماہ امیر الامرائی کرکے موصل گیا۔ بغداد پر امیر توزون واسط سے آکو دا۔ متقی نے باجبر و اکراہ اس کی آؤ بھگت کی اور خلعت امیر الامرائی عطا کیا۔ توزن خفیف الحرکات تھا متقی سے چخ چخ ہوگئی۔ توزون نے ابوجعفر بن شیرزاد کو واسط سے بغداد بلا بھیجا اوس نے آکر بغداد کو اپنے تحت و تصرف میں کرلیا۔ متقی نے یہ رنگ دیکھ کر موصل ابن حمدون کو لکھا۔ وہ کثیر لشکر سے بغداد پہنچا۔ ابوجعفر روپوش ہوا۔ متقی اپنے اہل وعیال کو لے کر تکریت تشریف لے گئے ادہر ناصر الدولہ غزنوں اور کردوں کا ایک عظیم لشکر لے کر توزون سے مقام عکبرا پر قوت آزما

---

[۱] کتاب تجارب الامم جز سادس صفحہ ۸۸

ہوسئے ناصر الدولہ ابن حمدان کو مُنہ کی کھانا پڑی اور متقی کو تکریت سے لے کر موصل بھاگ گئے۔ امیر توزون نے پھر راہ میں اس کو آگھیرا۔ خلیفہ اور ابن حمدان نے مقابلہ کیا۔ مگر پھر انہیں شکست ہوئی۔ خلیفہ نے اب کوئی چارہ نہ دیکھا تو اخشید والی مصر کو اپنی مدد کے لیے بلا بھیجا۔ اس حرکت سے ناصر الدولہ کو اُن سے عناد پیدا ہو گیا تو خلیفہ نے خفیہ توزون سے صلح کا نامہ وپیام جاری کر دیا اس نے مان لیا اور ۳۰ لاکھ درہم لے کر عہد وپیمان و حلف ہو گیا۔ ادھر اخشید خلیفہ کی مدد کے لیے آیا۔ رقہ میں ملاقات ہوئی۔ اخشید نے متقی سے عرض کیا

امیر المومنین میں آپ کا غلام اور غلام کا بیٹا ہوں ترکوں کی شرارت اور عناد آپ کو معلوم ہو چکے۔ بہتر ہو آپ میرے ساتھ مصر چلے چلیے اور اس پر حکومت کیجئے۔ اور امن سے بیٹھ جائیے"[1]

لیکن متقی کو بغداد پہونچنے کی پڑی ہوئی تھی اخشید کبیدہ خاطر ہو کر مصر لوٹ آیا۔

۴ محرم ۳۳۳ھ کو متقی رقہ سے بغداد کی طرف روانہ ہوا توزون اس کے استقبال کے لیے آیا۔ انبار اور نوہیت کے درمیان ملنا ہوا توزون نے بڑے احترام سے خلیفہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ایک خیمہ میں اتار دیا۔ متقی آرام واطمینان سے بیٹھا ہوا تھا کہ علی بن مقلہ معہ ساتھیوں کے آیا اور متقی کی آنکھیں نکلوالیں اور اس کو بغداد بھیجدیا۔ امیر توزون بھی

[1] الفخری ص ۲۵۹

بغداد پہونچا اور عبد اللہ بن مکتفی کی مستکفی باللہ کے لقب سے بیعت کر لی۔ یہ واقعہ ۲۰ محرم ۳۳۳ھ کا ہے۔ پھر متقی کو جزیرہ میں قید کر دیا۔[1]

وفات متقی نے بحالت قید ۳۵۷ھ میں بعمر ۶۰ سال وفات پائی کل مدت خلافت چار سال ہے۔

اوصاف متقی میں جہاں بانی کا کوئی وصف نہ تھا۔ اس کے دور خلافت میں جنگ وجدال اور فتنہ وفساد ہوا کئے۔ غرضکہ نظام حکومت درہم برہم ہو گیا۔[2]

البتہ مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے متقی میں خوبیاں بہت تھیں خطیب کا بیان ہے کہ

> وہ اپنے پیشرو خلفاء کے بہت سے افعال واعمال سے محترز رہا، نبیذ کبھی نہیں پی۔[3] ہر وقت قرآن شریف تلاوت کرتا رہتا اور کہا کرتا تھا کہ میرا اس سے بڑھ کر کوئی رفیق و ندیم نہیں۔ اپنی کنیزوں کو منہ نہیں لگایا۔[4]

متقی کے عہد کے علما وفقرا ابو یعقوب النہرجوری۔ خلیفہ جنید بغدادی قاضی ابو عبد اللہ المحاملی۔ ابو بکر الغزالی صوفی حافظ ابو العباس بن عقدہ ابن ولاد النحوی[5]۔ احمد بن عصمہ صفار البلخی متوفی ۳۳۶ھ

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۱۱ و ابن اثیر ج ۸ ص ۱۳۶ [2] الفخری ص ۲۵۶ [3] تاریخ خطیب ج ۶ ص ۲[redacted] [4] تاریخ الخلفاء ص ۲۱۱ [5] تاریخ الخلفاء ص ۲۱۱

محدث وفقہا محمد بن محمد بن احمد بن عبد اللہ المعروف بحاکم الشہید فقیہ متبحر، حافظ الحدیث۔ ابو عبد اللہ حاکم صاحب مستدرک آپ سے تلمذ رکھتے تھے۔ کتاب منتقی وکافی ومختصر حاکم آپ سے معروف ہیں ۳۳۴ھ میں انتقال کیا۔

احمد بن سہل ابو حامد سمرقندی۔ شاگرد محمد بن الفضل سمرقندی ۳۴۰ھ میں فوت ہوئے۔ مختصر کرخی وشرح جامع صغیر وکبیر یادگار سے ہیں[۵]

مفسر شیخ ابو بکر محمد بن عزیز السجستانی علوم قرآن میں متبحر کا درجہ تھا الفرید تفسیر القرآن لکھی ۳۳۰ھ میں فوت ہوئے۔

۵؎ مقدمہ فتوی عالمگیری ص ۵۶

خلیفہ مستکفی باللہ

نام ولقب | ابوالقاسم عبداللہ مستکفی بن مکتفی بن معتضد ام ولد موسومہ املح الناس کے بطن سے ۲۹۲ھ میں پیدا ہوا۔

خلافت | بعد خلع خلافت متقی ۳۳۳ھ میں توزون نے ابو القاسم عبداللہ کو مستکفی باللہ کا لقب دے کر خلیفہ بنایا۔ عمر ۴۱ سال کی تھی اس کی مشورہ میں ایک عورت قہرمانہ شریک تھی۔ مستکفی نے اس کو اپنے خزانہ کا سکرٹیری بنا لیا اور اس کا نام علم رکھا۔

وزیر | ابوالفرج محمد بن علی سامری کو وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا۔

امیرالامرا | توزون ہی خود منصب امیر الامرائی پر برقرار رہا اس کو خلیفہ نے خلعت اور تاج پہنایا۔

سیف الدولہ کا اقتدار | ۳۳۳ھ میں سیف الدولہ نے اپنی حکمرانی کے دائرہ کو وسیع کرنے کے لیے حلب پر حملہ کیا اور اس کو قبضہ میں لے آیا۔ اس کے بعد حمص پر بھی متصرف ہو گیا۔ ان دونوں ملکوں کے انتظام سے فراغت پا کر دمشق کا محاصرہ کیا۔ لیکن اخشیدی والی مصر نے اس کو قنسرین میں مقابلہ کیا۔ سیف الدولہ کو

لے تاریخ الخلفاء ص ۲۱۱

جزیرہ کا رُخ کرنا پڑا۔ اخشید کامیابی حاصل کر کے دمشق واپس آ گیا

رومی اس اثنا میں رومیوں نے شورش مچائی اور اسلامی سرحد میں داخل ہو کر حلب تک پہنچ گئے۔ لیکن سیف الدولہ کی بہادر فوج نے رومیوں کو شکست فاش دی۔

ابوالحسن بریدی کا قتل عبداللہ بریدی کے انتقال ۳۳۳ھ کے بعد اس کا بھائی ابوالحسین جانشین ہوا تھا۔ فوج نے اس سے باغی ہو کر اس کے برادرزادہ ابوالقاسم کو اپنا امیر بنا لیا۔ ابوالحسن امیر قرامطہ سے مدد لے کر برسر اقتدار ہونا چاہا۔ مگر ناکام رہا۔ بغداد آ کر توزون کو رقم دے کر بصرہ کی حکومت لینا چاہی۔ ابوالقاسم نے زیادہ رقم پیش کی ابوالحسن ناکام ہوا۔ آخرش ابن شیرزاد نے توزون سے کہہ کر ابوالحسن کو گرفتار کر لیا قرامطہ سے تعلق رکھنے کی بنا پر قتل کیا گیا۔[۱]

وفات امیر توزون دو سال چار ماہ انیس دن توزون امیر الامرائی کر کے ۳۳۴ھ میں فوت ہوا۔ اس کا رفیق کار ابن شیرزاد مقام ہیت میں مقیم تھا جب توزون کے مرنے کی خبر لگی [redacted] فوج لیکر بغداد پر چڑھ دوڑا۔ یہاں کی فوج نے اس کا خیر مقدم کیا اور متفقہ اس کو منصب امارت کے لیے پسند کیا۔ خلیفہ نے بھی بمجبوری اس انتخاب کو قائم رکھا۔"

معزالدولہ احمد بن بویہ معزالدولہ کی امیر الامراء بننے کی دیرینہ تمنا تھی۔ مگر امیر توزون کی شجاعانہ سرگرمی سے

---

[۱] تجارب الامم ج ۶ ص ۷۹

مقابل آتے ڈرتا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد فوج لے کر بغداد پر آ دھمکا۔ مستکفی اور شیرزاد کو معلوم ہوا۔ پہلے روپوش ہونا چاہا۔ خلیفہ مستکفی نے موقعہ کی نزاکت کا لحاظ کر کے معزالدولہ کا خیر مقدم کیا اور ہاتھوں ہاتھ لیا اور دربار میں معزالدولہ کا لقب عطا کیا اور عہدہ امیرالامرائی پر تقرر فرمایا۔ اور مزید دلجوئی کے لیے اس کے بھائی علی کو عمادالدولہ اور حسن کو رکن الدولہ کے خطابات سے سرفراز فرمایا[1]

۳۳۴ھ میں سکوں پر بھی اُن کے نام کندہ کرائے۔ اس کے بعد بنی بویہ کا اقتدار بڑھتا گیا۔ اس نے کچھ عرصہ بعد نظام حکومت پر پورا قبضہ جمایا۔ اب دولت عباسیہ گویا بنی بویہ کی گردشِ چشم و ابرو کی محتاج بن گئی۔ کچھ دن بعد شیرزاد ظاہر ہوا۔ اُس کو معزالدولہ نے حاکم خراج کر دیا۔

خلیفہ کا وظیفہ معزالدولہ نے مستکفی کے حقوق و اختیارات سلب کر کے اس کے گذارے کے لیے پانچ ہزار ماہانہ اور تھوڑی سی جاگیر مقرر کر دی صرف خطبہ میں خلیفہ کا نام لیا جاتا یا بعض احکام و فرامین رسمًا اس کے نام سے جاری ہوتے تھے اور تختِ خلافت پر خلیفہ کے پہلو میں معزالدولہ بیٹھا کرتا تھا۔

سیاسی حالت بنی بویہ شیعہ تھے۔ ان کو بنی عباس سے کوئی ہمدردی نہ تھی اور نہ اُن کے دلوں میں خلفاء کا احترام تھا۔ ترک مستبد تھے مگر خلفاء کا احترام کرتے تھے دیالمہ کی تولیتِ خلافت سے خلفاء بنی عباس کا رہا سہا اقتدار ختم ہو گیا۔ خلیفہ کے ساتھ کوئی طاقت نہ تھی جس کے بھروسہ پر وہ اقتدار کو بحال کرتا۔ ترک دیالمہ سے گھٹ گئے تھے۔ آخرش مستکفی اپنے دن کاٹ رہا تھا۔ ایک

---

[1] تجارب الامم جلد ۵ ص ۸۵

سال چند ماہ خلافت کے منصب پر بیٹھے گذرے تھے

مستکفی کی معزولی معزالدولہ کو یہ وہم سوار ہوا کہ مستکفی مجھکو قتل کرا دے گا اور قہرمانہ علم خلیفہ کی ہمراز ہے چنانچہ اس نے اپنے دو نقیبوں کو بھیجکر قہرمانہ کی زبان کٹوائی اور دارالخلافہ کا کل سامان لوٹ لیا اور مستکفی کو تخت سے اُتار کر معزالدولہ کے دربار میں لے جاکر اُس کو معزولی کا حکم سُنایا[1] اور ۳۳۴ھ میں اس کو قید کر دیا۔ اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں بحالت قید مستکفی نے ۳۳۸ھ میں وفات پائی[2]۔ ۲۲ سال زندہ رہا کل مدت خلافت ایک سال چار ماہ ہے[3]۔

علماء قدامہ، اس کے اسلاف نصرانی تھے۔ مگر علمائے اسلام کی صحبت سے مشرف باسلام ہوا۔ اور علوم و فنون میں بڑا درک حاصل کیا ۳۲۵ھ عہد مستکفی میں مالگزاری کا محاسب مقرر ہوا۔ اس نے کتاب الخراج لکھی جس میں خلافت بنی عباسیہ کے صوبجات کی تقسیم کی۔ سالانہ آمدنی اور نظام رسل و رسائل پر بحث کی ہے۔ ۳۳۸ھ میں فوت ہوا۔

ابو الوفا البوزجانی الحاسب خلیفہ مستکفی اور مطیع کے عہد کا ماہر ہیت تھا۔ اُس نے حجاج بن یوسف بن مطر (متوفی ۸۳۳ھ) جس نے اقلیدس اور مجسطی کا ترجمہ کیا تھا۔ اس میں کچھ نقائص تھے تو ابو الوفا نے اس کی تصحیح کی اور زیج الواضح اور کتاب الہندسہ تصنیف کی۔ اس کا بڑا کارنامہ مثلثات کی تحقیقات ہے۔ مماس۔ مماس التمام۔ قاطع۔ قاطع التمام کو

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۴۰۶ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۶ [3] ابن اثیر ج ۸ ص ۴۰۶

کو زیادہ رواج دیا اور اس کے لیے ضابطے دریافت کیے۔ ریاضی میں اس کا پایہ مسلم ہے۔ ۲۹۴ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۳۸۸ھ میں عہد قادر میں انتقال ہوا۔

ابوبکر احمد بن محمد معروف جصاص رازی یگانہ روزگار سے تھے احکام القرآن آپ کی تالیف ہے۔ ۳۷۰ھ میں انتقال ہوا۔

شیخ ابو محمد عبداللہ بن عطیہ وطن دمشق تھا۔ آن کی تفسیر ابن عطیہ قدیم کے نام سے مشہور ہے ۳۸۳ھ میں انتقال کیا۔

علامہ خطابی علوم قرآن کا ماہر تھا۔ اس نے اعجاز القرآن معرکہ کی کتاب لکھی ۳۸۸ھ میں فوت ہوا[1]

ابوالحسن علی بن عیسیٰ بن عبداللہ الرمانی اخشیدی اور وراق سے مشہور تھے لیکن زیادہ تر رمانی ہی کہے جاتے تھے۔ مختلف علوم میں دستگاہ رکھتے تھے بہت متکلم تھے ۲۷۹ھ میں ولادت ہوئی اور ۳۸۴ھ میں وفات

---

[1] ابوداؤد کی مشہور شرح معالم السنن انہیں کی تصنیف ہے۔

خلیفہ مطیع للہ

نام و لقب ابو القاسم فضل مطیع اللہ بن مقتدر بن معتضد باللہ عباسی ام ولد شعلہ صقلبی کے بطن سے ۳۰۱ھ میں پیدا ہوا۔[1]

خلافت مستکفی کی معزولی کے بعد ۲۲ جمادی الآخر ۳۳۴ھ میں ابو القاسم فضل کو مطیع اللہ کا لقب دیکر نام نہاد تخت خلافت پر بٹھایا۔[2] مستکفی نے بھی بجبر بیعت کی اور معزولی کا اقرار کیا۔ معز الدولہ کسی علوی کو خلیفہ بنانا چاہتا تھا۔ اس کے ندیم شیعوں نے مخالفت کی کہ بنی فاطمہ کو خلیفہ بنا کر خود اپنے اقتدار کا خاتمہ اپنے ہاتھوں کرنا ہے یہ بنی عباس آپ کے قابو میں ہیں گے جب چاہے قتل کر دو۔ مگر بنو فاطمہ کو خلیفہ بنا کر عقیدت کے اعتبار سے اُن کا کچھ نہیں کر سکتے۔[3]

وفات اخشید ۳۳۴ھ میں اخشید نے دمشق میں وفات پائی۔ اس کا چھوٹا بیٹا انوجور اس کی جگہ پر فائز ہوا۔ مگر صغر سنی کی وجہ سے تمام کاروبار کو حبشی غلام کافور نے سنبھال لیا۔ سیف الدولہ نے اس کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر دمشق پر قبضہ کر لیا۔ مگر کافور نے قوت مردانگی سے سیف الدولہ سے دمشق کو واپس لے لیا۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۶ [2] تجارب الامم ج ۶ ص ۸۷ [3] ابن اثیر ج ۸ ص ۴۷۹

حجر اسود مطیع کی خلافت کو پانچ سال ہوئے تھے کہ ذوالحجہ ۳۳۹ھ میں قرامطہ نے حجر اسود واپس کر دیا جو بیت الحرام میں اپنی جگہ نصب کر دیا گیا۔[1]

خلیفہ کے اقتدار کا خاتمہ خلافت عباسیہ اگرچہ معزالدولہ کے اقتدار سے پہلے اپنی ساکھ کھو چکی تھی۔ مگر معزالدولہ نے رہی سہی آبرو کا خاتمہ کر دیا۔ معزالدولہ غالی شیعہ تھا اور مجوسی النسل اس نے خلیفہ کو اس قدر بیکار بنا دیا کہ خلیفہ کے پاس اس کے مال و اسباب کی نگرانی کے لیے ایک منشی کے سوا کوئی بھی خادم نہ رہا تھا۔ معزالدولہ نے عراق کے علاقے اپنی فوج کے امراء میں تقسیم کر دیے۔ ان لوگوں نے مالیانہ کی وصولی کے سلسلہ میں بے حد ظلم کاشتکاروں پر توڑے کہ وہ گھربار چھوڑ گیے۔ ادھر فوج میں عموماً دیالمہ تھے ان سے اور ترکوں سے چل گئی اور لوٹ مار ہونے لگی۔ تجارتی قافلوں کا آنا جانا بند ہو گیا۔ بغداد میں غلہ تک اس قدر گراں ہو گیا کہ باشندے مردار خور ہو گئے۔

ترویج شیعیت معزالدولہ نے اپنی شیعیت کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ عید غدیر منائی گئی۔ محرم میں عورتیں بالوں کو کھول کر نوحہ کرتی نکلیں اس سے بھی بڑھ کر تبرا بازی تھی۔[2] اس کی تفصیل دولت دیالمہ میں لکھی جا چکی ہے غرضکہ شیعہ سنیوں میں ٹھن گئی اور چاروں طرف سے معزالدولہ پر یورش ہو گئی نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں سخت ابتری پھیل گئی۔

موصل کے رئیس ناصرالدولہ نے اس فتنہ کا خاتمہ کرنا چاہا اور ملک کو

---

[1] التنبیہ والاشراف ص ۲۹۱ [2] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۷۹

معزالدولہ کے ظلم سے نکالنا چاہا۔ بریدی امیر بصرہ بحرین کا قرمطی جو معزالدولہ کا دشمن تھا۔ اس سے جا کر بحرین ملا قرمطی امیر عمان کے ساتھ بصرہ پر حملہ آور ہوئے۔ معزالدولہ سے سخت جنگ ہوئی۔ یہ آپس میں دست بہ گریباں تھے واسط اور بصرہ کے درمیان مقام بطیحہ میں عمران بن شاہین حوصلہ مند امیر تھا اس نے موقعہ موافق جان کر خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ معزالدولہ کی فوجیں اس کے مقابل ہوئیں تو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ آخر بش معزالدولہ ابن شاہین کے سامنے عاجز ہو گیا۔

ابن شاہین	ابن شاہین نے ۳۲۹ھ میں اپنی حکومت قائم کی جو ۴۰۸ھ تک قائم رہی[له]

الغرض معزالدولہ کا سارا عہد بغداد میں ظلم و ستم کا عہد تھا۔

۳۳۸ھ میں اس کا بھائی عماد الدولہ اصطخر میں مر گیا اس کے اولاد نہ تھی۔ اپنے بھتیجے فنا خسرو پسر رکن الدولہ کو جانشین کر گیا جو فارس کا بادشاہ ہوا اور اس کا لقب عضدالدولہ تھا معزالدولہ ۱۲ ربیع الاول ۳۵۶ھ میں مر گیا[ٹ] اس کا بیٹا بختیار (عزالدولہ) جانشین ہوا۔ یہ شرابی، کبابی اور متعہ کے شوق میں دن رات لگا رہتا تھا۔ اس کے وزیر ابوالفضل عباس بن حسین

له امرائے حکومت شاہین:- عمران بن شاہین (۳۶۹ھ) حسن بن عمران (۳۷۲ھ) ابوالفرج بن عمران (۳۷۳ھ) ابوالمعالی بن حسن (۳۷۳ھ) مظفر وزیر (۳۷۶ھ) مہذب الدولہ ابوالحسن (۴۰۸ھ) ابن مہذب الدولہ (۴۰۸ھ) عبداللہ ابن سنی (۴۰۸ھ) ٹ ابن اثیر جلد ۸ ص ۱۹۴

اور محمد بن عباس تھے جو اس کے ناز یبا طریقۂ عمل سے برگشتہ ہو گئے۔ اس سنہ میں ناصر الدولہ حمدانی والی موصل کو اس کی اولاد نے قتل کر دیا۔ اس کا بیٹا ابو تغلب رئیس ہوا۔ بختیار نے ۱۲ لاکھ درہم سالانہ خراج اُس پر لگا دیا۔

مصر میں فاطمی خلافت

۳۵۵ھ میں کافور نے انتقال کیا چنانچہ معزالدین فاطمی تاک میں تھا۔ اس نے اپنے سپہ سالار جوہر صقلی کو فوج دے کر مصر بھیجا۔ اس نے ۳۶۰ھ میں فاطمی خلافت کا جھنڈا مصر پر لہرایا۔ تفصیلی حالات بنو فاطمہ کے جلد ہفتم میں تحریر ہوں گے۔

رکن الدولہ اور وشمگیر دست بہ گریباں ہوئے۔ آخرش ۳۵۷ھ میں وشمگیر فوت ہوا۔ تو اس کا بیٹا "بے ستون" تخت نشین ہوا۔ اس سے بھی رکن الدولہ جنگ کرتا رہا۔

رومیوں کے حملے

سرحد پر قیصر روم نے حملہ کر دیا۔ خلیفہ کو معطل بنا دیا گیا تھا رومیوں کو جواب کون دیتا۔ معز الدولہ یا عز الدولہ کو عیش و عشرت اور ظلم و ستم سے اور ترویج سیئات سے فرصت کہاں تھی کہ اس طرف توجہ کرتے۔ سیف الدولہ حمدانی میں اسلامی جرأت تھی وہ رومیوں کے مقابل آیا۔ مگر ہر موقعہ پر رومی بڑھتے گئے اور ہزارہا مسلمان قتل ہوئے مسجدیں مسمار کی گئیں، ہزارہا بچے قید کر لیے گئے۔ سروج۔ میا فارقین دیار ربیعہ تباہ کئے پھر بحری راستے سے طرسوس پر رومیوں نے حملہ کر کے آگ لگا دی ۱۸ سو مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ ۳۴۸ھ میں رہا کو لوٹ لیا اور مسلمانوں پر ظلم و ستم کر کے چلتے ہوئے۔

۳۴۹ھ میں سیف الدولہ انتقام لینے کے لیے اُن کے ملک میں بڑھتا چلا گیا۔ رومیوں نے پیچھے سے آ کر گھیر لیا۔ کل فوج اسلامی ہلاک ہوئی۔ صرف تین سو نفوس سیف الدولہ کے ساتھ بچ رہے۔

۳۵۰ھ میں انطاکیہ کے مطوعین کی ایک جماعت روم کی طرف بڑھی لیکن رومیوں نے اُن کو گھیر کر ایک حصہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا دوسرے حصہ کو پکڑ لے گئے

دمستق کے مظالم

۳۵۱ھ میں دمستق (نیکوفورس) سپہ سالار قیصر اراذس عین زربہ کی طرف حملہ آور ہوا۔ اس نے ۵۴ قلعہ فتح کر لیے۔ لاکھوں مسلمان بے خانماں ہو گئے۔ اس کے بعد وہ حلب کی طرف متوجہ ہوا۔ والی حلب سیف الدولہ مقابلہ پر آیا۔ مگر اُس کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ سیف الدولہ کے اقربا اس جنگ میں کام آئے۔ دمستق نے سیف الدولہ کا مال و متاع لوٹ لیا اور اس کے محل کو منہدم کرا دیا۔ دو روز شہر میں لوٹ رہی۔ بقیہ مال کو نذر آتش کر دیا۔ اس کے علاوہ دمستق ظالم بارہ ہزار مسلمان بچوں کو پکڑ کر لے گیا۔ یہ سب مصائب مسلمانوں پر ہو رہے تھے معز الدولہ عز الدولہ کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ ۳۵۳ھ میں دمستق نے مصیصہ کا محاصرہ کیا۔ مسلمان رضا کار سیف الدولہ کی کمان میں آ کھڑے ہوئے۔ اُن کی مدد کے لیے پانچ ہزار خراسانی آ گئے۔ مگر رومی چلتے بنے اور طرسوس کو جا لیا۔ تین ماہ محاصرہ کیا۔ اُن میں وبا پھیلی، ہزارہا رومی مر گئے دمستق یہ رنگ دیکھ کر پیچھے بھاگا۔

قیصر نے ۳۵۴ھ میں مصیصہ کو فتح کر لیا۔ صدہا مسلمان تہ تیغ کر ڈالے گئے۔ دو لاکھ مسلمانوں کو قید کر کے لے گیا۔ پھر طرسوس کا گھیرا ڈال دیا۔ شہر کے لوگ امان کے طالب ہوئے۔ شہر کا دروازہ کھول دیا گیا۔ حکم دیا۔ جو شخص جس قدر مال اٹھا سکے۔ لے کر یہاں سے نکل جائے چنانچہ ہزارہا مسلمان انطاکیہ چلے گئے۔ جامع مسجد کو منہدم کرا دیا اور اس میں گھوڑے باندھے گئے اور مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنا لیا۔ مگر امراء سے حمیت اسلامی رخصت ہو چکی تھی کہ مسلمانوں کی مدد کرتے۔ صرف سیف الدولہ تھا جو رومیوں کے مقابل آ جاتا تھا

سیف الدولہ

اس زمانہ میں سیف الدولہ نے انتقال کیا۔ مسلمانوں کا رہا سہا سہارا سیف الدین کی موت سے جاتا رہا۔ اس کے مرنے کے بعد قیصر دیہ نے قبضہ حلب پر کر لیا۔

حملہ قیصر

۳۵۸ھ میں قیصر شام میں آیا۔ طرابلس کو جلا کر خاک کر دیا قلعہ عرفہ کو تسخیر کیا۔ پھر حمص میں پہنچکر آگ لگا دی اور جس قدر ساحلی آبادیاں تھیں۔ اُن کو تباہ و برباد کر دیا۔ ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان بچے پکڑ لے گیا۔ بوڑھے نکال دیئے گئے۔ جوان تہ تیغ کیے گئے۔ ظلم و ستم کا کوئی دقیقہ رومی نصرانیوں نے اس موقعہ پر اٹھا نہ رکھا۔ ان دست درازیوں سے عالم اسلامی میں ہیجان پیدا ہو گیا۔ امام ابو بکر محمد بن اسمٰعیل بن قفال مروزی شافعی سرکمیت، ۲ ہزار مجاہدین کو لے کر قیصر کے مقابلے کو نکلے۔ راستہ بلاد جبل میں سے گزرتا تھا۔ رکن الدولہ شیعی دیلمی نے از راہ عداوت ان کو جبراً رد کر دیا۔ قیصر کو پتہ لگا تو اُس نے ۳۵۹ھ میں انطاکیہ پر قبضہ کر لیا

باشندوں کو قتل کیا۔ بیس ہزار لڑکے لڑکیوں کو اسیر کر لیا۔ اس کے بعد حلب کی طرف رومی آئے۔ سیف الدولہ کا غلام قرعویہ حاکم تھا۔ اس کے ساتھ ابو المعالی شریف ابن سیف الدولہ جنگ میں مشغول تھا وہ رومیوں کی یلغار سے بیابان کی طرف چلتا ہوا۔ قرعویہ نے کچھ رقم دے کر رومیوں سے صلح کر لی۔[۱]

رومی کامیاب ہو کر رہ گئے۔ ان کو دوبارہ لوٹا۔ پھر جزیرہ میں نصیبین کی طرف آئے اور قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ اور دیار بکر کو بھی لگے ہاتھوں تباہ کر ڈالا۔ یہاں کے باشندے بغداد میں فریاد لے کر پہنچے۔ مسجد جامع میں رومیوں کے مظالم بیان کیے۔ بختیار شکار کھیلنے گیا تھا۔ اعیان سلطنت شکار گاہ گئے۔ بختیار سے کہا سنا۔ اس نے امداد کا وعدہ کیا۔ امیر سبکتگین حاجب کو بغداد بھیجا کہ جہاد کا اعلان کرے۔ ابو تغلب والی موصل کو تحریر کیا کہ تم رسد اور اسلحہ کا انتظام کرو چنانچہ اس نے خوشدلی سے سامان فراہم کیا۔ شکار سے بختیار بغداد لوٹا۔ خلیفہ مطیع سے مالی مدد مانگی۔ اس نے کہا کہ

"جو شخص ممالک سے خراج وصول کرتا ہے اس کے اوپر جنگ اور اس کے اخراجات کا بار ہے۔ میں انتظام نہیں کر سکتا۔"

بختیار نے خلیفہ کو دھمکایا۔ اس نے مجبوری درجہ حرم کے کپڑے زیورات یہاں تک کہ مکانات تک فروخت کر کے چار لاکھ درہم بختیار کو رومیوں سے مقابلہ کی تیاری کے لیے دیے۔ مگر بختیار نے جنگ کا ارادہ ترک کر کے

---

[۱] ابن خلدون ج ۸ ص ۱۱۴

وہ رقم اپنی عیش و عشرت میں اُڑا دی[1]۔ یہ تھی سلاطین دیالمہ کی اسلامی خدمت دارالخلافہ میں یہ واقعات پیش آرہے۔ رومی قدم بڑھا رہے تھے۔ ۳۶۳ھ میں دستق شہر آمد کی طرف متوجہ ہوا۔ ہبۃ اللہ بن ناصر الدولہ حمدانی اور اس کے بھائی ابو تغلب مسلمانوں کی پشت پناہی کی خاطر جان کو ہتھیلی پر رکھ کر دستق پر دو طرف سے آپڑے رومیوں سے دو دو ہاتھ کیے، ہزاروں کا کھیت رہا۔ رومی پٹ کر بھاگے دستق گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد سے رومی ٹھنڈے پڑ گئے[2]۔

قرامطہ

۳۵۷ھ میں قرامطی دمشق پر قابض ہوئے اور حج کے جانے کے لیے مصر، شام کے راستے روک دیے۔ ان کا ارادہ مصر پر قبضہ کرنے کا تھا۔ لیکن بنو عبید (بنی فاطمہ) المعز پہلے پہنچ گئے اور مصر پر قابض ہو گئے اور قاہرہ میں دارالامارہ بنا دیا گیا۔ بنو عباس کا نام مصر میں خطبوں میں سے نکال دیا گیا۔ ان شیعوں کی سلطنت اقلیم مغرب و مصر و عراق میں قائم ہو گئی[3]۔

بختیار اور خلیفہ

۳۶۲ھ میں بختیار اور خلیفہ میں کشیدگی پیدا ہو گئی عوام میں بختیار سے نفرت تھی۔ کسی نے عزالدولہ بختیار کے غلام کو مار ڈالا۔ وزیر ابو الفضل شیرازی نے غلام کے بدلے شہر میں آگ لگوادی مگر وہ خود بھی اس آگ میں جل مرا[4]۔

---

[1] تجارب الامم جلد ۶ ص ۳۰۱ [2] ابن اثیر سے ملخص کیا ہے [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۶۴ [4] تاریخ الخلفاء ص ۲۶۹

تقرر قاضی ۳۶۳ھ میں مطیع نے ابوالحسن محمد بن ام شیبانی ہاشمی کو قاضی بنایا۔ وہ قضاۃ کو قبول نہیں کرتے تھے۔ پھر اس پر رضامند ہوئے کہ وہ معاوضہ نہیں لیں گے کسی کی سفارش نہیں سنیں گے البتہ عملہ قضاۃ کا صرفہ حکومت کے ذمہ ہے[1]

خلع خلافت ۳۶۳ھ میں مطیع پر فالج گرا۔ اس کی زبان بند ہو گئی۔ عز الدولہ نے حاجب امیر سبکتگین کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ وہ اپنے آپ کو معزول سمجھ کر اپنے بیٹے عبدالکریم الطائع اللہ کو کاروبار سلطنت سونپ دے چنانچہ مطیع نے ایسا ہی کیا اور بروز چہار شنبہ ۲۲ ذیقعدہ ۳۶۳ھ مطابق ۷ اگست ۹۷۴ء کو الطائع للہ خلیفہ ہوا۔ مطیع نے انیس سال اور دو ماہ خلافت کی۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ

"مطیع اور اس کا بیٹا بنی بویہ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی رہے اور یہ حالت ضعف خلافت مقتفی للہ تک باقی رہی گو اس نے حالت خلافت کو کچھ تھوڑا سا سنبھال لیا تھا۔"

علامہ مسعودی نے التنبیہ والاشراف میں لکھا ہے کہ

"خلیفہ کے لیے اب صرف دعا اور مراسلت میں امیر المومنین کا لقب رہ گیا ہے اور وہ اپنی جان کی سلامتی پر خوش اور خلیفہ کے لقب پر قانع ہے۔"

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۹۔

سیاسی حالات
مطیع کا عہد طویل تھا۔ مگر سیاسی انقلاب اور شورشیں ملک میں بپا رہیں۔ دیالمہ کا اقتدار بڑھا۔ دولت عباسیہ صرف نام کی رہ گئی۔ خلیفہ معز الدولہ کا دستِ نگر تھا۔ اس کو انتظامِ حکومت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ عراق اور ایران میں امراء کی خانہ جنگیاں تھیں سیاسی حالت کا تو یہ نقشہ تھا۔ معاشی کیفیت نہایت ابتر تھی۔ ہزارہا بھوک کا شکار ہو گئے امن و امان مفقود تھا۔ بنی بویہ کے دور میں بغداد تباہی کی راہ لگ گیا ایسا قحط پڑا کہ گلی کوچہ فاقہ زدوں کی لاشوں سے اٹ گئے۔ جائدادیں روٹی کے بدلے میں بکیں۔ مگر بختیار عیش و عشرت کرتا رہا۔[۱]

وفات
مطیع اپنے بیٹے کو لے کر واسط چلا گیا اور محرم ۳۶۴ھ میں وہیں انتقال کر گیا۔[۲]

فن جغرافیہ
خلیفہ مطیع کے زمانہ میں فن جغرافیہ کی خاص ترقی ہوئی۔ ابو بکر ابن رستا نے الاعلاق النفیسہ (۹۰۳ء) اور ابن الفقیہ الہمدانی نے کتاب البلدان لکھی۔ مگر ابن حوقل نے ان سے زیادہ سیاحت کی۔ اسپین تک سفر کیا اور جغرافیہ کی قدیم کتابوں پر اور نقشوں پر نظر ثانی بھی کی۔ ایک مجموعہ یادگار چھوڑ گیا۔ ۹۴۳ء میں ابن حوقل فوت ہوا۔

علمی ترقی
مطیع کے عہد میں دار الخلافہ شورش کا مرکز بنا رہا۔ البتہ دنیائے اسلام میں بڑے بڑے علماء اس کے عہد میں پیدا ہوئے اور انہوں نے علمی خدمات انجام دیں۔ اس کے عہد کے مشاہیر علماء یہ تھے۔

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۰ [۲] ایضاً صفحہ ۲۸۰

خرقی شیخ الحنابلہ۔ ابوبکر شبلی صوفی۔ ابن القاضی امام الشافعیہ۔ ابورجا ر الاسوانی۔ ابوبکر صولی، ہیثم بن کلیب الشاشی۔ ابو الطیب الصعلوکی۔ ابوجعفر النحاس النحوی۔ ابواسحاق المروزی امام شافعیہ۔ ابو القاسم الزجاجی النحوی کرخی شیخ الحنفیہ۔ دینوری صاحب المجالسۃ۔ ابوبکر الضبعی۔ قاضی ابو القاسم۔ ابن الحداد صاحب الفروع۔ ابو علی بن ابوہریرہ شافعیہ۔ ابوعمر زاہد ابن درستویہ۔ ابو علی الطبری۔ فاکہی صاحب تاریخ مکہ۔ ابن حبان صاحب الصحیح۔ ابن شعبان امام مالکیہ۔ ابو علی القالی۔ عبداللہ بن محمد بن یعقوب فقیہ متوفی ۳۴۰ھ، احمد بن محمد بن عبدالرحمن۔ ابوعمرو الطبری متوفی ۳۳۳ھ

مورخ | ابوالحسن علی المسعودی۔ آخری عہد خلفائے بنی عباس کا مورخ ہے مسعودی پہلا شخص ہے جس نے تاریخ نویسی کے قدیم طریقہ سنہ واری اور واقعہ نگاری کو چھوڑ کر تنقیدی وسلسلہ واری طریقہ کو رواج دیا جس کے بعد عام مورخین نے اختیار کیا۔ المسعودی نے تیس جلدوں میں تاریخ لکھی جس کا خلاصہ مروج الذہب و معادن الجواہر ہے دوسری تصنیف التنبیہ والاشراف ہے[1]

فقہاو محدثین | اسحاق بن محمد بن اسمٰعیل سمرقندی متوفی ۳۴۲ھ علی بن محمد تنوخی متوفی ۳۴۲ھ۔ احمد بن محمد بن حامد طواویسی فقیہ متوفی ۳۴۲ھ۔ ابراہیم بن الحسین ابواسحاق العزرمی۔ محدث و فقیہ متوفی ۳۴۲ھ

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۶۱

ابوالفرج علی بن حسین اصفہانی ادیب کامل تھا۔ بغداد میں قیام تھا اس نے کتاب الا[redacted]نی عام ضرب المثلیں تاریخی فوائد کا مجموعہ مرتب کی۔ ایک ہو نظموں پر مشتمل یہ تالیف ہے یہ نظمیں ابراہیم موصلی۔ اسمٰعیل بن جامی، فلیح بن عورۃ نے خلیفہ ہارون رشید کے لیے لکھی تھیں۔ اس کے علاوہ اور بھی نظمیں ہیں۔ ابوالفرج کا انتقال ۳۵۶ھ میں ہوا۔[1]

معلم ثانی

معلم ثانی ابونصر بن طرخان بن اوزلغ فارابی ماوراءالنہر میں پیدا ہوا۔ سیف الدولہ کے دربار کا رکن تھا۔ فارابی کے موسیقی کے کمالات شہرہ آفاق ہیں۔ سیف الدولہ کے سارے دربار کو اگر ایک راگ سے ہنسا دیتا تھا تو دوسرے راگ سے رلاتا تھا اور کبھی غنودگی میں لا کر عرصہ تک حالت خواب میں رکھتا تھا۔ رسالہ فصوص الحکم۔ رسالہ فی آراء اہل المدینۃ الفاضلہ اور السیاسۃ المدنیۃ، آخر الذکر دو کتابوں میں فارابی افلاطون کی ریپبلک کے زیر اثر بہترین شہر کے نظم و نسق کو مذہبی حکومت کے تحت جسم انسانی کے مشابہ قائم کرنا چاہا ہے اس فرضی شہر کا مقصود اولین شہریوں کی خوشحالی بتائی گئی ہے اور اقتدار اعلےٰ اخلاقی و ذہنی حیثیت کا مقصود ہے اس کے علاوہ فلسفہ میں کثیر التعداد کتابوں کا مصنف ہے۔ ہم نے فلاسفۂ اسلام میں مفصل حالات لکھے ہیں۔ ۳۳۹ھ/۹۵۰ء بعمر اسی سال وفات پائی۔[2]

---

[1] ابن خلکان ج ۲ ص ۷۹، اخبار الحکما قفطی ص ۱۸۲ [2] التنبیہ والاشراف ص ۱۲۲

دولت حمدانیہ

حمدانی خاندان ابتداً شمالی عراق میں حکمران رہا۔ ان کا دارالحکومت موصل تھا۔ ۹۲۹ء سے ۹۹۱ء تک حمدانی سلطنت رہی یہ لوگ حمدان بن حمدون قبیلہ تغلب کی اولاد سے تھے۔ خاندان کا بانی سیف الدولہ تھا ۹۴۴ء تا ۹۶۷ء جس نے اخشید کے نائب سے حلب اور حمص چھین لیا سیف الدولہ کے بعد سعد اللہ اور اس کے بعد سعید الدولہ حکمران ہوئے سعید الدولہ رومیوں کے بائیس تئیس حملوں کو کامیابی کے ساتھ رد کرتا رہا آخر نسی فورس سے شکست کھا کر ۹۶۱ء میں حلب کو چھوڑنا پڑا۔ اس کے بعد قبرص کالیشہ، انطاکیہ بھی بازنطیم کے ہاتھ آگئے۔ انطاکیہ ۹۶۹ء سے ۱۰۸۴ء تک بازنطیم کے قبضہ میں رہا۔ بنو فاطمی عبیدی کی طرف سے بھی سعید الدولہ پر دباؤ پڑا۔ آخر مجبور ہو کر اس نے ۱۰۰۳ء میں اُن کی اطاعت قبول کرلی حمدانی بھی شیعہ مسلک رکھتے تھے۔

تذکرہ سیف الدولہ

سیف الدولہ ابی الحسن علی بن عبد اللہ بن حمدانی جلیل القدر امرا سے تھا پہلے موصل کا گورنر رہا پھر خود مختار ہوگیا۔ تمام عمر اس نے رومیوں سے جہاد کرنے میں گزاری جس کے حالات مطیع کے بیان میں کیے گئے یہ تیغ و قلم ہر دو کا مالک تھا اور اس قدر علم دوست تھا کہ بقول امام ثعلبی کے اس کے دربار میں جس قدر شعراء اور اہل کمال جمع ہوتے۔ خلفائے عباسیہ کے سوا کبھی کسی کے دربار میں نہیں جمع ہوئے۔ ابو العلا المعری (ف ۱۰۵۷ء) حکیم ابو نصر فارابی اس کے دربار کے رکن تھے۔ فارابی نے (قانون (باجا) سیف الدولہ کو نذر کیا۔

سیف الدولہ کو فن ادب سے دلی لگاؤ تھا اس نے ایک کتب خانہ قائم کیا تھا جس میں صرف فن ادب کی کتابیں جمع تھیں چنانچہ فن ادب کا ذخیرہ جس قدر اس کتب خانہ میں مہیا ہوا اور کہیں نہیں ہوا۔

محمد بن ہاشم اور اس کا بھائی: دونوں فن شاعری میں ممتاز تھے۔ اس کتب خانہ کے مہتمم اور افسر تھے۔[1] حلب سیف الدولہ کا دارالحکومت تھا۔

ابو الطیب المتنبی عرب کا قادر الکلام شاعر سیف الدولہ کا ندیم تھا۔ اس نے اس کی مدح میں متعدد پر زور قصیدے نظم کیے ہیں جو نازک خیالی، چستی، بندش فصاحت، بلاغت اور محاسن کلام کے اعلیٰ نمونہ ہیں۔[2] اس کا معاصر ابو تمام حبیب بن اوس طائی دیوان حماسہ کا جامع تھا۔

ابو العلا المعری ۹۷۳ء میں پیدا ہوا۔ شعرا کا فیلسوف اور فیلسوفوں کا شاعر تھا۔ سیف الدولہ بڑی قدر کرتا تھا۔

المعری کی غذا اخوان الصفا اور ہندی خیالات کے زیر اثر صرف نباتات تھی۔ اللزومیات او لزوم ما لا یلزم اور رسالہ الغفران اس کی تصانیف سے ہیں آخر الذکر تصنیف کا جو قنوطیت پر مبنی ہے ڈانٹے کی کتاب ڈیوائین کومیڈی کی تالیف پر گہرا اثر پڑا ہے۔ ۱۰۵۸ء ۴۴۸ھ میں انتقال ہوا۔

ابو طاہر محمد بن بقیۃ وزیر ابو الطاہر محمد بن بقیۃ المقلب نصیر الدولہ عزالدولہ بختیار بن معزالدولہ دیلمی نائب سلطنت خلیفہ مطیع للہ عباسی کا وزیر تھا۔

---

[1] مقالات شبلی جلد ۲ ص ۱۲۲ [2] تاریخ عرب موسیو ص ۴۵۱

ابوالطاہر معزالدولہ کے مطبخ کا داروغہ تھا۔ بختیار کا منظورِ نظر ہوگیا رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہوئے وزارت پر سرفراز ہوا۔ مگر اس کے جود وسخا وکرم وعطا سے تمام عیوب پر پردہ پڑگیا۔ کہتے ہیں کہ بیس روز میں اس نے بیس ہزار خلعت لوگوں میں تقسیم کئے۔

ابواسحٰق کا بیان ہے کہ ایک شب کے جلسہ میں مَیں بھی موجود تھا۔ ابن بقیۃ نے دوسو دفعہ پوشاک بدلی۔ پہلی پوشاک بدل کر انعام میں دیدیتا۔ ایک منہ لگی مغنیہ نے کہا۔ حضور ان پوشاکوں میں شاید بھڑیں ہوں گی جو بدن پر کچھ لمحہ لباس رہنے نہیں پاتا۔ ابن بقیۃ یہ سُنکر ہنس پڑا۔ اس کی امارت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اُس کے یہاں کا صرف موم بتی کا خرچ دو ہزار اشرفی ماہوار کا تھا۔

سخاوت میں بے عدیل تھا۔ مگر چغل خور تھا۔ عزالدولہ کو عضدالدولہ سے بھڑا دیا۔ عزالدولہ بھائی سے شکست کھا گیا۔ تو اس کو ابن بقیۃ سے نفرت ہوگئی اور اُس نے اُس کو گرفتار کرکے عضدالدولہ شاہ اہواز کے پاس بھیجدیا وہ اس کی حرکتوں سے واقف تھا۔ اس نے اسے پہلے تمام شہر میں تشہیر کرایا اور پھر مست ہاتھی کے پاؤں میں ڈال کر کچلوادیا اور پھر بیرون دروازہ شہر پھانسی پر لٹکوادیا۔ یہ واقعہ ۳۶۷ھ کا ہے۔ ابوالحسن محمد انباری اس کے دربار کا شاعر تھا۔ اس نے اپنے آقا کی لاش پھانسی پر لٹکی دیکھی۔ مدح کے پیرایہ میں مرثیہ لکھا جس کے دو شعر تحریر ہیں۔

علو فی الحیوٰۃ وفی الممات لحق انت احدی المعجزات[1]

---

[1] زندگی میں بھی تو بلند تھا اور مرنے کے بعد بھی بلند رہا حق تو یہ ہے کہ تو بھی گویا ایک معجزہ ہے

کأن الناس حولک حین قالوا[1] | وفود نداک ایام الصلات
کأنک قائم فیہم خطیبا[2] | وکلہم قیام للصلوٰۃ
لعظمک فی النفوس تبیت ترعیٰ[3] | بحفاظ وحراس ثقات
لہ[5]

[1] لوگ جو تیرے گرداگرد کھڑے ہیں۔ ایسے معلوم دیتے ہیں کہ تجھ سے انعامات وعطیات لینے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔

[2] تو درمیان میں ایستادہ ہے اور لوگ بھی کھڑے ہوئے ہیں اس سے ایسا نظر آتا ہے کہ تو خطیب ہے اور لوگ نماز کے لیے کھڑے ہیں۔

[3] چونکہ آپ کی عظمت دلوں میں جمی ہوئی ہے۔ اس لئے آپ سوتے ہیں اور معتبر چوکیدار و دربان پہرہ دے رہے ہیں۔

[5] اشیرج ۸ ص ۲۲۹

خلیفہ طائع للہ

نام ولقب ابوالفضل عبدالکریم طائع للہ بن الفضل مطیع بن جعفر مقتدر باللہ اس کی پیدائش ۳۱۷ھ میں ہوئی۔ اس کی ماں کا نام "ہزار" تھا جو ام ولد تھی۔ خطیب کا بیان ہے۔ امہ ام ولد اسمہا عتب[1]

خلافت ۴۳ سال کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھا (۳۶۳ھ) میں اراکین سلطنت نے بیعت کی۔ اس نے پہلا کام یہ کیا کہ امیر سبکتگین کو نیابت کا خلعت عطا فرمایا اور نصر الدولہ کا خطاب اور پرچم مرحمت کیا[2]

سبکتگین اور عز الدولہ سبکتگین کے اعزاز سے عز الدولہ بگڑ بیٹھا سبکتگین کا عز الدولہ پر غلبہ تھا وہ مقابل تو نہ آیا مگر اس نے اپنے چچا زاد بھائی عضد الدولہ کو بغداد پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کیا۔

بغداد پر حملہ عضد الدولہ ۳۶۳ھ میں بغداد پر حملہ آور ہوا۔ اس اثنا میں سبکتگین نے اس دار فانی سے کوچ کیا۔ ترکوں نے امیر افتگین کو اس کا جانشین اور تاج و تخت کا وارث قرار دیا۔ امیر افتگین نے عضد الدولہ سے دو دو ہاتھ کیے، ہر دو طرف کے بہادروں نے اپنے اپنے جوہر مردانگی دکھائے مگر افتگین کو خونریز جنگ کے بعد شکست اٹھانا پڑی معہ اپنے ترکی فوج کے

---

[1] دائرہ المعارف البستانی ج ۱۱ ص ۱۸۹ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۸۲ [3] تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۷۹

تکریت کی طرف ہٹ گیا۔ بغداد پر عزالدولہ قابض ہوا اور اس نے عزالدولہ بختیار کو گرفتار کر لیا۔ بختیار کا لڑکا عضدالدولہ سے بگڑ بیٹھا۔ اس نے عمران بن شاہین کو ساتھ لے کر عضدالدولہ کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اور بغداد پر حملہ بول دیا عضدالدولہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور وہ اپنے مستقر چلا گیا۔ پھر سے بختیار منصب امارت پر فائز ہوا۔ مگر ابھی زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا۔ ۳۶۶ھ میں عضدالدولہ کی فتح ونصرت کا بغداد میں دوبارہ ڈنکا بجا۔ خلیفہ نے عضدالدولہ کو نائب سلطنت بنایا۔ مگر اس نے طائع کا نام خطبوں سے نکلوا دیا۔ چند ماہ بغداد میں یہی رنگ رہا۔ اس کے عہد میں رقص کا چرچا بڑھ گیا۔ نماز تراویح بند کر دی گئی عضدالدولہ کی ڈیوڑھی پر فجر، مغرب، عشا کے وقت نوبت بجا کرتی[1] بختیار نے راہ فرار بغداد سے اختیار کی۔ اس کا محبوب غلام عضدالدولہ نے پکڑ لیا۔ غلام کے لیے عزالدولہ بے چین رہتا تھا۔ دو کنیزیں ایک لاکھ میں خرید کر کے غلام کے بدلے میں عضدالدولہ کو دیں جب غلام بختیار کے پاس پہنچا۔ بختیار ایک درجہ خبیث باطن تھا۔ عضدالدولہ اس سے بڑھا ہوا نکلا۔[2] آخرش بختیار عضدالدولہ کے قبضہ میں آگیا۔ اس نے اُسے موت کے گھاٹ لگا دیا۔

اس کے بعد عضدالدولہ بنی حمدان کی سرکوبی کے لیے موصل پر حملہ آور ہوا۔ ابو تغلب تاب مقابلہ نہ لا سکا۔ شام چلتا ہوا۔ وہیں وہ قتل ہو گیا اس کے بیٹوں ابراہیم وحسین نے ۳۸۰ھ میں داد شجاعت دے کر موصل پھر واپس لے لیا۔[3]

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۸۳ [2] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۱۲ [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۸۴

بغداد میں عضد الدولہ کا دور دورہ تھا۔ خلیفہ نے اس کو سات خلعتیں عطا کیں۔ جواہرات سے جڑا ہوا تاج عضد الدولہ کو پہنایا۔ طوق و کنگن پہنائے اور ایک ہدایت نامہ اس کے حق میں خلیفہ نے لکھا۔ جب یہ رنگ عضد الدولہ نے دیکھا تو اب خلیفہ پر زور ڈالا کہ میرے لیے اسی طرح سے تفویض قائم المقامی کی رسم ادا کی جائے۔ جس طرح خود مختار گورنروں کے لیے خلفائے سابق کا دستور تھا۔ غرضکہ اس نے خلافت کی روایات کے خلاف تفویض کی تحریر کو لوگوں کے سامنے سنانے کے لیے خلیفہ کو آمادہ کر لیا۔ ورنہ خلیفہ کا قاعدہ تھا کہ اپنے خود مختار گورنروں کے لیے ایک تحریر لکھتا تھا اور بغیر دکھائے ہوئے سربمہر کر دیتا تھا۔ اور اس سے کہتا تھا۔ یہ تفویض ہے جو کچھ اس میں ہے اس پر تمہیں عمل کرنا ہوگا۔" مگر عضد الدولہ نے جبریہ اس کے خلاف عمل کرایا۔

خلیفہ کی زبوں حالی عضد الدولہ نے خلیفہ کو اس حیثیت کا بنا دیا تھا کہ جب کبھی عضد الدولہ سفر سے آتا تو استقبال کے لیے خلیفہ کا باہر آنا ضروری تھا۔[۱] ظاہرہ طور پر عام مجالس میں عضد الدولہ خلیفہ سے نہایت عزت و احترام سے پیش آیا کرتا تھا۔[۲] عضد الدولہ ۳۷۲ھ میں مر گیا اس کا لڑکا صمصام الدولہ اس کا جانشین ہوا جس کو شمس الملت کا خطاب عطا کیا۔ تھوڑے عرصہ بعد اس کے بھائی شرف الدولہ نے اس پر چڑھائی کر دی اور اس کو گرفتار کر کے اندھا کر دیا۔ خلیفہ نے شرف کو نائب سلطنت

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۷۴ [۲] تاریخ الخلفاء ص ۲۸۴

بنالیا۔ شرف الدولہ ۳۷۹ھ میں فوت ہوا۔ اس کا بھائی ابونصر جانشین ہوا۔ دربارِ خلافت سے بہاء الدولہ اور ضیاء الملتہ خطاب عطا ہوئے اور اعیانِ حکومت کے سامنے سات خلعتیں مرحمت ہوئیں۔ سیاہ عمامہ، طوق و کنگن عنایت ہوئے۔ دربار میں حاجبوں کی تلوار کے سایہ میں خلیفہ کے حضور لایا گیا۔ بہاء الدولہ نے زمین بوسی کی اور کرسی پر بیٹھا۔ اور تفویض کی تحریر خلیفہ سے پڑھوائی۔

بہاء الدولہ

بہاء الدولہ نے عنانِ حکومت بغداد ہاتھ میں لیتے ہی شرف الدولہ کے لڑکے ابوعلی کو دھوکے سے بلا کر قتل کرا دیا اور پھر صمصام الدولہ سے بھڑ پڑا۔ ۳۸۹ھ میں فارس کے میدان میں دو دو ہاتھ ہوئے مگر صلح پر فیصلہ ہوا۔ عراق و خورستان بہاء الدولہ کے قبضے میں رہے فارس اور ارجان صمصام الدولہ کے قبضہ و تصرف میں آئے[1]۔

موصل کی حمدانی حکومت کا خاتمہ عضد الدولہ نے کر دیا تھا مگر ناصر الدولہ حمدانی کے لڑکے ابوطاہر، ابراہیم، ابوعبداللہ حسین شرف الدولہ کے پاس بغداد میں رہتے تھے۔ تینوں بہاء الدولہ سے اجازت لے کر موصل گئے اہل موصل اپنے آقازادوں کے ہم نوا ہو گئے۔ خواشاذہ والی موصل نے راہ فرار اختیار کی اور بغداد پہنچا۔ یہ تینوں بھائی موصل پر پھر قابض ہو گئے باذ کردی والی دیار بکر نے موصل لینا چاہا۔ مگر وہ جنگ میں گھوڑے سے گر کر مر گیا اس کے بھانجے ابوعلی حسن بن مروان نے اس کے مقبوضات پر قبضہ کیا۔ اس وقت

---

[1] دائرہ المعارف البستانی ج ۱۱ ص ۹۶

سے دیار بکر میں مروانی حکومت قائم ہوئی۔

امرائے دولت مروانیہ

ابو علی حسن بن مروان (۳۸۰-۳۸۷ھ)
ممہد الدولہ ابو نصر احمد بن مروان (۴۰۲ھ)
نصر الدولہ ابو نصر احمد بن مروان (۴۵۳ھ)۔ نظام الدولہ نصر بن احمد (۴۷۲ھ) منصور بن نصر (۴۸۹) ابو علی کے بعد نصر الدولہ اس خاندان میں جلیل القدر حکمراں تھا۔ علماء کا مربی و سرپرست۔ امام عبداللہ گازرونی اس کے دربار علمی کے رکن اعلیٰ تھے یہ وہ ہستی تھے جنھوں نے دیار بکر میں شافعی مذہب کی اشاعت کی۔ نصر الدولہ کے عہد میں دیار بکر کی پست قومیں تعلیم کی طرف رجوع ہوئیں اور اُن کی تمدنی حالت درست ہوئی۔ ۴۸۹ھ میں یہ دولت بھی بنی بویہ کے ملک کے ساتھ سلاجقہ کے قبضہ میں چلی گئی۔

بغداد کی مرمت

طائع کے عہد میں مسلسل خونریزیوں اور پیہم معرکہ آرائیوں نے بغداد کو ویران کر دیا تھا۔ بختیار کی نیابت میں اور خراب حالت ہوگئی تھی۔ عضد الدولہ نے ۳۶۹ھ میں فصیل بغداد کی مرمت کرائی۔ مسجد اور بازاروں کو درست کرایا۔ طائع کے مشورے سے آئمہ، علماء، فقراء میں مال وزر تقسیم کیا۔ نہروں کو جاری کرایا۔

شفاخانہ

۳۷۱ھ میں شفاخانہ عضدی کھولا گیا۔

عضد الدولہ کی نظر خلافت پر

عضد الدولہ کا شوق سیادت اس رتبہ بلند ہونے کے بعد بھی تشنہ تھا اس کی تمنا

یہ بھی کہ خلافت بھی اس کے خاندان میں منتقل ہو جائے چنانچہ اس نے اپنی لڑکی کا طائع کے ساتھ صرف اس امید پر عقد کر دیا کہ اگر اس سے کوئی بیٹا پیدا ہوگا وہ خلافت کا وارث ہوگا۔ مگر یہ امید بر نہ آئی۔

ذکر آل حمدان آل حمدان نے باذ کے قتل کے بعد دیار بکر پر فوج کشی کی ابو علی نے گرفتار کر لیا۔ مگر والی مصر کی سفارش سے ابو عبداللہ چھوٹے اور مصر چلے گئے۔ اس کو والی مصر نے حاکم حلب بنا دیا ابو طاہر نصیبین گیا تو وہاں کے والی محمد بن مسیب عقیلی نے اس کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا اور موصل پر حکمرانی کرنے لگا۔ پھر اس کی اولاد میں عقیلی حکومت ایک عرصہ تک رہی جس کا ذکر قادر کے حالات میں تحریر ہے۔

دولت غزنویہ

طائع کے عہد میں افغانستان کی غزنوی حکومت قائم ہوئی یہ حکومت ماورالنہر کی سامانی حکومت سے پیدا ہوئی۔ یہاں کا فرمانروا امیر نوح بن منصور سامانی تھا۔ اس کی حکومت کی بنیاد کمزور ہو چکی تھی۔ اس کے پہلو میں ایک جدید قوت شہاب الدین بغراخاں کی پیدا ہوگئی وہ سامانیوں کے مقابل طاقت ور تھی۔ اِدھر سبکتگین کے اقبال کا ستارہ طلوع ہو رہا تھا۔ رفتہ رفتہ وسط ایشیا سے لے کر ہندوستان تک پھیل گئی اس حکومت کا بانی امیر سبکتگین ماورالنہر کی سامانی حکومت کے خراسانی صوبہ دار امیر الپتگین کا غلام تھا۔ مگر تھا سامانیوں کی نسل سے اس کے بزرگ ایک عرصہ

تک حکمرانی کر چکے تھے۔ زمانہ کے ہاتھوں سبکتگین کو غلامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ سبکتگین کو شجاعت اور دور بینی ورثہ میں ملی تھی۔ اس کے بشرے سے آثار ترقی ظاہر ہوتے تھے۔ ترقی کرتے ہوئے فوج غزنی کا سپہ سالار ہو گیا۔ اِدھر ۳۸۳ھ میں بغرا خاں مذکور نے آل سامان کے نائب ابو الحسن سمجور کو جو خراسان کا امیر تھا۔ اس نے اپنے ساتھ ملا لیا اور بخارا پر حملہ کر دیا۔ نوح بن سامان مغلوب ہو کر آمد چلا گیا۔ بغرا خاں حسن اتفاق سے بیمار ہو گیا۔ تو نوح نے پھر اپنے گئے ملک پر قبضہ کر لیا۔ بغرا خاں اس مرض میں جاں بحق ہوا۔ اس کا بیٹا ایلک خاں اس کا جانشین ہوا۔ اس نے ۳۸۷ھ میں امیر نوح کے مرنے کے بعد اپنے سپہ سالار فائق کو بخارے پر قبضہ کے لیے بھیجا۔ فائق نے بخارا فتح کر لیا۔ منصور بن نوح نے صلح کر لی کہ ملک ایلک خاں کا رہے اور حکومت فائق کی ہو۔ مگر فائق اور سامانی سپہ سالار بکتوزدن نے باہمی میل کر کے منصور کو قتل کرا دیا اور اس کے بیٹے عبد الملک کو تخت نشین کیا۔ ۳۸۹ھ میں خود ایلک خاں بخارا گیا۔ اس نے بکتوزدن کو گرفتار کر لیا۔ عبد الملک بھاگ گیا۔ مگر وہ گرفتار ہو کر اوزگند میں قید کر دیا گیا وہیں وہ مرا۔ اس کے بعد سے سامانی دولت کا چراغ گل ہو گیا۔ جس کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ سامانی حکومت حلوان سے حدودِ چین تک تھی۔

امیر سبکتگین آل سامان کی طرف سے غزنی میں اسحاق بن الپتگین امیر تھا۔ سبکتگین اس کا غلام تھا۔ جیسا کہ اوپر ذکر آ چکا ہے

اسحاق کی فوج نے اسحاق کے مرنے کے بعد سبکتگین کو اپنا سردار بنا لیا وہ ہر سپاہی سے برادرانہ سلوک کرتا تھا۔ سبکتگین نے ہندوستان کی سرحد پر مختلف جنگیں کیں۔ راجہ جے پال سے مقابلہ رہا۔ اس کے تفصیلی حالات تاریخ ملت جلد نہم میں تحریر کئے جائیں گے۔

غرضکہ ۳۸۴ھ میں خراسان میں فائق اور ابو علی سمجور نے بغاوت کی۔ اس وقت امیر نوح سامانی نے سبکتگین کو ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ ان دونوں نے فخر الدولہ بن بویہ اور امیر جرجان سے مدد مانگی اس نے لشکر روانہ کیا۔ امیر سبکتگین نے نواحی جرأت پر ان سب کو شکست دی جس سے کچھ عرصہ کے لیے خراسان آل سامان کے پاس رہ گیا۔ امیر نوح نے سبکتگین کو ناصر الدولہ کا خطاب دیا اور اس کے بیٹے محمودؒ کو جس نے اس جنگ میں کارنامے نمایاں کئے تھے سیف الدولہ کا خطاب عطا کر کے خراسان کا والی مقرر کیا۔ اس نے نیشاپور میں قیام کیا اور سبکتگین غزنی کی طرف واپس آگیا۔ ابو علی سمجور نے موقعہ پا کر پھر یورش کی۔ محمود تاب مقابلہ نہ لا سکا۔ غزنی روانہ ہونے کو تھا۔ سبکتگین نے خبر پا کر طوس کے متصل ابو علی کو جا لیا اور اس کی مزاج پرسی ایسی کی کہ پھر سر اٹھانے کی اس میں طاقت نہ رہی۔ ۳۸۷ھ میں امیر سبکتگین کا انتقال ہوا۔ یہ نہایت عادل، دیندار مجاہد۔ پابند عہد تھا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا اسمٰعیل امیر ہوا۔ امیر محمود سے چھوٹا تھا۔ امیر محمود نے اس کو لکھا کہ امارت میرا حق ہے تم اپنے درجہ پر رہو۔ مگر وہ راضی نہ ہوا تو امیر محمود نے نیشاپور سے غزنی پر فوج کشی کر دی

اسمٰعیل گرفتار ہو گیا۔ محمود نے اس کے ساتھ برادرانہ سلوک کیا۔ محمود نے سامانی سرداروں کو زیر کر کے مستقل سلطان بن گیا۔

عباسی خلیفہ قادر باللہ نے اس کو یمین الدولہ کا خطاب عطا فرمایا ولایت کا خلعت بھیجا۔ اطراف ممالک کے بادشاہوں نے سلطان محمود کی قوت کو دیکھ کر دربار میں اطاعت نامے ارسال کیے ہندوستان میں متعدد فتوحات حاصل کیں اور بڑے حصہ پر قبضہ کیا نیز رے اور جبال وغیرہ بھی اس کی حکومت میں آ گئے۔ جرجان اور طبرستان کے ملوک نے بھی اطاعت قبول کی۔ بقیہ حالات آگے آتے ہیں۔

دولت زیاریہ اس دولت کا حال پہلے کچھ آ چکا ہے جرجان میں مرداویج ابن زیار نے سلطنت قائم کی تھی۔

امرائے دولت زیاریہ مرداویج بن زیار (۳۱۶ - ۳۲۳ھ) وشمگیر (۳۵۷ھ)۔ ظہیر الدولہ بے ستون پسر وشمگیر (۳۶۶ھ) شمس المعالی قابوس پسر وشمگیر (۴۰۳ھ) شمس المعالی کے ہاتھ میں جرجان اور طبرستان کی آزاد حکومت تھی۔ ۳۶۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ ۳۷۱ھ میں دیلمیوں نے اس کی حکومت پر قبضہ کر لیا شمس المعالی نے سامانیوں کے یہاں پناہ لی۔ ۳۸۸ھ میں دوبارہ حکومت حاصل کی۔ ۴۰۴ھ میں بلوے میں قتل ہوا۔

شمس المعالی علم دوست حکمران تھا۔ شیخ الرئیس ابو علی سینا اس کے دربار علمی میں اس وقت پہنچا۔ جب وہ انتقال کر چکا تھا شمس المعالی

نے البیرونی کو طلب کیا اور اپنے پاس ایک عرصہ تک رکھا[1]۔ البیرونی کی عمر ۲۷ سال کی تھی۔ اس نے تجرید الشفاعات اور کتاب آثار الباقیہ لکھ کر شمس المعالی کی خدمت میں ۳۹۰ھ میں پیش کی۔

شمس المعالی کے قتل کے بعد، فلک المعالی منوچہر پسر بے ستون تخت نشین ہوا۔ ۴۲۰ھ تک حکمراں رہا۔ اس کے بعد ابو سٹرداں بن قابوس ہوا اسکے وارث شاہانِ غزنویہ ہوئے۔

طائع کی گرفتاری

بہار الدولہ دیلمی حکمرانوں میں منحوس تھا۔ اس کے عہد میں خزانہ خالی تھا۔ فوج کو تنخواہ وقت پر نہ ملتی تھی۔ چنانچہ ۳۸۱ھ میں فوج میں روپے کے لیے شورش پیدا ہو گئی امیر ابوالحسن بن معلم فتنہ پرداز نے بہار الدین سے کہا کہ طائع کے خزانے میں کافی دولت ہے اگر طائع کو گرفتار کر لیا جائے تو اس کی دولت ہاتھ آ جائے گی۔ بہار الدولہ نے تجدید عہد کے بہانہ طائع سے باریابی کی اجازت چاہی اس نے دیدی۔ بہار الدولہ چند دیلمیوں کو ساتھ لیکر پہنچا۔ پہلے زمین بوس ہوا اور کرسی پر بیٹھا۔ دیلمی بھی دست بوسی کے بہانے سے آگے بڑھے۔ اور طائع کو تخت سے کھینچ کر ظالموں نے نیچے اُتار لیا اور گرفتار کر لیا بہاؤ الدلہ نے محلات کا سامان لوٹ لیا۔ طائع کو بہار الدولہ کے محل میں لاکر خلافت سے معزول کر کے قاہر باللہ کے محل میں نظر بند کر دیا۔ مگر قاہر نے دورانِ نظر بندی میں طائع کی عزت وحرمت کا پورا لحاظ رکھا اور حتی الوسع آرام و آسائش کا پورا انتظام کیا۔

---

[1] آثار الباقیہ ص ۶۸

انتقال | یہیں طائع کا شب عید الفطر ۳۹۳ھ میں انتقال ہو گیا۔ رصافہ میں دفن ہوا[1]۔ اس کی مدت خلافت سترہ سال آٹھ مہینے اور عمر ۷۶ سال تھی۔ نماز جنازہ قادر باللہ نے پڑھائی۔ شریف رضی نے مرثیہ اس کے لیے لکھا۔

اوصاف | طائع شجاع تھا، خلیق و متواضع، حتی المقدور انعام واکرام سے نوازتا تھا۔ دماغی قوت اور اوصاف جہانبانی سے محروم تھا۔ اس لیے اپنے ہاتھوں عضد الدولہ کے اقتدار کو بڑھایا۔ مگر اس کے ساتھ قوی بڑا تھا۔ اس کی بہادری کا واقعہ الفخری میں یہ ہے۔

اس کے قصر لبتان میں ایک پہاڑی مینڈھا مست ہو گیا کوئی شخص اس کے پاس جانے کی ہمت نہ کرتا تھا طائع خود اس کو قابو میں لانے کے لیے گیا۔ مینڈھے نے اس پر حملہ کر دیا۔ طائع نے بڑھ کر اس کے دونوں سینگ پکڑ لیے اور بڑھئی کو بلا کر آری سے سینگ کٹوا دیے جب تک سینگ نہ کٹ گئے خود طائع پکڑے رہا[3]۔ طائع کی جسمانی طاقت بہت تھی۔ مگر دماغی حالت کمزور تھی جس کا نتیجہ اس کی معزولی کی صورت میں رونما ہوا۔

خطبہ | طائع کی کمزوری اور ضعف سلطنت کا نتیجہ تھا کہ حرمین میں خلفائے عباسیہ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ فاطمیہ مصر معز الدولہ کے نام کا خطبہ

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۸۵ [2] تاریخ بغداد جلد ۱۱ ص ۷۹ [3] الفخری ص ۲۵۹

پڑھا جانے لگا۔[۱]

طائع کے وقت میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔

ابن السنی الحافظ۔ ابن عدی۔ قفال کبیر۔ حسن السرانی نحوی قاضی بغداد متوفی ۳۶۸ھ۔ ابو سہل الصعادی۔ احمد بن علی بن الحسین ابو بکر اسراری الحنفی محدث متوفی ۳۷۰ھ صاحب احکام القرآن۔ ابن خالویہ۔ ازہری امام اللغۃ۔ ابو ابراہیم فارابی صاحب دیوان الادب۔ رفاء شاعر۔ ابو زید المروزی الشافعی، دارکی۔ ابو بکر الابہری شیخ المالکیہ۔ نصر بن محمد بن احمد ابو اللیث السمرقندی محدث امام الحنفیہ۔ ابو علی فارسی النحوی۔ ابن الحلاب المالکی۔ علی بن الطحاوی محدث متوفی ۳۵۱ھ۔ احمد بن محمد نیشاپوری معروف قاضی الحرمین متوفی ۳۵۱ھ ابن ابی یعقوب الندیم الوراق علمائے اسلام سے تھا۔ فہرست العلوم مشہور و معروف اس کی تصنیف سے ہے ۳۸۵ھ / ۹۹۵ء میں یہ جلیل القدر عالم فوت ہوا۔

ابو بکر احمد بن محمد بن موسیٰ بن رجاء الارجنی فقیہ و محدث شافعی ۳۶۹ھ میں انتقال کیا۔[۲]

ابی بکر محمد بن حسن معروف نقاش موصلی معتزلی شفاء الصدور کے مصنف ہیں ۳۵۱ھ میں فوت ہوئے۔

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۲۸۲ [۲] معجم البلدان ج ۱ ص ۱۷۶

خلیفہ قادر باللہ

نام و لقب ابو العباس احمد قادر باللہ بن اسحاق بن مقتدر باللہ اس کی والدہ ومنہ نامی تھی۔ ۳۳۶ھ میں اس کے بطن سے پیدا ہوا[1]۔

تعلیم و تربیت شاہی گھرانے کا فرد ہوتے ہوئے آباد اجداد سے ورثہ میں علم وفضل عطا ہوا تھا۔ وہ بڑا فقیہ تھا یہانتک اس کو تفقہ میں علامہ ابی بشر الہروی الشافعی پر ترجیح دیجاتی تھی[2]۔

خلافت طائع کی گرفتاری کے بعد ۳۸۱ھ میں باتفاق آراء قادر باللہ ابو العباس احمد بن اسحٰق بن مقتدر کے ہاتھ پر اراکین سلطنت نے بیعت کی۔

وقائع طائع کی زندگی میں قادر نے اس کو ایک مرتبہ خلافت سے معزول کرانے کی کوشش کی تھی اس وجہ سے طائع نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا وہ بغداد سے بطیحہ میں مہذب الدولہ ابو الحسن کے پاس چلا گیا۔ اس نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ طائع کی معزولی کے بعد امرائے بغداد نے قادر کو خلافت کے لیے نامزد کیا

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۸۶ [2] طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۱

بہارالدولہ نے اپنی خواص کو قادر کے لینے کے لیے بھیجا۔ مہذب الدولہ نے شاہانہ ساز و سامان کے ساتھ قادر کو بغداد روانہ کیا اور بہت بڑی رقم بھی ساتھ کر دی۔ ۱۲ر رمضان ۳۸۱ھ کو بغداد میں قادر رونق افروز ہوا۔ بہارالدولہ اور تمام امرائے سلطنت استقبال کے لیے نکلے نہایت تزک و احتشام کے ساتھ دربار میں لائے اور اسی وقت خلافت کی بیعت ہوئی

نائب سلطنت بہارالدولہ تو یہ نائب السلطنت بنے ہوئے تھے نام کے لیے قادر خلیفہ تھے امور مملکت میں ان کا کوئی دخل نہ تھا۔ مگر قادر ذی علم اور ذی لیاقت تھا اس نے علماء کو اپنے دربار میں جگہ دی اور رعایا کا خبر گیراں رہتا تھا۔ بہارالدولہ سے کہہ سنکر رعایا کی فلاح و بہبود کے کام کراتا۔ اس لیے رعایا میں بہت ہر دلعزیز ہو گیا امراء اور حکام پر بھی اس کا اثر ہونے لگا۔

مورخین کہتے ہیں کہ قادر نے اپنے حسن تدبیر و سیاست دانی سے خلافت میں ایک تازہ روح پھونک دی اور حکام و عمال نے بھی اس کی اطاعت کی۔ آہستہ آہستہ بہارالدولہ سے قادر اختیار لینے لگا۔

رومیوں سے صلح رومیوں نے ارمینیہ کے علاقہ پر حملہ کر دیا۔ بلاد خلاط ملاذ کرد، دار جیش کا محاصرہ کر لیا امیر ابو علی حسن بن مروان نے جو شو مردان میں حاکم تھا۔ ان کے پریشان کن حملوں سے محفوظ رہنے

له دیار بکر پر باذ کرد کا قبضہ تھا اسکے بھانجے ابو علی حسن نے ۳۸۰ھ میں دولت مروانیہ قائم کی ابو علی نہایت فرزانہ مدبر اور کریم الطبع تھا سیف الدولہ کی بیٹی ست الناس اسکو منسوب تھی۔

کے لیے ان سے دس سال کے لیے مصالحت کر لی۔

نئی حکومتوں کا قیام حکومت بنی عباس کی کمزوری سے آئے دن نئی حکمرانیاں قائم ہو رہی تھیں چنانچہ یمن کی دولت زیادیہ پر آل زیاد کے ایک حبشی غلام موید نجاح نے ۴۱۲ھ میں قبضہ کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا[1]

بنی حمدان موصل میں بنی حمدان حکمراں تھے۔ ان میں حکومت کرنے کی صلاحیت نہ رہی تو ان کے کھنڈروں پر دولت عقیلی[2] کی تعمیر ہوئی یہ بنی بویہ کے ماتحت تھے۔

---

[1] یہ دولت ۵۵۴ھ تک اس کی نسل میں رہی۔ امراء کے نام یہ ہیں
موید نجاح (۴۱۲-۴۵۲ھ) سعید احول بن نجاح (۴۸۲ھ) جیاش بن نجاح (۴۹۸ھ) فاتک بن جیاش (۵۰۳ھ) منصور بن فاتک (۵۱۷ھ)
۵۵۴ھ میں یہ دولت ختم ہو گئی اور دولت مہدیہ کے قبضہ میں گئی۔

[2] دولت عقیلی۔ حسام الدولہ مقلد بن مسیب (۳۸۶-۳۹۱ھ)
معتمد الدولہ قرداش بن مقلد (۴۴۲ھ)
قرداش نے خلیفہ عباسی کا خطبہ ترک کر کے فاطمی خلیفہ کا خطبہ جاری کیا قادر نے قاضی ابوبکر باقلانی شیخ اشعریہ کو بہاء الدولہ کے پاس بھیجا اس نے موصل پر فوج سرکوبی قرداش کے لیے روانہ کی۔ قرداش نے خوف کھا کر پھر عباسی خطبہ جاری کر دیا۔

دولت مرداسیہ حلب کے علاقے پر خلفائے فاطمین کے پے در پے حملے ہوئے آخر ش ان کا یہاں اقتدار ہو گیا۔ ان کا خطبہ بھی یہاں جاری ہوا۔ اس علاقہ کے امرائے عرب حسان امیر بنی طی صالح بن مرداس امیر بنی کلاب اور سنان بن علیان۔ شجاع اور بہادر اس کے ساتھ اسلامی درد ان کے دل میں تھا۔ خلفائے بنی فاطمین کی غلط روش اور ان کی ترویج بدعات سے متاثر ہو کر انکے مقابل آ گئے فوج سے دو دو ہاتھ کئے۔ ان کو حلب بلکہ شام سے بھی بے دخل کر دیا۔ حلب سے عانہ تک صالح نے قبضہ کیا۔ رملہ سے مصر کے حدود تک حسان کے تصرف میں آیا۔ دمشق پر سنان حکمراں ہوا

۴۲۰ھ میں فاطمی خلیفہ الظاہر نے انوسگین بربری کے ہمراہ ایک فوج ان امرا سے مقابلہ کے لیے بھیجی۔ صالح اس جنگ میں کام آیا لیکن اس کے بیٹے نصر نے مصریوں کی پوری طاقت کا مقابلہ کیا اور ان کو مار بھگایا پھر بلا شرکت غیرے نصر حلب[1] پر حکمرانی کرنے لگا اس کی اولاد میں ۴۷۲ھ تک حکمرانی رہی۔

---

(۳) زعیم الدولہ ابو کامل برکت بن مقلد (۴۴۳ھ) علم الدولہ ابو المعالی قرواش بن بدران بن مقلد (۴۵۳ھ) شرف الدولہ ابو المکارم مسلم بن قرواش (۴۷۸ھ) ابراہیم بن قرواش (۴۸۶ھ) علی بن مسلم بن قرواش (۴۸۹ھ)

[1] امرائے حلب:۔ صالح بن مرداس (۴۱۴–۴۲۰ھ) شبل الدولہ ابو کامل نصر (۴۲۹ھ) معز الدولہ ابو علوان ثمال بن صالح (۴۴۹ھ) باقی بر صفحہ ۲۴۴)

عراق کے حکمران قادر کے عہد میں دیالمہ میں سے یہ چار تھے۔

(۱) بہاء الدولہ ابو نصر بن عضد الدولہ۔ اس کی حکمرانی عراق فارس اھواز اور کرمان پر تھی۔ اس نے ۴۰۳ھ میں انتقال کیا۔

(۲) سلطان الدولہ ابو شجاع بن بہاء الدین باپ کا جانشین ہوا

(۳) شرف الدولہ ابو علی بن بہاء الدولہ اس نے ۴۱۱ھ میں سلطان الدولہ سے سلطنت چھین لی اور اس نے فارس اور کرمان جا کر اپنی حکومت نئی قائم کی ۴۱۵ھ میں شیراز میں مرا۔ اس کا بیٹا کالیجار اس کا جانشین ہوا۔ شرف الدولہ نے ۴۱۶ھ میں انتقال کیا۔

۴۔ جلال الدولہ ابو طاہر بن بہاء الدولہ، شرف الدولہ کے بعد خطبہ میں اس کا نام پڑھا گیا۔ یہ بصرہ میں مقیم تھا۔ اس کو بلایا گیا مگر وہ نہیں آیا۔ تو اس کے نام کے بجائے ابو کالیجار والی فارس کا نام خطبہ میں لیا گیا وہ اپنے چچا ابو الفوارس حکمران کرمان کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا۔ اس وجہ سے بغداد آنے میں تعویق عمل میں آئی۔ یہاں بوجہ بادشاہ نہ ہونے کے ترکوں نے شورش برپا کر دی۔ امرائے بغداد نے جلال الدولہ کو لکھا اس نے ۴۱۸ھ میں آکر حکومت کو سنبھالا۔

(صفحہ ۲۴۳ کا بقیہ) ابو ذوابہ عطیہ بن صالح (۴۵۴ھ) رشید الدولہ دوبارہ (۴۶۸ھ) جلال الدولہ نصر بن رشید الدولہ (۴۶۲ھ) ابو الفضل سابق بن رشید الدولہ (۴۶۲ھ) اس سے بنی عقیل نے حکومت چھین لی

علویین ۳۸۰ھ میں علویین مکہ میں حکمرانی کی لہر اٹھی چنانچہ ابوالفتوح الحسن جعفر علوی نے اہل مکہ سے بیعت لی اور الراشد باللہ اپنا لقب رکھا عبیدین مصر کا اقتدار مکہ سے اٹھ گیا خطبہ ابوالفتوح کا پڑھا جانے لگا۔ خلافت میں مقابلہ کا دم نہ تھا۔ مگر اقتدار حکمرانی الحسن سنبھال نہ سکا کنارا کشی اختیار کی۔ پھر خطبہ عبیدین (فاطمین مصر) کا جاری ہو گیا۔[1]

کتب خانہ کرخ میں ۳۸۲ھ میں وزیر ابونصر سابور اردشیر نے عظیم الشان کتب خانہ کی عمارت تعمیر کی، اس کا نام دارالعلم رکھا اس میں تمام علوم و فنون کی کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا اور اس کے انتظام کے لیے علماء کی مجلس بنائی اور وقف کیا۔

قاضی القضاۃ ۳۹۴ھ میں بہاالدولہ نے شریف ابو احمد الحسین بن موسیٰ الموسوی کو قاضی القضاۃ کے عہدہ پر سرفراز کیا۔ مگر قادر باللہ نے منظور نہیں کیا۔[2]

۳۹۵ھ میں مصر کے خلیفہ حاکم نے بہت سے علماء کو قتل کرا دیا اور مساجد کے دروازوں پر تبرا لکھوایا اور یہ حکم دیا کہ جہاں میرا نام لیا جائے تعظیم کی جائے۔

۳۹۸ھ میں بغداد میں شیعہ سنی فساد ہو گیا۔ شیخ ابو حامد الغرابینی قتل ہوتے ہوتے بچ گئے۔ شیعہ یا حاکم یا منصور کے نعرے لگاتے تھے۔ القادر باللہ نے اس فتنہ کو بقوت ختم کیا شیعہ کثیر التعداد قتل کئے گئے۔[3]

---

[1] تاریخ الخلفاء ۲۸۷ [2] تاریخ الخلفاء ۲۸۸ [3] تاریخ الخلفاء ۲۸۷

وفات | سنہ ۴۲۲ھ میں قادر باللہ اکتالیس سال تین ماہ سلطنت کر کے شب دوشنبہ ۱۱ ذی الحجہ سنہ ۴۲۲ھ کو جان بحق تسلیم ہوا[1]

اوصاف | قادر باللہ عقیل و دانا خلیفہ تھا۔ بقول علامہ ابن خلدون "دیلم اور ترک کے دلوں پر اس کے رعب کا سکہ بیٹھا ہوا تھا"[2]

علامہ سیوطی کا بیان ہے۔

قادر صاحب دیانت و سیاست تھا۔ تہجد اس نے کبھی قضا نہیں کی۔ خیرات بہت کرتا تھا۔ حسن طریقت میں یکتا تھا ایک کتاب فضائل صحابہ اور تکفیر معتزلہ اور قائلین خلق قرآن پر لکھی۔ یہ کتاب جامع مسجد مہدی میں ہر جمعہ کے دن اصحاب حدیث کے حلقہ میں پڑھی جاتی ہے[3]

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:۔

علم کے ساتھ وہ باعمل بھی تھا۔ اس کی سعادت دینداری تہجد گذاری، نیکیاں اور صدقات و خیرات کی کثرت اس قدر مشہور تھیں جس سے ہر شخص واقف تھا۔

خطیب دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

قادر باللہ حکومت کی صلاحیت رکھتا تھا حسن سیرت اور حسن اطوار میں ممتاز تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ مذہبی عقائد

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۴۰۶ [2] تاریخ ابن خلدون جلد سیزدہم ص ۲۰۰ [3] تاریخ الخلفاء

نہایت اچھے تھے۔[1]

اخلاق ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ حلیم الطبع، کریم النفس تھا بھلائی اور نیکیوں کو محبوب رکھتا تھا۔ نیکی کا حکم دیتا تھا، دبُرائی سے روکتا تھا۔[2]

سخاوت سخاوت میں قادر بہت بڑھا ہوا تھا حتی کہ اپنے افطار ہی تک کے تین حصے کرتا۔ دو حصے جامع رصافہ اور بغداد کے مساکین کو بھیجدیتا تھا۔

علمی ترقی قادر باللہ کے عہد میں علمی ترقی بے پایاں تھی۔ باوجودیکہ خلافت بنی عباس کا دائرہ محدود تھا مگر جس قدر اس کے عہد کے امرائے علماء کی قدردانی کرتے۔ دولت سے نوازتے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قادر کے عہد میں کثرت سے قلمرو اسلامی میں علما اور فضلا پیدا ہوئے تاریخ الخلفاء سے اُن کی فہرست صرف نقل کئے دیتے ہیں۔

ابو احمد عسکری الادیب، رمانی نحوی۔ ابوالحسن ماسرجسی شیخ الشافعیہ ابوعبداللہ المرزبانی، دارقطنی الحافظ، ابن شاہین، ابوبکر اودنی الشافعی یوسف ابن السیرافی، ابن رواق مصری، ابن ابی زید مالکی، ابوطالب مکی صاحب قوت القلوب، ابن لطبۃ الحنبلی، ابن شمعون الواعظ خطابی، خاتمی اللغوی، ادفوی ابوبکر، زاہر السرخی شافعی۔ ابن غلبون المقری معانی بن زکریا النہروانی

---

[1] خلیفہ ج ۳ ص ۳۰ [2] تاریخ بغداد ج ۴ ص ۳۷، ابن اثیر ج ۹ ص ۱۲۴

تذکرہ علماء | قاضی ابو طاہر زید بن عبد الوہاب بن محمد الازدستانی الادیب الشاعر نیشاپور میں آ کر رہے۔ ذیقعدہ ۴۱۵ھ کو وفات ہوئی۔ معجم البلدان ج ا ص ۱۸۴

قاضی ابو الحسن عبد الجبار بن احمد بن خلیل الاسد آبادی فروع میں پابند مذہب شافعی تھے۔ اصول میں معتزلہ کے ہمخیال تھے۔ تصانیف کثیرہ یادگار ہیں۔ رے کے قاضی رہے۔ پھر بغداد آ گئے۔ کچھ عرصہ بعد خراسان جا کر رہے وہیں ۴۱۵ھ کے بعد وفات پائی۔ (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۱۱۰)

دولت غزنویہ | امیر سبکتگین نے ۳۶۶ھ میں غزنوی حکومت کی بنیاد ڈالی[1] بڑی شخصیت اس خاندان میں سلطان محمود کی تھی دنیائے اسلام کا مجاہد اعظم تھا۔

سلطان محمود غزنوی | سلطان نے سامانیہ حکومت کے خاتمہ کے بعد ان کے مقبوضات پر قبضہ کیا۔ ماوراء النہر پر ایلک خان کا قبضہ تھا۔ محمود سے صلح ہو گئی۔ دریائے جیحون دونوں کی سرحد قرار پایا۔ ۳۹۶ھ میں محمود ہندوستان کی مہم میں مصروف تھا ماوراء النہر

---

[1] امیر سبکتگین۔ امیر اسمٰعیل سلطان محمود۔ امیر محمد بن محمود، مسعود بن محمود، مودود بن مسعود، علی بن مسعود، عبد الرشید بن محمود، فرخزاد بن مسعود، ابراہیم بن مسعود مسعود بن ابراہیم۔ ارسلان شاہ بن مسعود۔ بہرام شاہ بن مسعود شاہ، خسرو شاہ بن بہرام شاہ، ملک شاہ بن خسرو، ۵۷۹ھ میں شہاب الدین غوری کے ہاتھوں اس حکومت کا خاتمہ ہوا۔

کے ترکمانوں نے حملہ کر کے نیشاپور اور ہرات پر قبضہ کر لیا۔ محمود خبر سنکر سندھ سے واپس آیا۔ ترکمانوں نے بچ کر نکلنا چاہا۔ حاکم غزنوی ارسلان حاذب نے ناکہ بندی کر کے تلوار کے گھاٹ سب کو اتار دیا۔ بقیہ ایلک خان کے پاس گئے وہ چالیس ہزار فوج سے محمود کے مقابل آیا اور شکست کھائی پھر محمود نے غور کے علاقہ پر قبضہ کیا۔ ۴۰۲ھ میں گرجستان فتح کیا۔ ۴۰۸ھ میں اہل خوارزم نے اپنے فرمانروا ابوالعباس ماموں کو جو محمود کا حقیقی بہنوئی تھا قتل کر دیا۔ محمود انتقاماً خوارزم پر حملہ آور ہوا۔ سپہ سالار البتگین بخاری کو گرفتار کر لیا اور خوارزم پر قابض ہو کر اپنے حاجب التونتاش کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد رے پر قابض ہوا۔ مجدالدولہ گرفتار ہوا۔ دیلمی خاندان کی بے اندازہ دولت محمود کے ہاتھ لگی۔ قرب وجوار کے جس قدر حکمران تھے وہ یکے بعد دیگرے اس کے مطیع ہو گئے۔ یوسف قدر خان فرمانروائے ختن جو ترکستان کے حکمرانوں میں سب سے بلند مرتبہ رکھتا تھا۔ کاشغر سے محمود سے ملنے سمرقند آیا۔ ہر دو میں تعلقات دوستانہ قائم ہوئے۔

ہندوستان سلطان محمود نے ہندوستان پر سولہ یا سترہ حملے کئے راجہ انندپال والی پنجاب اور قنوج، کالنجر، متھرا، مالوہ، اجمیر، گوالیار، گجرات کی متحدہ افواج کو شکست دی غرضکہ پنجاب پر اپنے غلام ایاز کو حاکم بنایا۔ سندھ و نیشاپور سے لے کر پنجاب تک زیر نگین کر لیا۔

علمی ترقی

سلطان محمود جہانگیر و کشور کشا تھا اس نے علم و تمدن کی بھی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ جامع کمالات فرمانروا تھا اس کے لیے مختلف علوم و فنون پر کتابیں لکھی گئیں۔ وہ علماء کا قدردان اور ان کا اعزاز و اکرام مرعی رکھتا وہ عدل پرور اور رعایا کے ساتھ شفیق تھا۔[1]

محمود خود بڑا صاحب علم تھا۔ ممتاز فقیہ فصاحت و بلاغت میں یگانہ فقہ حدیث خطبات میں اس کی تصانیف ہیں، کتاب التفرید کثرت مسائل میں امتیازی درجہ رکھتی ہے۔"

اس کے دربار کے علماء میں البیرونی، ابوالحسن خمار، ابوالفہر سے لوگ تھے محمود خود شاعر تھا۔ اس نے شاعری کا ایک محکمہ قائم کر رکھا تھا عنصری کو ملک الشعراء کا خطاب دے کر شعبۂ شاعری کا افسر مقرر کیا۔ چار سو شعراء اس سے منسلک تھے ابوالقاسم حسن بن احمد عنصری، ابوالحسن علی بن قلوغ فرخی حسن بن اسحق فردوسی، ابونصر علی بن احمد اسدی طوسی وغیرہ مشہور درباری شعراء تھے۔ حمد اللہ مستوفی کا بیان ہے کہ محمود علماء اور شعراء کا قدردان تھا انہیں چار لاکھ دینار سالانہ صرف کرتا تھا[2] علوم و فنون کے باب میں بڑا فیاض تھا اس نے غزنی میں ایک عظیم الشان دار العلم بنایا اس کے متصل عجائب خانہ تھا ایک لاکھ سالانہ محض علماء کے وظائف مقرر کیے۔ یہ نامور مجاہد ربیع الثانی ۴۲۱ھ میں بعمر ۶۰ سال فوت ہوا۔ مدت حکومت تیس سال ہے۔

۱؎ ابن اثیر ج ۹ ص ۲۲۹ ۲؎ تاریخ گزیدہ ج ۱ ص ۳۹۵

خلیفہ قائم بامر اللہ

نام و لقب ابوجعفر عبداللہ بن قادر باللہ بدر الدجی کے بطن سے تھا جو ارمنی کنیز تھی[1] قائم کے متعلق ابن کثیر کا بیان ہے وہ خوبصورت۔ عابد، زاہد عالم، خدا پر بھروسہ رکھنے والا صدقہ دینے والا۔ صابر، ادیب، خوشخط۔ عادل احسان کرنے والا تھا۔

خلافت قادر کی وصیت کے مطابق ذی الحجہ ۴۲۲ھ میں اس کے ہاتھ پر اراکین سلطنت نے بیعت کی۔ تخت نشینی کے وقت ۳۱ سال کی عمر تھی۔

وقائع نظام حکومت جلال الدولہ کے ہاتھ میں تھا۔ یہ غیر منتظم حکمران تھا فوج کو تنخواہ نہ ملتی وہ اس سے باغی ہو گئی بمشکل یہ فتنہ ختم ہوا۔ جلال الدولہ نے راہ فرار اختیار کی۔ عکبرا جا کر مقیم ہوا فوجی ترکوں نے اس کے برادرزادہ صمصام الدولہ ابو کالیجار بن سلطان الدولہ کو بلا بھیجا وہ متوجہ نہ ہوا تو جلال الدولہ کو ترک افسران منا لائے مگر اس کا رعب دوبدبہ رخصت ہو چکا تھا

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۹۰

جلال الدولہ نے باوجود اپنی کمزوری کے ۴۲۹ھ میں خلافت مآب سے ملک الملوک کے خطاب کی خواہش کی۔ خلیفہ نے انکار کیا اور کہا اسلام میں اس قسم کا خطاب ممنوع ہے مگر جلال الدولہ مصر ہوا۔ اس وجہ سے علمائے بغداد سے فتویٰ طلب کیا۔ قاضی ابوالطیب طبری ابوعبداللہ صیمری۔ ابوالقاسم کرخی وغیرہ نے سلطان جلال الدولہ کے دباؤ سے جواز کا فتویٰ دے دیا۔ مجبوراً خلیفہ نے یہ خطاب عطا کیا۔ لیکن قاضی القضاۃ ابوالحسن ماوردی نے جو جلال الدولہ کے ندیم تھے اور وہ ان کی بہت تعظیم کیا کرتا تھا اس فتویٰ کی مخالفت کی اور علماء سے بحث کی اور سلطانی دربار کو چھوڑ کر گھر بیٹھ رہے۔ ایک دن جلال الدولہ نے طلب کیا۔ آپ تشریف لے گئے۔ تو وہ بولا میرے دل میں آپ کی قدر پہلے سے زیادہ بڑھ گئی۔ آپ حق گو عالم ہیں اور تمام اہل علم سے فائق ہیں۔ اس لئے کمال علمی کے ساتھ تمہاری حق گوئی اور حق پرستی اور غیرت دینی کا نقش میرے قلب پر ثبت ہو گیا۔ انہوں نے الطاف شاہانہ کا شکریہ ادا کیا جلال الدولہ نے ان کا رتبہ اور بڑھایا۔[1]

شہنشاہ جلال الدولہ آخر میں جلال الدولہ نے بغداد کی حکومت سنبھالی۔ شہنشاہ کا خطاب اپنے لیے مقرر کیا۔ مگر خلافت اور سلطنت پر ضعف طاری ہو چکا تھا۔ ارد گرد کے امراء نے غارت گری شروع کر دی۔ جلال الدولہ سے انتظام سنبھل نہ

---

[1] ابن خلدون جلد سیزدہم

سکا۔ ۴۳۵ھ میں انتقال کر گیا ۲ سال ۱۱ ماہ اس نے انتظام سلطنت کیا۔ اس کے مرنے کے بعد ابو کالیجار بن سلطان الدولہ بن بہاء الدولہ اس کا جانشین ہوا۔ خلیفہ نے محی الدین کا خطاب دیا۔ اس سے بھی سلطنت کا انتظام سنبھل نہ سکا۔ اس زمانہ میں ترکوں کی ایک جماعت نے دولت سلجوقیہ کی بنیاد ڈالی ان میں پہلا بادشاہ طغرل بک تھا۔

شاہ عبدالرحیم ۴۴۰ھ میں بہرام کرخی عامل کرمان نے بغاوت کر دی۔ اس کی سرکوبی کے لیے۔ ابو کالیجار نے لشکر کشی کی مگر اس اثنا میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا بیٹا عبدالرحیم جانشین ہوا اس نے عراق، بصرہ، خوزستان پر قبضہ جمایا۔

ارسلان بساسیری بہاء الدولہ کا ایک مملوک تھا جس کا نام بساسیری تھا اس نے اپنی لیاقت اور حسن تدبیر سے بڑی ترقی کی یہاں تک کہ امیر العسکر ہو گیا۔ اور آخر میں انبار کا خود مختار بادشاہ بن گیا فرق باطلہ سے تھا۔ خلیفہ کے خلاف سازشیں کیں۔

دیالمہ کا خاتمہ سلاجقہ کا عروج

طغرل بک نے ۴۴۲ھ میں اصفہان پر قبضہ کیا پھر آذربائیجان فتح کیا۔

طغرل کی بغداد میں آمد ۴۴۷ھ میں بغداد خلیفہ کی طلبی پر آیا پہلے

اس نے عبدالرحیم دیلمی کو آکر قید کیا اور خود شہنشاہ بن بیٹھا۔ عبدالرحیم بحالت قید سنہ ۴۵۰ھ میں مر گیا۔ بغداد میں بنی بویہ نے ۱۲۳ سالہ فرمانروائی کی تفصیلات دولت دیالمہ میں تحریر ہیں۔ خلیفہ نے ۴۴۹ھ میں طغرل بک کے سر پر تاج رکھا اور عمامہ باندھا اور سات خلعت دیئے ملک المشرق والمغرب خطاب دیا۔ طغرل بک نے خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔

حادثہ بساسیری

بساسیری نے دعوت و تبلیغ بنو فاطمہ سے ایک کثیر جماعت ہمنوا بنا لی۔ حتیٰ کہ طغرل کے بھائی ابراہیم حاکم جبل وھمدان پر بھی اس کا اثر پڑا۔ طغرل کو خبر لگی وہ اس کی سرکوبی کو گیا۔ بساسیری کو بڑا موقعہ ہاتھ آیا۔ اس نے سنہ ۴۵۰ھ میں قائم کے نام کو خطبہ سے نکال کر بغداد کی تمام مساجد میں مستنصر فاطمی کا خطبہ پڑھوایا اور اس کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ طغرل اپنے بھائی کی گوشمالی کر چکا تو بغداد پھر آیا۔ خلیفہ بساسیری کی حرکات ناشائستہ سے قریش بن بدران کے یہاں روپوش تھے۔ بساسیری طغرل کی فوج کے حملہ کی تاب مقابلہ نہ لا سکا آخر اسی معرکہ میں بساسیری قتل (۴۵۱ھ) ہوا۔ اس طرح یہ فتنہ ختم ہوا۔ بغداد آتے ہوئے طغرل نے امام اہل سنت ابو بکر احمد بن محمد کو جو ابن فورک کے نام سے مشہور تھے امیر قریش بن بدران کے پاس بھیجا کہ خلافت مآب کو ہمراہ لے کر بغداد آئیں۔ چنانچہ سنہ ۴۵۲ھ میں سلطان طغرل اور خلیفہ دونوں بغداد میں داخل ہوئے۔ طغرل نے بعزت و احترام تخت

خلافت پر متمکن کیا۔ خلیفہ مصلے پر ہی سونے لگا۔ دن بھر روزے سے رہتا، راتوں کو اکثر نمازیں پڑھا کرتا۔ جس جس نے اس کو اذیت دی تھی اُن کو معاف کر دیا۔

۴۴۱ھ میں سلطان ابراہیم بن مسعود بن سلطان محمود بادشاہ غزنی اور سلطان جعفری بک بن سلجوق (طغرل بک) والی خراسان کی آپس میں جنگ ہوئی۔ فیصلہ صلح پر ہوا۔ اس کے بعد جعفر مر گیا۔

واقعات طغرل بک و الپ ارسلان ۴۵۵ھ میں طغرل بک رے سے تیسری بار بغداد آیا۔ بغداد پر ڈیڑھ لاکھ ٹیکس لگا کر جبل کی طرف چلا گیا۔ لیکن منزل مقصود تک پہنچنے سے پیشتر قافلۂ عمر کا سفر ختم ہو چکا تھا۔ چنانچہ رمضان ۴۵۵ھ میں فوت ہوا اس کا وارث الپ ارسلان سلطان ہوا۔ قائم نے خلعت سلطنت عطا کیا

سلطان الپ ارسلان نے نصارا کے ملک فتح کیے۔ نظام الملک طوسی اس کا وزیر تھا۔ ۴۵۹ھ میں نظام الملک نے مدرسہ نظامیہ بغداد میں قائم کیا۔

۴۶۳ھ میں اہل روم اور مسلمانوں سے جنگ عظیم ہوئی الپ ارسلان اسلامی لشکر کے سپہ سالار کی حیثیت سے تھا۔ شاہ روم دیمانوس گرفتار ہوا۔ مگر بعد کو پچاس سال کی صلح پر رہا کر دیا گیا۔ ۴۶۵ھ میں الپ ارسلان قتل ہوا۔ اس کا بیٹا ملک شاہ ملقب جلال الدولہ سلطان بنا۔ سلاجقہ کے تفصیلی حالات دولت سلاجقہ میں تحریر کئے ہیں۔

قائم کی وفات ۱۳ شعبان ۴۶۷ھ میں قائم نے فصد کھلوائی۔ اسی

اس کا انتقال ہوا۔ اس نے اپنے پوتے عبداللہ بن محمد کو ولی عہد و جانشین کیا۔ قائم باللہ نے ۴۵ سال خلافت کی۔

اوصاف قائم اوصاف جہانبانی میں اپنے باپ کا صحیح جانشین تھا اس نے باپ سے زیادہ خلافت کے وقار کو قائم رکھنے کی سعی کی۔ ابن طقطقی مورخ لکھتا ہے

"فاضل اور صالح خلیفہ تھا۔ اس نے عباسی خلافت کے وقار و قوت میں اضافہ کیا۔ علمی حیثیت سے ممتاز تھا۔[1] ادب و خطاطی سے زیادہ دلچسپی تھی۔"

قائم کے عہد کے علماء عبداللہ بن حسین ناصحی فقیہ ثقہ جید شاگرد قاضی ابوالہیثم اور بعہد سلطان محمد سبکتگین قاضی بخارا رہے۔ ۴۴۲ھ میں فوت ہوئے۔

اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن جعفر بن محمد فقیہ محدث خطیب نے بیان کیا کہ میں نے کچھ علم ان سے سیکھا ہے۔ فقہ میں محمد بن جریر طبری کے مذہب پر تھے۔ ۴۲۹ھ میں انتقال ہوا۔

ابوالقاسم عبداللہ بن حسین عکبری محدث نحوی ادیب ان کی مؤلف اعراب القرآن ہے۔ ۴۱۶ھ میں فوت ہوئے۔

یحییٰ بن علی بن عبداللہ بخاری زندولیسی، فقیہ زاہد شاگرد ابو حفص سفکوری و محمد بن ابراہیم حنبدانی روضۃ العلماء انہی کی تصنیف ہے۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ۲۹۰ [2] الفخری ص ۲۶۰

محمد بن موسیٰ خوارزمی، ابوبکر جامع مسند الامام فقیہ و محدث قاری نے ابن الاثیر کی مختصر غریب الحدیث سے نقل کیا کہ پانچویں صدی کے اول میں جو لوگ مجددین اُمت میں شمار ہیں۔ ان میں آپ بھی ہیں۔

حسین بن خضر بن محمد بن یوسف نسفی۔ کنیت ابوعلی، فقیہ، محدث ابوبکر بن الفضل سے، فقہ حاصل کی حدیث کی سماعت عبداللہ بن عبدالرحمٰن الزہری بغدادی سے۔ آپ سے جم غفیر نے فقہ اور حدیث حاصل کی۔ شعبان ۴۲۴ھ کو انتقال ہوا۔

خلافت عباسیہ کی سیاسی حالت

سلاطین دیالمہ کے اقتدار کے زمانہ میں خلافت عباسیہ کا نظم و نسق خلفاء کے ہاتھ میں نہ تھا بلکہ وہ صرف مذہبی اجارہ دار بن کے رہ گئے تھے صرف خطبہ میں اُن کا نام لیا جاتا اور سکہ ان کے نام کا جاری رہتا۔ یا وہ امراء یا جدید فرمانرواؤں کو خطاب اور خلعت عطا کیا کرتے۔ آلِ بویہ ظاہرہ طور پر محفلوں اور اجتماعات میں خلیفہ کا ادب و احترام کرتے[1]۔ ورنہ خلیفہ کی یہ قدر و منزلت رہ گئی تھی کہ وہ ان سلاطین کا استقبال کرتا۔ اُن کے سفراء کی تعظیم کرتا غرض کہ اُن کے عہد میں عباسی خلیفہ کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ بلکہ اُن کی سیاسی حیثیت کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ مگر سلجوقی اقتدار سے قائم نے نئے سرے سے خلافت کے وقار کو قائم کرنے کی سعی کی۔

وزراء خلیفہ | فخر الدولہ بن جہیر خلیفہ کا وزیر اعظم تھا۔ ۴۶۰ھ میں خلافت

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۹۱ [2] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۶۴

مآب نے معزول کر دیا۔ اس کے بجائے ابوالعلی والد وزیر ابوالشجاع کو عہدہ وزارت پر مامور کیا۔ مگر وہ جلد مر گیا۔ پھر فخر الدولہ کو دوبارہ قلمدان وزارت سپرد کیا۔

مکہ میں خطبہ ۴۶۲ھ میں محمد بن ابی ہاشم والیٔ مکہ نے خلیفہ قائم، اور سلطان الپ ارسلان کے نام کا خطبہ حرم میں پڑھا خلیفہ عبیدی مصری کا خطبہ موقوف ہوا۔ خلیفہ کے دربار میں شیخ ابواسحاق[1] شیرازی۔ علامہ ابو نصر شریک ہوا کرتے۔

سلجوقی فرمانروا اور خلافت مآب آل بویہ سے بہتر طغرل سلجوقی نے خلافت مآب کی عظمت و بزرگی کا خیال کیا

۴۴۹ھ میں طغرل بک موصل پر قبضہ کرنے اور دبیس بن فرید اور قریش بن بدران کی شورشوں کو دبا کر بغداد آیا تو خلیفہ قائم بامر اللہ کے ساتھ جو طریقہ عمل اختیار کیا وہ خلیفہ کے شایانِ شان تھا[2] جب یہاں سے واپس جانے لگا تو بہت سے ہدایا خلیفہ کی خدمت میں بھیجے تھے جس میں پچاس ہزار دینار، پچاس ہزار ترک غلام اور بہت سے گھوڑے اور اسلحہ وغیرہ شامل تھے۔ خلافت مآب نے سلجوقیوں کی اس روش سے بہت اثر لیا اور

---

[1] شیخ ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی فیروز آبادی ملقب بہ جمال الدین علم زہد و ورع و تقویٰ میں بڑھے ہوئے تھے مہذب فی المذہب لمع وغیرہ تصانیف ہیں ۴۷۶ھ میں انتقال ہوا (ابن خلکان جلد ۱ ص ۴) ابونصر عبدالسلام بن محمد بن عبدالواحد معروف بہ ابن صباغ فقیہ کتاب شامل کے مصنف ۴۷۷ھ میں وفات پائی۔ [2] ابن خلکان ج ۱ ص ۳۰۳

اپنی کھوئی ہوئی عظمت پھر بحال کرنے میں قائم سرگرم سعی کرتا رہا۔

سلاطین سلاجقہ

بیغو شاہ ترکستان کے دربار میں ایک شخص سلجوق نامی تھا جو بیغو سے خفا ہو کر مسلمانوں کی سرحد یا سمرقند میں چلا آیا تھا۔ نواحی جنددمیں یہ آکر ٹھیرا۔ یہاں کے مسلمانوں کے اخلاق اور تمدن و معاشرت کے اثر نے اس کی طبیعت کو مجبور کیا حتی کہ وہ اپنا مذہب آبائی چھوڑ کر حالی ماوراء النہر کے امتزاج سے مسلمان ہو گیا[1] جند اس زمانہ میں بیغو شاہ ترکستان کا باج گذار تھا۔ ترک سالانہ خراج لینے آئے تو سلجوق مزاحم ہوا۔ اس نے کہا۔ کفار مسلمانوں سے خراج لیں۔ میں اسے گوارا نہیں کر سکتا۔ جند کے مسلمان سلجوق کی مدد سے غالب آئے اور یہی سلجوق کی شہرت کی ابتدا ہوئی۔ اس کے بعد جب ابراہیم سامانی نے سلجوق کی مدد سے ایلک خان پر فتح پائی تو سلجوق کا نام اور بلند ہوا۔ سلجوق کا بیٹا میکائیل ایک لڑائی میں مارا گیا اور اس کے دو بیٹے طغرل بیگ اور جعفر بیگ اپنے دادا سلجوق کے ظل عاطفت میں پرورش پاتے رہے۔ سلجوق کے دونوں بیٹے میکائیل اور داؤد اپنے باپ کے طرز پر رہے اور دونوں پوتے طغرل بیگ اور جعفر بیگ تو بڑے ہی زبردست نکلے۔ سلجوقیوں سے حاکم ماوراء النہر علی تگین

---

[1] ابن اثیر ج ۹ ص ۱۶۳

معروف ایلک خاں اور ترکستان کے سلاطین دبنے لگے۔ ایلک خاں نے تمام سلاطین گرد و نواح کو جمع کر کے سلجوقیوں کا استیلا کرنا چاہا اس پر چغر بیگ خراسان سے ہوتا ہوا آیا۔ ارمینیہ کی طرف نواح سلطنت روم میں عیسائیوں سے مذہبی جنگ کرنے چلا گیا۔ یہ زمانہ سلطان محمود سبکتگین کا تھا۔ سلجوقیوں کو والی طوس نے اپنے ملک سے گزرنے دیا۔ اس پر وہ سلطان محمود کے عتاب کا مستوجب ہوا۔

چغر بیگ نے وہاں کئی قلعے فتح کیے۔ اور بہت سامال غنیمت لے کر آیا۔ پھر یہ دونوں بھائی ایک جا ہو کر اپنی قوت متفقہ کا زور دکھانے لگے۔ خان کاشغر اور سلطان محمود نے باہم مل کر ایلک خان کو جب سمرقند سے بھگایا تھا۔ اس وقت سلجوقیوں کا زور گھٹ گیا تھا۔ لیکن محمود کے مرنے پر مسعود کے زمانہ میں مرو اور ہرات پر چغر بیگ قابض ہو گیا اور خراسان میں بہ مقام نیشاپور طغرل بیگ نے اپنا تخت حکومت رکھا۔ اس کے بعد مسعود نے چڑھائی کی اور دونوں بھائیوں نے مل کر مسعود کا سخت مقابلہ کیا اس لڑائی میں اتنی خونریزی ہوئی کہ ہزاروں برس سے نہیں ہوئی تھی مسعود کو ہزیمت ہوئی اور سلجوقیوں کی سلطنت خراسان میں قائم ہوئی[1]

طغرل بیگ خوارزم شاہ سے اس کے سپہ سالار نے سرتابی کی تھی اس لیے طغرل بیگ کو خوارزم شاہ کی مدد کے لیے خوارزم جانا پڑا اور وہاں سے منصور واپس آیا۔ پھر غزوہ روم کے لیے روانہ ہوا، اور وہاں سے بھی کامیاب واپس آیا۔ اس زمانہ میں طغرل بیگ دو مرتبہ بغداد

[1] ابن خلدون جلد نہم۔

گیا۔ ایک مرتبہ تو ملک رحیم دیلمی کا استیصال کیا۔ اور دوسری مرتبہ قائم باللہ خلیفہ بغداد کو بساسیری کے پنجہ سے چھڑا کر پھر تخت پر بٹھایا اور مستنصر علوی کا نام خطبہ سے نکال کر پھر قائم باللہ کا نام خطبہ میں داخل کیا۔ اس سال اہواز اور بصرہ میں طغرل کا نام خطبہ میں پڑھا گیا۔ تیسری مرتبہ ۴۵۴ھ میں طغرل بیگ پھر بغداد گیا اور قائم باللہ کی لڑکی سے عقد کیا۔ لیکن زفاف کی نوبت نہیں آئی تھی کہ طغرل بیگ نے دنیا سے رحلت کی اور چغر بیگ اس سے پہلے مر چکا تھا۔

چغر بیگ، طغرل بک یہ دونوں بادشاہ ساتھ حکمراں تھے۔ باہم بہت رسم تھا۔ ایک دل ہو کر سب کام کرتے تھے صرف کہنے کو چغر بیگ کا آخیر میں دارالحکومت مرو، اور طغرل بیگ کا نیشا پور تھا۔ ورنہ مرتے دم تک ایک دل رہے[1]

الپ ارسلان بن چغر بک یہ بڑا نیک نام اور نیک نیت بادشاہ تھا داڑھی اس کی بہت بڑی تھی اور ٹوپی بہت اونچی رکھتا تھا۔ عبادان سے ساحل بحر تک اور جیحوں سے دجلہ تک اس کے قبضہ میں تھا۔ کئی سلاطین اس کے باج گزار تھے خان ترکستان کی لڑکی سے اس نے اپنے بیٹے ملک شاہ کی شادی کی اور سلطان ابن مسعود کی لڑکی سے اپنے دوسرے بیٹے ارسلان شاہ کا بیاہ کیا۔

قیصر روم اس کے وقت میں قیصر روم نے تین لاکھ فوج لے کر اور بہت سے

سلہ ابن خلدون ج ۹

عیسائی سلاطین کو ساتھ لے کر بلاد اسلام پر چڑھائی کی اور نیت یہ کی کہ بغداد کو ویران کر دے اور تمام مسجدیں کھدوا دے۔ الپ ارسلان نے بڑے استقلال سے مقابلہ کیا۔ عیسائی پسپا ہوئے اور قیصر روم گرفتار ہوا۔ لیکن پھر قیصر کو رہائی دے دی گئی اور قیصر نے اپنی بیٹی الپ ارسلان کے بیٹے ارسلان شاہ کے عقد میں دی۔

ارسلان شاہ کے لیے خاقان چین کی دختر بھی لی گئی اور خاقان چین بھی مطیعان کے زمرہ میں داخل ہوا۔ اس کے وقت میں نیشاپور رشک بغداد بن گیا۔ تمام سلاطین اس کے دربار میں آتے تھے اور آستانہ شاہی پر جبہ سائی کرتے تھے۔ موت اس کی عجیب طور پر ہوئی۔ اتفاق سے ایک قلعہ دار اسیر ہو کر آیا اور گفتگو میں مشتعل ہو کر اس کی طرف لپکا۔ لوگوں نے روکنا چاہا۔ لیکن اس نے اپنی شان کے خلاف سمجھا کہ کوئی غیر اسے بچائے اس نے لوگوں کو باز رکھ کر خود کمان سیدھی کی۔ تیر خالی گیا اور قلعہ دار نے پہنچکر اس کا کام تمام کر دیا۔ اس بادشاہ کے دربار میں علما بہت رہتے تھے خود نظام الملک طوسی اس کا وزیر ایک زبردست عالم اور بڑا مدبر شخص تھا۔ سلجوقین نے جو زور پکڑا۔ اس میں شمشیر ترکی کے ساتھ حکمت نظام الملکی ایک قابل لحاظ شے تھی۔

جلال الدین ملک شاہ بن الپ ارسلان

نظام الملک طوسی کی سعی سے جلال الدین تخت پر بیٹھا نظام الملک اس کے باپ کے وقت سے وزیر تھا۔ اب تو بالکل ہی سیاہ سپید کا

مالک ہو گیا۔ نظام الملک بڑا مشہور شخص ہوا ہے عباسیوں کے زمانہ میں برامکہ کا خاندان تھا۔ اسی طرح کچھ دنوں کے لیے سلجوقیوں کے وقت میں نظام الملک کا خاندان عروج پر تھا۔ بغداد اور بصرہ میں مدرسہ نظامیہ اسی کا بنوایا ہوا ہے اس کی یونیورسٹی کی کتابوں کا پڑھنا اس زمانہ تک طریقہ نظامیہ کا درس کہلاتا ہے طوس مردم خیز جگہ ہے یہاں نظام الملک غزالی۔ فردوسی تین بڑے مشہور شخص گذرے ہیں۔

کسی کا شعر ہے ؎

ہر دبیر و شاعر و مفتی کہ او طوسی بود
چوں نظام الملک و غزالی و فردوسی بود

ملک شاہ کی گرفتاری

یہ بادشاہ ایک مرتبہ شکار کو نکلا۔ راہ میں رومیوں کے ہاتھ گرفتار ہوا۔ حالت گرفتاری میں اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم میری عزت نہ کرنا ورنہ دشمن مجھے معزز سمجھ کر ذلیل کریں گے۔ یہاں نظام الملک نے مصالحت کا ڈھنگ ڈالا اور شرائط طے کرنے کو خود گیا۔ قیصر روم نے ان قیدیوں کا ذکر کیا تو نظام الملک نے بڑی بے پرواہی سے سُنا۔ بلکہ ملک شاہ جب نظام الملک کے سامنے لایا گیا تو اس نے کچھ التفات نہ کیا۔ نظام الملک لوٹا تو قیصر روم نے ملک شاہ کو مع اور قیدیوں کے اس کے ساتھ کر دیا۔ کیونکہ مصالحت ہو جانے پر اسیرانِ سلطنت کی رہائی لازمی تھی۔ جب ملک شاہ رومیوں

ؔ ۱؎ تاریخ اسلام ص ۲۸۹

کی حدِ نظر سے باہر ہوا تو نظام الملک نے بادشاہ کی رکاب کو بوسہ دیا۔

قیصر روم کی گرفتاری اس کے بعد ملک شاہ نے رومیوں پر چڑھائی کی اور کسی حکمت سے قیصر روم گرفتار کر کے ملک شاہ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ قیصر روم نے ملک شاہ سے کہا کہ اگر تم بادشاہ ہو تو مجھے چھوڑ دو۔ تاجر ہو تو بیچ ڈالو اور قصاب ہو تو ذبح کر ڈالو۔ ملک شاہ نے نہایت عزت سے قیصر روم کو رخصت کیا اور کہا کہ میری غرض صرف یہ تھی کہ میں تم پر ثابت کر دوں کہ مری سابق گرفتاری ایک امر اتفاقی تھی میری قوم کسی طرح کمزور نہیں ہے ملک شام بھی اس بادشاہ کے قبضہ میں آگیا تھا۔ شکار کا اس کو بہت شوق تھا جب بادشاہ بغداد گیا تو خلیفہ مقتدی باللہ نے اس کی بڑی تواضع کی۔ اس نے خلیفہ کا ہاتھ چومنا چاہا لیکن خلیفہ نے (غالباً براہ تواضع) گوارا نہ کیا۔ تب ملک شاہ نے بادشاہ کی انگوٹھی لی اور اسی کے بوسہ پر اکتفا کیا۔ مقتدی نے اپنی بیٹی ملک شاہ کے عقد میں دی اور تمام بلاد اسلام کی زمام امارت ملک شاہ کے سپرد کی جلال الدین خلیفہ ہی کا عطیہ خطاب ہے۔ آخر میں بادشاہ ناخوش ہو گیا تھا۔ ناخوشی کے نتائج پورے طور پر ظاہر نہیں ہوئے تھے کہ ایک فدائی نے نظام الملک کو قتل کیا اور ملک شاہ نے بھی مہینہ کے اندر ہی اپنی موت سے وفات پائی۔

مدرسہ نظامیہ مدرسہ نظامیہ کے دو مدرس بڑے مشہور ہیں امام ابواسحاق شیرازی اور امام غزالی۔ نظام الملک نے یہ چاہا کہ

اپنے طرز زندگی پر علمائے وقت کی رائیں لکھوا کر اپنے ساتھ قبر میں بطور نیک نامی کے لیتا جائے۔ تمام علماء نے آنکھ بند کر کے نظام الملک کی خوبیوں کا قصیدہ نثر میں لکھدیا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ نظام الملک طوسی ایسا ہی شخص تھا نحول اور پھر حدود و شرع کا لحاظ آسان امر نہیں ہوتا۔ لیکن جب ابو اسحاق کی باری آئی تو انھوں نے لکھا "خیر الظلمۃ حسن کتبہ ابو اسحٰق" یعنی ظالموں میں حسن اچھا ہے۔ راقم ابو اسحاق"۔ نظام الملک کا نام حسن تھا۔ نظام الملک یہ تحریر دیکھ کر بہت رویا اور بولا کہ ابو اسحٰق سے زیادہ کوئی دوسرا سچا نہیں ہے۔

برکیارق بن ملک شاہ۔ (۴۸۷ھ) نظام الملک کے بیٹے مؤید الملک و فخر الملک اس کے وزیر تھے۔ تیرہ برس سلطنت کر کے یہ مرا اس کے وقت میں تخت اور حکومت کے لیے سلجوقیوں میں باہمی نزع رہا کچھ حالات مقتدی، اور مستظہر باللہ کے تذکرہ میں ہیں۔

محمد بن ملک شاہ (۴۹۲ھ) تیرہ برس سلطنت کر کے یہ مرا۔

سلطان السلاطین سنجر بن ملک شاہ (۵۰۹ھ) یہ بادشاہ بڑا نیک نام خدا ترس اور بیدار مغز تھا۔ اس کے وقت میں بہت سی لڑائیاں اور بہت سے غزوات ہوئے۔ بہرام شاہ غزنی اس کا باج گزار رہا۔ گور خان ترکی کے مقابلہ میں سلطان سنجر مغلوب ہو گیا تھا۔ اس سے دار رنگ پھیکا ہو چلا تھا لیکن اس کے بعد بہرام غزنوی کو جب علاء الدین جہاں سوز غوری نے آدبایا اور سلطان سنجر نے پہنچکر علاء الدین کو گرفتار کر لیا تب پھر اس کا طنطنہ کامرانی اصلی حالت پر آ گیا۔ نواحی بلخ میں ایک مرتبہ

ترکمان غزنی کے ہاتھ گرفتار ہوگیا۔ اور چار برس تک گرفتار رہا۔ پھر حکمت عملی سے نکل کر اپنے ملک میں آیا۔ یہ پہلے بھی آ سکتا تھا لیکن معہ بیوی کے گرفتار تھا۔ بیوی کے ساتھ بھاگ نکلنا آسان نہ تھا اور بیوی کو چھوڑ کر بھاگنا گوارا نہ تھا۔ جب بی۔ بی مری تو یہ کسی حکمت سے نکل بھاگا اس اثناء میں غزوں نے تمام ملک ویران کر دیا تھا۔ اس کے وقت میں حاکم خوارزم نے بغاوت کر کے ایک جدا سلطنت قائم کی۔ حکمران آگے چل کر خوارزم شاہیوں کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس بغاوت نے سلطان سنجر کو بہت زیادہ کمزور کر دیا تھا۔ سنہ ۵۵۲ھ میں سلطان سنجر نے ۷۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔

محمود خاں جواہر زادہ (۵۵۲ھ) بغراخاں کی نسل میں تھا سلطان سنجر کے بعد ہی تخت نیشاپور پر بیٹھا۔ اس کے وقت میں خوارزم شاہیوں اور غوریوں کا دور ہوا۔ محمود کو اندھا کر کے کچھ ملک خوارزم شاہوں نے لے لیا اور کچھ غوریوں نے لے لیا اسطرح سلجوقیوں کی سلطنت کا خراسان میں خاتمہ ہو گیا۔

اب کچھ سلجوقیوں کا حال لکھا جاتا ہے جو عراق اور عرب میں حکمران تھے۔

محمد بن محمد بن ملک شاہ (۵۰۰ھ) اپنے باپ ملک شاہ کے مرنے پر یہ عراق پر حکمران ہوا، اور سلطان سنجر نے کچھ زیادہ اس کی فکر نہیں کی۔ مسترشد باللہ خلیفہ بغداد سے یہ رنجیدہ ہو گیا تھا اور اس نے بغداد کا محاصرہ بھی کیا تھا۔ لیکن پھر مصالحت ہو گئی۔

طغرل بن محمد بن ملک شاہ (۵۲۵ھ) بھائی کے مرنے پر سلطان سنجر کے اشارے سے یہ عراق کی ریاست پر قابض ہوا۔

مسعود بن سلطان ملک شاہ (۵۲۹ھ) اس کے وقت میں چند سلجوقیوں نے خلیفہ مسترشد کو ملک گیری کے لیے ابھارا۔ مسعود سے لڑائی ہوئی۔ خلیفہ گرفتار ہوا۔ اور ایک فدائی نے اس کا کام تمام کیا اس کے بعد راشد اپنے باپ کے خون بہا کے لیے نکلا اور اصفہان تک پہنچتے پہنچتے مارا گیا۔ پھر مسترشد کے دوسرے بیٹے مقتفی باللہ کو مسعود نے تختِ خلافت پر بٹھایا۔

ملک شاہ بن محمود بن محمد بن سلطان ملک شاہ (۵۴۷ھ) تین مہینہ تک یہ بادشاہ رہا۔ اس کے مزاج میں عیاشی تھی۔ لوگوں نے اُسے قید کر کے اس کے بھائی محمد کو تخت پر بٹھایا۔

محمد بن محمود (۵۴۷ھ) سلیمان شاہ سے جو اس کے بعد تخت پر بیٹھا۔ برابر لڑتا رہا۔ آل سلجوق کے ضعف کا زمانہ تھا۔ اس لیے خلفائے بغداد نے بھی کچھ قوت پکڑ لی تھی سات برس تک سلطنت کر کے مرا۔

سلیمان بن ملک شاہ (۵۵۱ھ) ارسلان کے ساتھ اس کا نام بھی خطبہ میں داخل کیا گیا۔ آٹھ مہینہ تک اس کی سلطنت رہی۔

ارسلان بن طغرل (۵۵۵ھ) الموت کے فدائیوں سے یہ لڑتا رہا اور غالب رہا۔ اس کے وقت میں خوارزم شاہیوں کا زور شروع ہوا۔

طغرل بن ارسلان (۵۷۱ھ) خلیفہ مستضی باللہ کے وقت

میں یہ تخت نشین ہوا۔ رکن الدین قسیم امیر المومنین کا لقب تھا۔ اس کے وزیر قزل ارسلان نے اس سے سرتابی کی اور عرصہ تک لڑتا رہا۔ درمیان میں طغرل کے قید ہو جانے سے یہی بادشاہ بن گیا تھا۔ خلیفہ ناصر دین اللہ بھی طغرل سے ناخوش تھا۔ تکش سلطان شاہ خوارزم کے مقابلہ میں یہ مارا گیا اور اس کا سر بغداد گیا۔ اور اس کے مرنے پر عراق میں سلجوقیوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

سلطان سنجر کے ایک بھائی کی نسل میں سلطان شاہ، توران شاہ ایران شاہ، ارسلان شاہ، محمد شاہ بن ارسلان شاہ، طغرل شاہ، ارسلان شاہ طغرل شاہ، بہرام شاہ، توران شاہ۔ محمد شاہ بن بہرام شاہ۔ یہ دس خود مختار بادشاہ کرمان میں یکے بعد دیگرے خوارزم شاہیوں کے عروج تک حکمران رہے اور ہمدان اس کا پایۂ تخت تھا۔ اس کے بعد تمام سلجوقیوں کی طرح یہ لوگ بھی مٹ گئے۔

سلیمان بن قلمتش بن اسرائیل بن سلجوقی کو الپ ارسلان نے روم کی طرف بھیجا تھا۔ اس کی نسل سے ایک جدا بادشاہت قائم ہو گئی جس میں چودہ بادشاہ اس کے بعد تخت پر بیٹھے اور قوسیہ یا قونیہ دارالحکومت قرار پایا۔ سلیمان بن قلمتش۔ داؤد بن سلیمان قلج ارسلان بن سلیمان مسعود بن قلج ارسلان قلج ارسلان بن مسعود، غیاث الدین کیخسرو بن قلج ارسلان۔ رکن الدین سلیمان بن قلج ارسلان بن سلیمان، عزیز الدین کیکاؤس بن غیاث الدین، علاء الدین کیقباد بن غیاث الدین، غیاث الدین کیخسرو بن علاء الدین۔ رکن الدین سلیمان بن غیاث الدین

کیخسرو، کیخسرو بن رکن الدین[۱۴] مسعود بن کیکاؤس۔ کیقباد[۱۵] بن فرامرز۔

اس خاندان کے بادشاہ رومیوں سے لڑتے رہتے خوارزم شاہیوں سے بھی لڑے۔ عراق کے سلجوقیوں سے بھی کبھی مقابل ہو گئے۔ لیکن برابر اپنی حالت پر قائم رہے۔ ساتویں صدی ہجری کے اخیر میں بربیغ غزاخان نے جس کے مطیع یہ سلطنت ہو گئی تھی۔ کسی قصور پر کیقباد کو تخت سے اتار کر روم سے سلجوقیوں کا نام مٹا دیا[۹]۔

طغرل بک بانی خاندان سلجوقیہ

سلاطین سلجوقیہ میں طغرل کا حال بیان کر آئے ہیں اس جگہ اس کی زندگی کے چند روشن پہلو پیش کرتے ہیں۔

سلطان طغرل اولوالعزم بادشاہ گزرا ہے۔ وہ ہمیشہ افرادِ قوم کو عدل وتقویٰ، رفق واحسان کی تاکید کرتا تھا اور خود بھی ان اوصاف سے متحلی تھا

مذہب طغرل پنجگانہ نماز باجماعت مسجد میں ادا کرتا۔ ہفتہ میں دوشنبہ و پنجشنبہ کو روزہ رکھا کرتا۔ صدقات وخیرات بکثرت کرتا جگہ جگہ مسجد تعمیر کرائیں وہ کہا کرتا تھا۔ مجھے شرم آتی ہے کہ اپنے لیے تو مکان تعمیر کراؤں اور خدا کے لیے اس کے پہلو میں گھر نہ بنواؤں۔

طغرل نے قسطنطنیہ میں جو ہنوز یونانیوں کے قبضہ میں تھا نماز باجماعت اور جمعہ کی اجازت مسلمان کے لیے ملکہ قسطنطنیہ سے حاصل کر لی اور جمعہ کے دن خطبہ میں خلیفہ قائم باللہ کا نام پڑھا گیا۔

---

[۹] تاریخ اسلام ص ۲۹۴ از علامہ ابوالفضل احسان اللہ عباسی ص دائرۃ المعارف بستانی ج ۱۱ ص ۲۱۲ - ۲۱۴

طغرل شہزادی بغداد سے عقد کے لیے بغداد آیا تو نکاح کے بعد شہزادی کے حضور میں گیا۔ شہزادی سنہرے تخت پر جلوہ فرما تھی۔ طغرل بک نے پہلی ملاقات میں سامنے جاکر نہایت ادب سے شہزادی کو سلام کیا۔ اور قیمتی تحفے پیش کیے۔ اس کے بعد مودبانہ سلام کرکے چلا آیا اور شہزادی کے منھ سے نقاب تک نہ اٹھائی۔ طغرل کو اس رشتہ سے فخر تھا عقد کے چھ ماہ بعد ماہ ربیع الاول ۴۵۵ھ میں بعمر ۷۰ سال انتقال کر گیا۔[1]

طغرل بک نے ایک ایسے خاندان کی بنا ڈالی جو عظمت و ہیبت کے علاوہ علم دوست اور عمدہ اوصاف کے لیے آج تک چار دانگ عالم میں مشہور ہے۔

طغرل بک کا فرزند نرینہ کوئی نہ تھا۔ الپ ارسلان بن داؤد جو اس کا بھتیجا تھا۔ اس کو اپنا جانشین کیا۔ جیسا کہ اوپر ہم ذکر کر چکے ہیں الپ ارسلان کا خلف ارشد سلطان ملک شاہ تھا۔ اس کا ہی وزیر نظام الملک تھا پورے حالات سلاطین سلجوقیہ میں لکھ چکے ہیں۔

یہی ملک شاہ تھا جس کے حکم سے رے نیشاپور) میں ایک رصد گاہ بنائی گئی۔ جس کا اہتمام عمر خیام (۱۰۳۸-۱۱۲۳ء) کے سپرد تھا عمر خیام رباعیات کی وجہ سے مشہور ہے۔ مگر نجوم و ہیئت کا بڑا ماہر تھا۔ تاریخ جلالی ملک شاہ کے نام سے مرتب کی۔ اس تاریخ میں یہ خوبی ہے کہ پانچ سال میں صرف ایک دن کی غلطی پیدا ہوتی ہے ایک ان کی

---

[1] تاریخ ابن خلدون ج ۹ ص ،

کتاب جبر مقابلہ پر ہے اس میں ثنائی مساواتوں کا جبری و ترسیمی حل معہ ترتیب و تحلیل مساوات کبھی سمجھایا گیا ہے۔

سلجوقیوں کے عہد میں علمی ترقی کمال پر تھی۔ سلجوقی خاندانوں نے علماٗ کو بہت کچھ نوازا جس کی تفصیل نظام الملک طوسی میں دیکھیئے۔

ملک شاہ کی اولاد میں سے سلجوقی سلطان ابوالفتح ملک شاہ بن محمد تھا جس کے دربار میں ابوالدح محمد بن منصور بن عبداللہ بن منظور الجرجانی الملقب بہ زریں دست نے نورالعیون کتاب لکھکر دربار میں ۴۸۰ھ میں پیش کی۔

نظام الملک طوسی حسن ابن علی بن اسحاق بن عباس کنیت ابوعلی لقب نظام الملک قوام الدین تھا۔ بروز جمعہ ۲۱ ذلیقعدہ ۴۰۸ھ کو نوقان ضلع طوس میں پیدا ہوا۔

اس کا باپ معمولی زمیندار تھا۔ اس نے حدیث و فقہ کی تعلیم حسن ابن علی کو دلوائی۔ حسن بن صباح اور عمر خیام ہم سبق تھے۔ سن بلوغ کو نظام الملک پہونچا تو علی بن شاقون کے پاس جاکر نوکر ہوا۔ کچھ عرصہ بعد ملازمت ترک کرکے داؤد بن میکائیل سلجوقی کے پاس چلا گیا۔ داؤد کو جوہر قابلیت اس میں نظر آیا۔ اس نے نظام کو اپنے بیٹے الپ ارسلان کا اتالیق بنادیا اور شہزادے کو ہدایت کی کہ نظام کو میرے برابر سمجھنا اور اس کے بلا مشورہ کے کوئی کام نہ کرنا۔ جب ارسلان نے سر پر تاج رکھا تو تدبیر مہام و مہار انتظام کو نظام الملک کے ہاتھ میں دیدی۔ دہ سالہ حکومت کے بعد

الپ ارسلان مرگیا تو ملک شاہ تخت نشین ہوا۔ اس کے ہاتھ میں حکومت میں سے صرف تخت تھا اور شکار کے لیے جنگل۔ باقی سیاہ و سپید کا مالک نظام الملک تھا۔ اس جاہ و جلال کے ساتھ نظام الملک نے اپنی عمر کے بیس سال پورے کئے۔ نظام الملک کی مجلس ہر وقت علمائے کبار اور صوفیائے نامدار سے بھری رہتی تھی۔ ابو القاسم قشیری اور امام الحرمین ابو المعالی کی تعظیم و توقیر میں نہایت غلو رکھتا تھا۔

جامعہ نظامیہ نظامیہ یونیورسٹی کی ۴۵۷ھ میں بنیاد رکھی۔ عمارت کی تکمیل ۴۵۹ھ میں ہوئی۔ شیخ ابو نصر صباغ صدر مدرس مقرر ہوئے۔ پھر شیخ ابو اسحاق شیرازی کو پرنسپل کیا

حدیث شریف کے درس میں طالب علمانہ طور سے حاضر ہوتا۔ گاہے خود بھی روایت کیا کرتا۔ اور کہا کرتا۔ میرا شمار راویانِ حدیث میں تو ہوگا تین کروڑ سالانہ کی جاگیر جامع نظامیہ کے لیے وقف کی۔

نظام الملک وزیر سلطنت اور عالم دین تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی مدارس۔ اور سرائیں اور پل تعمیر کرائے۔ ۱۰ رمضان ۴۸۵ھ میں ایک باطنی نے قتل کر دیا۔ تاج الملک ابو الغنائم خسرو بھی اس سازش میں شریک تھا

ابو الہیجا مقاتل بن عطیہ نے مرثیہ میں یہ قطعہ لکھا ہے

كَانَ الْوَزِيْرُ نِظَامُ الْمُلْكِ لُؤْلُؤَةً يَتِيْمَةً صَاغَهَا الرَّحْمٰنُ مِنْ شَرَفِ
عَزَّتْ فَلَمْ تَعْرِفِ الْاَيَّامُ قِيْمَتَهَا فَرَدَّهَا غَيْرَةً مِنْهُ اِلَى الصَّدَفِ

نظام الملک ایک نفیس موتی تھا جسے رحمٰن نے دریائے شرف سے

نکالا تھا۔ اس نے دنیا کو اپنی آب و تاب دکھلائی۔ مگر دنیا نے اس کی قدر و قیمت نہ پہچانی۔ اس لیے غیرت الٰہیہ نے اس کو پھر صدف میں ہی رکھدیا نظام الملک کی علمی یادگار سیاست نامہ ہے جو اپنے موضوع پر لاجواب تصنیف ہے[1]

[1] ابن خلکان ذکر نظام الملک طوسی۔

خلیفہ مقتدی بامر اللہ

نام ولقب مقتدی بامر اللہ بن ذخیرہ الدین محمد بن قائم بامر اللہ اس کے والد محمد بن قائم اس کو حمل میں چھوڑ کر قائم کی حیات میں مر گئے تھے۔ اپنے باپ کے چھ ماہ بعد ارجوان کے بطن سے پیدا ہوئے اپنے دادا کے مرنے کے بعد بعمر ۱۹ سال وچھ ماہ تخت خلافت پر بیٹھے۔

خلافت وقت بیعت خلافت موید الملک ابن نظام الملک وزیر فخر الدولہ بن جہیر۔ عمید الدولہ، شیخ ابو اسحاق شیرازی۔ ابن الصباغ، نقیب النقباطراد، نقیب الطاہر، معمر بن محمد اور قاضی القضات ابو عبد اللہ دامغالی وغیرہ علما واراکین سلطنت نے ۴۶۷ھ میں بیعت کی[1]

ابن عمید الدولہ کو ملک شاہ سے بیعت لینے بھیجا۔ سعد الدولہ کو ملک شاہ نے شحنہ کر کے بغداد کو بھیجا۔ خلیفہ نے عنان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی تمام لہو لعب کے انسداد کا حکم دیا۔ خلاف شرع جس قدر امور تھے ان کو سختی سے بند کیا۔ تھوڑے عرصہ میں نیکیاں اور حسنات ظاہر ہونے لگے۔

۴۶۸ھ دمشق میں بھی مقتدی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

وزارت وزارت پر فخر الدولہ بن جہیر ممتاز تھا۔ کچھ عرصہ کے لیے معطل کر

---

[1] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۹

دیا گیا پھر اُس کو ہی قلم دان وزارت سپرد ہوئی۔ کچھ روز کے لیے ابوشجاع محمد بن حسن مخاطب ظہیر الدین وزارت پر سرفراز رہلے

وقائع

تاج الملک ملک شاہ کا بھائی مقتدی کا ہوا خواہ تھا۔ اس نے بھی دمشق کو تسخیر کر کے وہاں مقتدی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ ملک شاہ سے بھبڑ پڑا۔ مگر صلح ہو گئی۔ خراسان۔ ترمذ وغیرہ پر قبضہ کر چکا تھا چھوڑ گیا۔

سنہ ۴۷۳ھ میں ملک شاہ نے اپنی لڑکی مقتدی کی کنیزی میں پیش کی خلیفہ نے اپنے نکاح سے مشرف فرمایا[1]۔

خطاب امیر المومنین

سنہ ۴۷۹ھ یوسف بن تاشفین والی سبتہ و مراکش جس کے حالات خلافت ہسپانیہ میں لکھے جا چکے ہیں یوسف نے مقتدی سے درخواست کی کہ جو شہر اُس کے قبضہ میں ہیں وہ اس کو دے کر سلطان کا لقب عطا کر دیا جائے چنانچہ مقتدی نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اس کے پاس خلعت و علم بھیجا اور اس کو امیر المومنین کا عظیم ترین خطاب عطا کیا[1]۔

دار العلم

سنہ ۴۸۳ھ میں بغداد میں مستوفی دولت تاج الملک نے ایک مدرسہ باب البرز کے پاس بنایا۔ اس مدرسہ کے صدر مدرس ابوبکر شاشی تھے۔

کوائف صقلیہ

سنہ ۴۸۴ھ میں فرنگیوں نے تمام جزیرہ صقلیہ پر قبضہ کر لیا یہ جزیرہ سنہ ۲۰۰ھ میں مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا۔

---

[1] دروس التاریخ علامہ محی الدین الخیاط مصری جز ۴ ص ۱۳۴ [1] تاریخ الخلفاء ص ۲۲۵

آخری بادشاہ صقلیہ کا صبی معزولی تھا۔

جامع مسجد اس سال ملک شاہ بغداد آیا۔ ایک جامع مسجد بنوائی اور اس کے گرد مکانات امراء نے تعمیر کرائے۔ پھر ملک شاہ اصفہان چلا گیا۔ مگر ۴۸۵ھ میں بغداد پھر لوٹا اور خلیفہ سے کہلا بھیجا۔ بغداد آپ خالی کر دو۔ خلیفہ نے ایک ماہ کی مہلت مانگی۔ مگر دس دن کی مہلت ملک شاہ نے دی۔ خلیفہ نے روزے رکھنے شروع کیے اور افطار زمین پر بیٹھ کر کرتا تھا۔ نہایت عجز کے ساتھ ملک شاہ کے لیے دعا مانگی۔ خدا نے قبول کی کہ ملک شاہ بیمار پڑا اور بعمر ۳۸ سال ۴۸۵ھ میں مر گیا۔[۱]

ملک شاہ کے آثار خیر ملک شاہ کے زمانہ میں اس کے نام کا خطبہ چین سے شام تک اور شمال سے یمن تک پڑھا جاتا تھا۔ سارے قلمرو میں عدل و انصاف کی وجہ سے امن و خوشحالی تھی نہریں نکالی گئیں۔ پل بنائے گئے۔ مساجد آباد کی گئیں۔ مدرسے تعمیر ہوئے مکہ معظمہ کے راستے میں جا بجا رباط اور لنگر خانے قائم کیے۔ اس کی شوکت ہمسایہ سلطنتوں پر غالب تھی۔ ملک شاہ کے چار بیٹے تھے۔ محمود چھوٹا تھا۔ اس کی والدہ ترکان خاتون نے جس کی بیٹی مقتدی کو منسوب تھی۔ خلیفہ کے مشورہ سے محمود کو ولی عہد کر دیا۔ برکیارق کو نظام الملک ولی عہد کر گیا تھا۔ چنانچہ برکیارق نے محمود کو معزول کر دیا۔

قبضہ بغداد برکیارق ابن ملک شاہ نے ۴۸۶ھ میں بغداد پر قبضہ کیا

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۲۲۶

اور خطبہ میں اپنی شہنشاہی کا اعلان کیا اور رکن الدولہ لقب اختیار کیا۔

مقتدی کی وفات

۵ محرم ۴۸۷ھ میں مقتدی نے برکیارق کے نامۂ تخت نشینی پر دستخط کرنے کے بعد اچانک بعمر ۳۸ سال وفات پائی۔ کل مدت خلافت ۱۹ سال ہے عمائد سلطنت نے اسی وقت مستظہر باللہ کی بیعت لی۔ اس سے فراغت پاکر تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔

اوصاف

مورخین کا بیان ہے کہ مقتدی جامع اوصاف فرمانروا تھا مقتدی میں دین و سیاست دونوں جمع تھے۔ گو ملک شاہ خلافت پر حاوی ہو گیا تھا۔ مگر مقتدی نے خلافت کے وقار کو قائم رکھا۔

ابن اثیر کا بیان ہے۔

مقتدی قوی دل اور عالی ہمت خلیفہ تھا۔ اس کا عہد بڑی خیر و برکت کا زمانہ تھا۔ خیر کی کثرت اور رزق میں کشادگی و وسعت تھی[1]

معاصر علما

عبدالقادر جرجانی، ابوالولید الباجی شیخ ابو اسحاق شیرازی۔ اعلم النحوی، ابن الصباغ صاحب الشامل۔ امام الحرمین۔ دامغانی حنفی۔ ابن فضال المجاشی[2]

محدث و فقہا

محمد بن عبداللہ ناصحی عہد سلطان الپ ارسلان میں نیشاپور کے قاضی رہے۔ شیخ ابوالمعالی بن ابو محمد جوینی شافعی سے مناظرے ہوئے۔ ۴۸۴ھ میں خراسان میں انتقال کیا۔

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۷۹ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۲۶۔

علی بن الحسین بن علی نیشاپوری ابوالحسن مولف تفسیر نیشاپوری۔ فقیہ، مفسر شاگرد حسین بن علی حمیری نیشاپور میں زہد اختیار کیا۔ سلاطین سے اعراض کرتے تھے۔ ایک روز ایک شاہ سلجوقی نے کہا کہ آپ نے ہمارے پاس کیوں آنا ترک کر دیا۔ کہا اس لیے کہ تو عالموں کی زیارت سے بہتر بادشاہ ہو اور میں بادشاہوں کی زیارت سے بدتر عالم نہ ہوں۔ ۴۸۴ھ میں انتقال کیا۔

عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح بخاری شمس الائمہ حلوائی۔ فقیہ محدث شاگرد شیخ ابو علی نسفی۔ آپ کی تالیفات سے مبسوط و نوادر وغیرہ مشہور ہیں ۴۴۸ھ میں وفات پائی۔

عبدالواحد بن علی بن برہان الدین عکبری۔ فقیہ نحوی متکلم لغوی۔ مورخ ادیب تھے ابوالقاسم کنیت تھی۔ حنبلی سے حنفی ہو گئے۔ قدوری کے شاگرد ہیں۔ حدیث ابن لبطہ سے سماعت کی۔ ۴۵۶ھ میں انتقال ہوا۔

علی بن محمد بن الحسین فخرالاسلام ابوالحسن البزدوی ۴۰۰ھ میں پیدا ہوئے فقیہ ماہر اصول و فروع مرجع انام مفتی حنفیہ تھے تصانیف مفیدہ بہت یادگار ہیں جیسے اصول میں متن معتمد معروف باصول۔ فخرالاسلام بزدوی و سیع مبسوط گیارہ مجلدات میں تفسیر قرآن و شرح جامعین صغیر و کبیر ۴۸۲ھ میں انتقال ہوا۔

احمد بن محمد بن صاعد بن محمد استوائی۔ شیخ الاسلام ابو منصور قاضی القضاۃ فقیہ و محدث شاگرد صاعد بن محمد و محدث ابو سعید صیرفی ۴۸۲ھ میں فوت ہوئے

باطنیہ اور اُن کی حکمرانی

باطنیہ کا کچھ تذکرہ آچکا ہے کہ یہ اسمٰعیلی شیعی فرقہ ہے۔ امام جعفر صادق کے صاحب زادہ امام اسمٰعیل کی طرف منسوب ہے۔ امام جعفر صادق تک اثنا عشری اور اسمٰعیلی دونوں متفق ہیں۔ امام جعفر صادق کے امام اسمٰعیل اور امام موسیٰ کاظم دو صاحب زادہ تھے۔ اسمٰعیل باپ کے جانشین تھے۔ مگر اُن کا انتقال امام جعفر کی زندگی میں ہو گیا تھا۔ اثنا عشری کے نزدیک چونکہ امامت من جانب اللہ یہ لوگ سمجھتے ہیں اس لیے اسمٰعیلی یہ رائے رکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی امام کی نامزدگی کے بعد پھر اس کا اخراج نہیں ہو سکتا اس لیے وہ اُن کو ہی امام مانتے ہیں۔ لیکن شیعوں کے نزدیک متوفی کو امام نہیں کہہ سکتے اور اپنے عقیدہ بدا کی وجہ سے امام جعفر صادق کے بعد امام موسیٰ کاظم کو مانتے ہیں۔ اسمٰعیلیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اسمٰعیل نے وفات نہیں پائی بلکہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ ان کے نزدیک آئمہ ظاہرین کی دو قسمیں ہیں ظاہر اور مستور اور ان میں ہر ایک کا سات سات کا دور ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اسمٰعیل ساتویں امام ہیں۔ اس لیے اُن پر ائمہ ظاہر کا دور ختم ہوا۔ ان کے لڑکے محمد سے آئمہ مستور کا دور شروع ہوا، گو یہ آئمہ مخفی رہتے ہیں۔ لیکن اُن کے دعاۃ علانیہ اُن کی دعوت کرتے رہتے ہیں۔ عبیداللہ المہدی

مغربی بانی دولت فاطمیہ سے پھر آئمہ ظاہر کا دور شروع کرتے ہیں اس فرقہ کے نزدیک ہر ظاہر کا ایک باطن ہے۔ اس لیے جماعت کو باطنی کہا گیا۔[1]

تحریک آل محمد اور اسمٰعیلی تحریک آل محمد ہی نے حکومت بنو امیہ کا تختہ الٹا اور حکومت بنی عباس اسی دعوت کی بناء پر قائم ہوئی۔ مگر بنی عباس نے اہل بیت کو نظر انداز کر دیا تو یہ لوگ بنی عباس کے خلاف ہو گئے اور اپنی خلافت کے لیے کوشاں رہے اہل بیت میں سے اکثر کو قربان ہونا پڑا۔ مگر بعض حضرات کو یمن افریقہ وغیرہ میں کامیابی ہوئی۔ مگر وہ حکمرانیاں دولت بنی عباس کے مقابلہ کی نہ تھیں۔ البتہ عبیداللہ فاطمی نے دولت بنی عباس کی کمزوری اور خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر مغرب میں اپنی عظیم الشان حکومت قائم کر لی۔ اب ان کی نگاہیں مشرق کی طرف اٹھنے لگیں تو انہوں نے اپنا پرانا طریقہ دعوت و تبلیغ کا پھر شروع کر دیا مگر اس میں کچھ اصول نئے اور نکالے۔ اور اس تحریک کے داعی جو ملے وہ عموماً سفاک اور ظالم بھی تھے۔ جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ اس تحریک کا صدر دفتر مصر قرار دیا۔ وہاں باقاعدہ نظام تھا۔ مریدین کو یہاں خاص تعلیم دی جاتی۔ جن میں امامت کی دعوت سب سے مقدم تھی اور ہدایت تھی جن ملکوں میں داعی پہنچیں۔ خفیہ تعلیم دیں۔ یہ لوگ فدائی کہلاتے تھے ان کا سرغنہ داعی الدعاۃ تھا۔ اس کا درجہ قاضی القضات کے برابر سمجھا جاتا تھا۔

خلفائے فاطمین مصر کی نگاہیں خراسان اور ایران پر زیادہ تھیں جو

---

[1] کتاب الملل والنحل شہرستانی ج ۲ ص ۲۷

شیعیت کے گہوارہ تھے۔ مصر پر اپنی حکمرانی قائم کرنے کے بعد اپنے دعاۃ انہیں ممالک میں بھیجے۔ یہاں بنی بویہ کے عہد تک جا بجا صاحب برید و اخبار متعین تھے جو ہر قسم کی اطلاعیں دیا کرتے اس پر طرہ یہ کہ گو بویہ شیعی عقیدہ رکھتے تھے مگر اہل بیت کے حامی نہ تھے۔ البتہ شیعیت میں غلو اس قدر رکھتے تھے کہ نجف اشرف تک ننگے سر پیر بنی بویہ حکمران زیارت کو پہونچتے۔ مگر اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے خلفائے فاطمی کو نظر انداز کر جاتے۔ بلکہ کوئی داعی ہتھے چڑھ جاتا۔ اس کو سخت سزا دیتے۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ باطنی تحریک خراسان وغیرہ میں عہد بویہ تک دبی رہی۔ سلجوقی دور آیا۔ الپ ارسلان نے جاسوسی کا محکمہ توڑ دیا۔ نظام الملک نے اس سے کہا کہ اس صیغہ کا رہنا ضروری ہے مگر اس نے جواب دیا کہ ہر شہر میں ہمارے دشمن بھی ہیں اور دوست بھی۔ بہت ممکن ہے کہ ارباب غرض دوست کو دشمن یا دشمن کو دوست کی شکل میں دکھلائیں۔ اس لیے میں اس بات کو جائز نہیں رکھتا۔"

چنانچہ سلجوقیوں کے عہد میں باطنیہ پھلے پھولے اور ان کی تبلیغ کا جال دُور دُور تک پھیل گیا۔

اولاً ان کا ظہور ساوہ میں ہوا۔ جو رے اور ہمدان کے درمیان واقع ہے وہاں کے شحنہ نے دو باطنیوں کو گرفتار کیا۔ مگر لوگوں کی سفارش پر چھوڑ دیا۔ ان لوگوں نے ایک موذن کو اپنے مقصد کے لیے پھانسا۔ مگر وہ ہاتھ سے نکل گیا تو اس کو قتل کر دیا۔ یہ پہلا خون تھا جو مشرق میں گروہ باطنیہ کے ہاتھ سے ہوا۔

حسن بن صباح

اصفہان اور نیشاپور کے وسط میں قبضہ قائن کا رئیس باطنیوں کے دام میں گرفتار ہوگیا۔ اس نے ایک جماعت بنائی جو قافلوں کو لوٹا کرتی۔ اُن کی مزاحمت کرنے والا کوئی نہ تھا اصفہان تک غارت گری کا دائرہ بڑھ گیا۔ پھر تو باطنیوں نے ملک شاہ کے تعمیر کردہ قلعہ پر قبضہ جما لیا۔ اس جماعت کا داعی اعظم احمد بن عبدالملک بن عطاش تھا جماعت باطنیہ نے عطاش کے سر پر تاج شاہی رکھا اور اس کے پاس چاروں طرف سے لوٹ کا مال لا کر جمع کیا جاتا۔

حسن اتفاق سے ایک فاضل جلیل شخص حسن بن صباح جس کا وطن رَے تھا جو امام موفق نیشاپوری کے حلقہ درس میں شریک ہو چکا تھا۔ نظام الملک اور حکیم عمر خیام کا ہم سبق بھی تھا۔ ہندسہ، حساب، نجوم وغیرہ علوم ریاضیہ کا بڑا ماہر فاطمی داعی احمد بن عطاش کے اثر سے فاطمی تحریک میں شامل ہوگیا اس کے یہاں فاطمی دعاۃ کی آمد و رفت شروع ہوگئی۔ نظام الملک کے خسر ابو مسلم نے جو رے کے رئیس تھے اس کو نظر میں رکھا۔ وہ گرفتاری کے خوف سے بھاگ کر مصر پہنچا۔ خلیفہ مستنصر علوی نے اپنے گون کا سمجھ کر ہاتھوں ہاتھ لیا اور مشرق میں فاطمی دعوت کی تبلیغ پر اُس کو مامور کر دیا

حسن بن صباح مصر سے لوٹ کر شام آیا۔ پھر جزیرہ و دیار بکر، خراسان کا شغر اور ماوراء النہر کا دورہ کر کے اپنے خیالات ملحدانہ ان علاقوں میں پھیلائے اور "قزوین" کے قریب دیالمہ کا بنایا ہوا ایک سنگین "قلعۃ الموت" اس کے مقصد کے لیے موزوں تھا۔ یہ ایک علوی کی ملکیت تھا حسن بن صباح

نے یہاں قیام کیا۔ اپنے ظاہری زہد و ورع سے چند دنوں میں اس نے نواح میں کافی اثر پیدا کر لیا۔ الموت کا علوی بھی ظاہری زہد سے متاثر ہوا۔ مگر کچھ دن بعد ابن صباح نے اس کے ساتھ دغا کر کے الموت پر قبضہ جمایا اور علوی کو نکال باہر کیا۔[1]

قلعہ الموت قلعہ الموت پر قبضہ جمانے کے بعد حسن بن صباح کھل کر میدان میں آگیا اور دلیرانہ قتل و غارت کرنے لگا۔ اس کے داعیوں کے ہاتھ سے صدہا اکابر علما قتل ہوئے۔ اس کے داعی کسی کی جان لینا اور اپنی جان دینا معمولی بات سمجھتے تھے۔

ملک شاہ کو باطنیوں کے حالات معلوم ہوئے۔ نظام الملک نے حسن بن صباح کے پاس سفارت بھیج کر افہام و تفہیم کے ذریعہ اسے روکنے کی سعی کی لیکن وہ اپنی خود سری سے باز نہ آیا تو پھر الموت پر فوج کشی کر کے اس کا نہایت سخت محاصرہ کرایا۔ سلجوقی افواج کا مقابلہ ابن صباح کے بس کی بات نہ تھی جب اس نے دیکھا کہ اس کے لیے کوئی مفر نہیں ہے تو ایک فدائی کو بھیج کر نظام الملک کو قتل کرا دیا۔ فوجیں مستقر خود لوٹ آئیں ابن صباح کی جان اس طرح بچ گئی۔ باطنیوں کو اب زیادہ آزادی مل گئی۔ انھوں نے قہستان اور طبس وغیرہ پر بھی تسلط کیا اور ابہر کے متصل دتم کوہ کے نامی اور محفوظ قلعہ کو قبضہ میں لا کر اپنا مادی و ملجا بنایا۔ اردگرد جو قلعہ تھے وہ بھی باطنیوں نے لے لیے۔

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۱۰

ان کی دست درازیاں اس قدر بڑھ گئیں کہ سلطان برکیارق کے بہت سے امراء کو مار ڈالا۔ اس نے صدہا باطنیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ مگر باطنیہ تحریک گھٹنے کے بجائے روز افزوں ترقی پر تھی۔ غرضیکہ باطنیوں کی دراز دستی سے خراسان میں اضطراب عظیم پیدا ہو گیا۔ اس وجہ سے ۴۹۴ھ میں سلطان سنجر کے سپہ سالار امیر برغش نے ان پر حملہ کر دیا اور بہت سے ملحدوں کو قتل کر کے طبس کا محاصرہ کیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کو فتح کر کے باطنیوں کا استیصال نہیں کیا۔ مگر صلح کر کے لوٹ آیا۔ ۵۰۰ھ میں سلطان محمد نے اصفہان کے قلعہ پر جہاں ابن عطاش رئیس رہتا تھا۔ محاصرہ کر لیا۔ آخر میں ابن عطاش گرفتار ہوا اور قتل کیا گیا۔ اس کی بیوی نے قلعہ سے گر کر جان دے دی یہاں سے فارغ ہو کر سلطان محمد قلعہ الموت پر لشکر کشی کی جہاں ابن صباح ۲۶ سال سے حکمراں تھا اور قرب و جوار میں لوٹ مار اور غارت گری کر رہا تھا۔ مگر راہ میں بیمار پڑ کر فوت ہو گیا۔ امیر شتگین شیرگیر والی ساوہ نے بھی باطنیوں کی سرکوبی کی۔ آخرش ظلم و جور کے بعد حسن بن صباح ۵۱۸ھ میں مر گیا۔ اس کا بیٹا کیا بزرگ تھا جو حسن بن صباح کا جانشین ہوا۔

امرائے حکومت باطنیہ

کیا بزرگ بن حسن (۵۱۸ھ) اپنے باپ کے مرنے پر تخت الموت پر بیٹھا۔ اس کے وقت میں ریاست نے کچھ اور زور پکڑا۔ گو محمود سلجوقی کے وقت

میں باطنی بہت مارے گیے۔ لیکن اس کی خود مختاری میں کوئی فرق نہیں آیا اس کے بعد اس کا بیٹا محمد جانشین ہوا۔

محمد ابن کیا: عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی راشد باللہ پر نگاہ رکھی چنانچہ کچھ عرصہ بعد چار فدائیوں نے خلیفہ عباسی راشد باللہ کو راہ میں موقع پاکر قتل کیا۔ مگر اس واقعہ سے ریاست اسمٰعیلیہ کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا لیکن عام طور پر الموت میں خوشی منائی گئی۔ محمد سلطان سنجر نے محمد ابن کیا کا عقیدہ) دریافت کیا۔ غرض اس کی یہ تھی کہ بے دین ہو تو مجاہدین اسلام بھیجے جائیں لیکن محمد ابن کیا نے جواب میں وہ باتیں لکھیں جس سے محمد سلطان سنجری بھی ساکت ہو رہا اور معلوم ہوا کہ صرف جزئیات میں اختلاف ہے۔ رکن مذہب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ محمد بن کیا ۲۵ برس تک حکمراں رہا۔ اس کی ذات سے اسلام کو بڑا نقصان پہنچا۔

حسن بن محمد کیا:۔ اس کو لوگ علی بذکرہ السلام کہتے ہیں اس کو علمائے اسلام ملحد اور زندیق لکھتے ہیں۔ اس کے معتقدات اسلام کے خلاف تھے یہ دہریہ مذہب رکھتا تھا اور بے تکلف لوگوں کو اغوا کرتا کہ وہ مذہب کو کوئی چیز نہ سمجھیں۔

محمد بن حسن بن محمد بن کیا۔ (۵۶۱ھ) الحاد میں یہ اپنے باپ سے بھی بڑھا تھا۔ امام فخر الدین رازی اس زمانہ میں تھے۔ آذربائیجان سے رے میں آکر درس جاری کیا۔ مذہبی درس میں وہ مثلاً نام اسماعیلیوں کا لیتے تھے اور حسن بن محمد اور محمد بن حسن کو برا بھلا کہتے تھے۔ تاکہ لوگ اِدھر مائل

نہ ہوں۔ فدائیوں نے الموت سے پہنچکر امام فخرالدین رازی کو بہت تنگ کیا جس سے وہ غیاث الدین بادشاہ کے پاس غور چلے گئے اور پھر وہاں سے سلطان خوارزم کے پاس خوارزم میں جاکر زندگی بسر کی۔

جلال الدین حسن بن محمد بن حسن۔ باپ کے اعتقادات سے اس نے توبہ کی۔ اور اپنی توبہ کی خبر تمام سلاطین مصر کے پاس بھیجی۔ جس سے یہ جلال الدین حسن نومسلم مشہور ہوا۔ مذہب اسلام کو اس کے وقت میں رونق ہوئی اس کی ماں ایک مرتبہ حج کیلئے گئی تو اس کے ساتھ ایک سلطان بھی تھا ناصر خلیفہ بغداد کے حکم سے سلطان محمد خوارزم شاہ کے رائت سے رائت جلال الدین آگے رکھا گیا۔ سلطان محمد کو جہاں اور رنج ناصر سے ہوا وہاں یہ بھی خیال تھا کہ خلیفہ نے جلال الدین سے مجھے کم سمجھا۔

علاءالدین محمد بن جلال الدین بن حسن۔ نو برس کے سن میں یہ تخت پر بیٹھا۔ یہ جو کچھ الٹا سیدھا حکم دیتا تھا۔ لوگ اپنے مذہبی عقیدہ کے مطابق اُس کو واجب التعمیل مانتے تھے کہ امام معصوم ہوتا ہے۔ اس کے وقت میں مذہب کھیل ہوگیا۔ ایلان ناصری" کا مصنف ناصرالدین اسی وقت میں تھا۔

رکن الدین خورشاہ بن علاءالدین: (۶۵۴ھ) چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو نے اسے گرفتار کرکے ہزاروں اسماعیلیوں کو تہ تیغ کیا اور رکن الدین کو قتل کرادیا اور پھر اس کے بعد بغداد کی طرف توجہ کی۔ خلفائے بغداد، اور شاہان الموت کی بربادی کا ایک زمانہ ہے۔

خلیفہ مستظہر باللہ

نام و لقب مستظہر باللہ ابو العباس احمد بن المقتدی باللہ ماہ شوال ۴۷۰ھ میں پیدا ہوا۔

خلافت بعمر ۱۶ سال ۴۸۷ھ تخت خلافت پر رونق افروز ہوا وزیر عمید الدولہ وغیرہ نے بیعت کی۔ لقب مستظہر باللہ قرار پایا۔ وزیر سلطان برکیارق کے پاس گیا۔ اس نے بطیب خاطر خلیفہ کی بیعت وزیر کے ہاتھ پر کی۔

مجلس عزا خلیفہ مقتدی کی موت کے تیسرے دن مجلس عزا منعقد ہوئی۔ سلطان برکیارق معہ اپنے وزیر عز الملک بن نظام الملک، اور اس کے بھائی بہاء الملک کے مجلس میں حاضر ہوا اور باب مناصب سے طراد عباسی، معمر علوی، اور علمائے کبار سے قاضی القضات، ابو عبداللہ دامغانی، امام غزالی۔ اور امام شاشی وغیرہم بھی ماتم پرسی کو آئے اور تعزیت کی اور خلیفہ مستظہر کی بیعت کی اور رخصت ہوگئے[1]

تاج الملک برکیارق تاج الملک، ملک شاہ کا بھائی تھا توسیع مملکت کی ہوس میں ۴۸۷ھ میں فوج کشی کر دی بھتیجا

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۹۶

موصل۔ دیار بکر۔ آذربائیجان کو زیرنگیں کر لیا۔ برکیارق رکن الدولہ اس کے مقابل آیا۔ مگر ناکام اصفہان کی طرف چلا گیا۔ وہاں اس کا بھائی محمود بن ملک شاہ حاکم تھا۔ اس نے اس کو روکا اور پھر قتل کرنے کی نیت سے داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ اتفاق قضا و قدر کہ برکیارق کے قتل ہونے سے پہلے موت نے خود سلطان محمود کا خاتمہ کر دیا۔ اور اہل اصفہان نے متفقہ طور پر برکیارق کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ تاج الملک تتش برکیارق سے نبٹنے کو اُٹھا۔ رے کے میدان میں کارزار گرم ہوا۔ تتش اس معرکہ میں کام آیا۔ برکیارق کے لیے میدان صاف ہو گیا۔

وزارت وزیر عمید الدولہ کو خلیفہ مستظہر نے معزول کر کے سدید الملک ابو المعالی بن عبد الرزاق ملقب عضد الدین کو قلمدان وزارت سپرد فرمایا۔ مگر چند سال بعد ۴۹۶ھ میں وہ بھی مع اہل و عیال کے گرفتار کیا گیا۔

وزیر موصوف کی گرفتاری کے بعد خلافت مآب نے امین الدولہ ابو سعد بن موصلا کو مجلس مشورہ کا ناظر مقرر کیا اور زعیم الرؤسا ابو القاسم بن جہیر کو حلہ سے طلب کیا۔ ارباب دولت نے اس کا پرتپاک استقبال کیا۔ دربار خلافت سے خلعت وزارت مرحمت اور قوام الدولہ کا خطاب عنایت ہوا کچھ عرصہ بعد اُن پر بھی نزلہ گرا۔ قاضی ابو الحسن دامغانی قائم مقامی کرتا رہا۔ بعدہ ابو المعالی بن محمد بن مطلب ۵۰۱ھ میں عہدۂ وزارت پر ممتاز ہوا۔ ۵۰۲ھ میں سلطان محمد کے اشارہ سے یہ بھی معزول کیا گیا۔ مگر اس

شرط سے بحال رہ سکتا ہے کہ

"آئندہ عدل و انصاف سے کام لے گا۔ رعایا کے ساتھ ظلم و جبر سے پیش نہ آئے گا اور ذمیوں میں سے کسی کو ذمہ داری کا عہدہ نہ دے گا۔"

ابو المعالی نے جملہ شرائط منظور کر کے وزارت کا کام انجام دینا شروع کیا مگر نباہ نہ سکا تو اس کے بجائے ابو القاسم بن جہیر مقرر ہوا۔ وہ ۴۹۲ھ تک فرائض وزارت انجام دیتا رہا۔ پھر ربیع ابو منصور بن وزیر ابو الشجاع محمد بن حسین وزیر سلطان محمد کو قلم دان وزارت عطا کیا۔[1] چند دن بعد پھر برکیارق نے موید الملک بن نظام الملک کو وزارت پر سرفراز کیا۔

زبیدہ خاتون برکیارق کی والدہ زبیدہ خاتون بڑی عقیل و دانا خاتون تھی اس لئے امور سیاست میں دخل دینا شروع کر دیا فخر الملک بن نظام الملک نے تحفہ بھیجکر اپنا رسوخ پیدا کیا۔ اس نے برکیارق کو موید الملک کا مخالف بنا دیا۔ اس نے موید کو قید کیا اور فخر الملک کو وزارت عطا کی۔ موید الملک قید زندان سے نکل کر محمد بن ملک شاہ والی اران کے پاس پہنچا۔ اس نے تعظیم و تکریم کی اور اپنا وزیر کر لیا۔ موید نے برکیارق پر حملہ کرا دیا۔ ۴۹۱ھ سے ۴۹۷ھ تک باہمی جنگ ہوتی رہی ملکی نظام کا شیرازہ بکھر گیا۔

رے، جبل، طبرستان، خوزستان، فارس، دیار بکر اور حرمین

---

[1] ابن خلدون جلد ۵ ص ۲۷ [2] ابن خلدون جلد ۵ ص ۲۸

میں برکیاروق کے نام کا خطبہ جاری تھا اور آذربائیجان۔ اران، ارمینیہ اصفہان اور عراق میں سلطان محمد کا لطائف میں کہیں اس کا اور کہیں اس کا اور بصرہ میں دونوں کا۔ سنجر بن ملک شاہ نے مشرق میں حدود جرجان سے ماورالنہر تک اپنے نام کا خطبہ شروع کر دیا۔ یہ ابتری دیکھ کر رومی ملک شام پر بیت المقدس کے لیے حملے کرنے لگے۔ اس وجہ سے بعض امراء علما قاضی ابوالمظفر جرجانی حنفی اور ابوالفرج احمد بن عبدالغفار ہمدانی نے برکیاروق اور محمد میں صلح کرادی اور دونوں کے حدود قائم کر دیے۔

وفات برکیارق برکیارق اس صلح کے چند دن بعد ۴۹۸ھ میں مر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا ملک شاہ ثانی تخت نشین ہوا۔ محمد نے اس پر چڑھائی کر دی اور کامیاب ہو گیا[1]

حروب صلیبیہ خلیفہ مستظہر کے زمانہ میں جنگ صلیبی کا آغاز ہوا۔ کیونکہ عباسی خلفاء جب سے داخلی مملکت کے جھگڑوں میں آلجھ گئے، مہدی، ہارون، مامون جیسے جاہ و جلال والے خلفاء کا دور ختم ہو چکا تھا۔ ان کے اخلاف کی کمزور قوت اور نااہلی سے اب عباسیہ حکومت کی طاقت بالکل کمزور ہو چکی تھی چنانچہ رومی سلطنت نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا۔ سنہ ۹۶۹ء کے درمیان نقفور اور جنازمین کے حملے خصوصی طور اہم تھے جیسا کہ اوپر ذکر تفصیلی کر چکے ہیں رومیوں کی سرحدات سے متصل اسلامی علاقوں پر خاندان بنی حمدان کا قبضہ تھا۔ پوری جد و جہد کے باوجود

[1] ابن خلدون جلد ۹ ص ۶۹

وہ رومی فوجوں کے دباؤ کی تاب نہ لا سکے یہ فوجیں شام کے ساحلی علاقہ پر قبضہ کرتے ہوئے دریائے فرات کو عبور کرنے لگیں اور خود دارالخلافہ بغداد ان کے حملوں کی زد میں آگیا۔ عباسی خلیفہ مطیع اللہ بہت گھبرایا باوجود نائب سلطنت کے کہنے پر اپنے محل کے اسباب تک کو بیچ ڈالا۔ تاہم خلافت کی خوش قسمتی سے اس وقت رومی فوجیں پسپا ہوئیں۔ مگر یہ سلسلۂ مقابلہ کا ایک عرصہ تک رہا۔ سلجوقیوں نے اپنے دور میں رومیوں کو بہت کچھ پائمال کیا ان کے علاقے چھین لیے۔ ان کی قوت سے آس پاس کی حکومتیں لرزہ براندام تھیں ملک شاہ سلجوقی نے تمام سرحدی حکومتوں سے اپنے قوت کے بل پر من مانی شرطیں منوالیں۔ مشرقی رومن امپائر کا شہنشاہ کیسوس بھی ملک شاہ کے جلال و ہیبت سے کانپ رہا تھا۔

ملک شاہ کے مرتے ہی کیسوس نے موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور مسیحی دنیا کے مشرقی و مغربی حصے کی باہمی رقابت اور مخالفت کو کمیر بھلا کر اپنے قاصد یورپ کے جنگجو اور جنگ آزما بہادروں سے درخواست کی کہ "وہ میرا ساتھ دے کر سلطنت کے کھوئے ہوئے وقار اور وسعت کو دوبارہ لوٹا دیں۔"

سب سے پہلے شہنشاہ کیسوس کی معاونت کے لیے "پطرس" راہب اٹھ کھڑا ہوا۔ پطرس فرانس کے شہر امیبس کا رہنے والا تھا جوانی میں اس نے فوجی نوکری کی۔ مگر بعد میں تارک دنیا بن گیا اور راہب کا لقب پایا۔ اس نے بیت المقدس آکر زیارت کی تھی۔ بغداد بھی گیا تھا۔ کچھ حصہ عالم اسلامی میں پھرا۔ یہاں سے یہ خیال لے کر گیا کہ خون حسین کے نام سے بنی فاطمہ برسر اقتدار

ہو گئے تو اس نے مصائب کو سامنے رکھا اور جس طرح بنی فاطمہ عیوب اور ظلم بنی امیہ و بنی عباس کے بیان کر کے لوگوں کو اپنا ہم نوا بنا رہے تھے اسی طرح اس نے جا کر یورپ میں ہنگامی دورہ کیا اور مسلمانوں کے مفروضہ مظالم بیان کیے اور صلیب کے زیر سایہ آنے کی دعوت دی۔ خلاصہ یہ کہ صلیبی جوش کی آندھی چلی اور بڑی بے ڈھب چلی۔

مشرقی رومی ایمپائر کے شہنشاہ کا ایک قاصد پاپائے روم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس سے درخواست کی کہ وہ فرینک، جرمن اور انگریز وغیرہ مغربی اقوام کو دعوت دے کر صلیب کی امداد پر آمادہ کرے اور ارض مقدس کو اس کے دشمنوں سے چھڑائے۔ پاپائے روم نے یہ درخواست منظور کی، تمام یورپ کو صلیب کے نام پر کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ یہ فتوی نائب مسیح بگولہ بن کر سارے مغربی نصرانیوں میں پھیل گیا۔

پھر تو ارض مقدس پر قبضہ کرنے کے عزیز مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سارا یورپ تیار ہو گیا اس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ

پوپ اربن دوم نے ۴۸۸ھ / ۱۰۹۵ء میں فرانس کے شہر کلرموں میں عیسائی دنیا کی ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی چند فروعی امور کے تصفیہ کے بعد پوپ نے مجمع کو مخاطب کر کے کہا "مسلمانوں کا ظلم بہت بڑھ گیا ہے۔ ان پر حملہ کرنا ضروری ہے۔ اس وقت جو شخص اپنی صلیب کو نہ اٹھائے گا اور میرے ساتھ نہیں چلے گا وہ میرا پیرو نہیں ہے۔"[1]

---

[1] تاریخ یورپ اے۔ جے۔ گرانٹ ص ۳۵۱

پوپ کی تقریر نے حاضرین میں مجنونانہ حالت پیدا کر دی چلا اٹھے۔ خدا کی مرضی یہی ہے۔ اور سرخ کپڑے کی صلیبیں اپنے سینوں پر لگا کر اس عظیم الشان مہم کے لیے تیار ہو گئے۔ . . .
مردوں، عورتوں اور بچوں کا ایک انبوہ کثیر پطرس راہب کی قیادت میں روانگی کے لیے تیار ہو گیا[1]

فرانسیسی مورخ لیبان نے تمدن عرب میں ان مقدس صلیبیوں کا یہ حال لکھا ہے۔

جنت ملنے کے علاوہ ہر شخص کو اس میں حصول مال کا بھی ایک ذریعہ نظر آتا تھا۔ کاشتکار جو زمین کے غلام اور آزادی پر جان دیتے تھے۔ خاندانوں کی وہ اولاد اصغر جو قانون وراثت کی رو سے محروم الارث تھی۔ امراء جنہیں آباد جائداد کا حصہ کم ملا تھا اور جنہیں دولت کی خواہش تھی، راہب جو خانقاہی زندگی کی سختیوں سے عاجز آ گئے تھے غرض کل مفلوک الحال اور ممنوع الارث اشخاص جن کی تعداد بہت تھی اس مقدس گروہ میں شریک تھے[2]

اے۔ جے گرانٹ کے بیان سے اس مقدس صلیبی گروہ کے مذہبی و اخلاقی حالت کا یہ نقشہ نظر آتا ہے۔

اس خالص جذبہ مذہبی میں حرص وہوا اور خود غرضی ظلم وستم

---

[1] تاریخ یورپ اے۔ جے گرانٹ ص ۲۵۵ [2] تمدن عرب ص ۲۹۵

انتقام و منافرت اور جنگ و خونریزی کے عناصر شامل ہو گئے
انہیں صرف مسلمانوں ہی سے نفرت نہ تھی بلکہ غریب یہودی
بھی جو مغرب میں آباد تھے۔ گرفتار مصیبت ہو گئے مالی نقصان
کے علاوہ انہیں سخت جسمانی تکلیفیں پہنچائی گئیں اور طرفہ
تماشہ یہ تھا کہ اس بدکرداریوں کے بانی وہ لوگ تھے جو اُس
سرزمین کو آزاد کرنے جارہے تھے جہاں مسیح نے تمام بنی آدم
کے لئے اپنی جان دی تھی۔[1]

غرض کہ صلیبی مجاہدین کا یہ انبوہ کثیر جس کی تعداد ۱۳ لاکھ تھی پطرس راہب اور ایک مفلس سردار "گوتیر" کی قیادت میں قسطنطنیہ روانہ ہوا راہ میں آؤ بھگت خوب ہوئی۔ مگر بلغاریہ والوں نے ان سے روپیہ لے کر سودا دیا۔ مجاہدین بگڑ بیٹھے۔ دیہات لوٹ لیے، عیسائی باشندے قتل کیے اور صدہا کو دریا میں پھینک دیا۔ پھر قسطنطنیہ پہونچے۔ قیصر الکزس نے ان کے مظالم سے تنگ آ کر انہیں باسفورس پار ایشیائے کوچک روانہ کر دیا پھر تو بلا امتیاز مسلمان و عیسائی سب کو جو راہ میں ملتا قتل کر دیتے بچوں کی تکا بوٹی کر ڈالتے یہ وحشیانہ افعال روز افزوں ترقی پر تھے امیر قلیج ارسلان سلجوقی والی قونیہ کے علاقہ میں داخل ہوئے اس نے ان کی اس بربریت کا پورا انتقام لیا اور جانوروں کی طرح اُن کا قتل عام کیا اور قریب قریب پوری صلیبیوں کی فوج برباد ہو گئی۔[2]

---

[1] تاریخ یورپ اے جے گرانٹ ص ۳۵۵ (اردو) [2] تمدن عرب ص ۲۹۶

یہاں ان مجاہدین کو اپنے کرتوت کا یہ پھل ملا۔ ادھر یورپ کی حکومتوں نے فوجیں تیار کیں اور اپنے اعزہ و امراء کی قیادت میں ان کو روانہ کیا شمالی فرانس کی فوجیں فلپ اول کے بھائی ہیگو آف ڈنیڈ واسٹفن کی قیادت میں تھیں۔ جنوبی فرانس کی ایمنڈ کاؤنٹ ٹولوزلی نارمنوں کی شاہ انگلینڈ کے بھائی رابرٹ کی، رائن کے جرمنوں اور فرانسیسیوں کی گارڈ فری رئیس بویلون کی، جنوبی اٹلی و سسلی کی بوہنڈ اور ٹنکرڈ کی سرکردگی میں روانہ ہوئیں۔

ان کے علاوہ یورپ کے چھوٹے موٹے رئیس بھی شریک تھے۔ ان فوجوں کی تعداد دس لاکھ تھی۔ پہلے اس میں کچھ چخ چلی۔ مگر پھر مصلحت کے تقاضے سے $\frac{۴۹۰}{۱۰۹۶}$ھ میں تمام افواج گاڈ فرے کی سرکردگی میں آگئیں[1] اور باسفورس کو عبور کر کے انھوں نے قونیہ کا محاصرہ کر لیا۔ امیر قلیچ ارسلان سلجوقی بڑی شجاعت سے مدافعت کرتا رہا۔ مگر آخر میں شکست کا منہ اس کو دیکھنا پڑا۔ قونیہ کے بعد صلیبی افواج شام کی طرف بڑھیں اور انطاکیہ کو گھیر لیا۔ یہاں کے سلجوقی والی باغیسان نے پوری مدافعت کی۔ مگر صلیبی ایک قلعہ دار سے ساز باز کر کے شہر میں داخل ہو گئے اور پوری مسلمان آبادی کو انھوں نے تہ تیغ کر دیا۔ امیر قوام الدولہ کربوغا والی موصل انطاکیہ مدد کے لیے آیا۔ مگر ناکام لوٹا۔ پھر یہ صلیبی مجاہد شمالی شام کی طرف بڑھے معرۃ النعمان کو فتح کر لیا۔ ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان قتل کیے اسی قدر

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۹۵

گرفتار کئے گئے۔ معرۃ النعمان کے بعد عرقہ کا محاصرہ کیا۔ امیر منقذ والی شیزر نے صلح کر لی۔ پھر صلیبی حمص پہنچے۔ یہاں کے حاکم جناح الدولہ نے بھی صلح کر کے مسلمانوں کی ان ظالموں سے جان بچائی۔ پھر اس جم غفیر کا رخ عکا کی طرف ہوا۔ مگر وہاں سے منہ کی کھائی[1]

پھر بیت المقدس کا رخ کیا۔ جنگ صلیبی کے آغاز میں سلجوقی نگران تھے انطاکیہ کے بعد فاطمیہ مصر قبضہ کر بیٹھے۔ صلیبیوں کے حملہ کے وقت ان ہی کا یہاں تسلط تھا۔

فتح بیت المقدس

۹ رجب ۴۹۲ھ / ۱۰۹۹ء کو صلیبیوں نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ ان کے سیلاب کو روکنے کی طاقت نہ تھی بیالیس دن محاصرہ کے بعد شعبان ۴۹۲ھ میں صلیبیوں کا قبضہ بیت المقدس پر ہو گیا۔ کئی ہفتوں تک قتل عام رہا۔ صرف مسجد اقصیٰ میں ستر ہزار مسلمان قتل ہوئے۔ مسجد کا تمام طلائی و نقرئی بیش قیمت سامان لوٹ لیا۔ غرض کہ بیت المقدس اسلام کے آغوش سے نکل کر صلیب کے دامن میں چلا گیا۔

بیت المقدس کے قبضہ کے بعد اس کے آس پاس کے تمام شہروں صور، عکہ، رملہ اور یافہ وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ گاڈ فرے کے پاس تخت و تاج بیت المقدس کا پیش کیا۔ اس نے قبول نہیں کیا۔ محافظ قبر مسیح کی حیثیت رکھی۔ انطاکیہ، بوہمینڈ کو ملا۔ رہا، بوڈوین کے حصہ میں آیا طرابلس

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۹۸

شام زمینڈ کو دیا گیا۔ اس طرح شام کے حصے ہو کر چار عیسائی حکومتیں قائم ہوئیں۔ خلافت عباسیہ کی کمزوری اور امرائے سلاجقہ کی باہمی آویزش و امرائے اسلام کی ذاتی غرضوں سے یہ روز بد مسلمانوں کو دیکھنا پڑا۔ غرض کہ ان درندوں نے تمام مسلم آبادی کو تہ تیغ اور مال و متاع اور کتب خانوں کو نذرِ آتش کیا۔ تھوڑے عرصہ میں اس وحشت اور سفاکی سے سارا شام ویران ہو گیا۔[1]

وقائع بغداد

شام کے علاقہ پر نصرانیوں کا قبضہ ہو گیا۔ سلطان محمد کو اس طرف توجہ نہ ہوئی۔ وہ بغداد پر قبضہ و تصرف کرنا چاہتا تھا چنانچہ ۴۹۶ھ میں سلطان محمد نے بغداد کی طرف کوچ کیا۔ سقمان قطبی (قطب الدولہ اسمٰعیل بن قوتی بن داؤد) جکرمش والی موصل سیف الدولہ والی حلہ اور اس کے لڑکے بدران و دبیس موکب سلطانی کے ساتھ تھے امیر ایاز جو برکیارق کی طرف سے اس کے بیٹے ملک شاہ ثانی کا ولی تھا وہ اور وزیر ابوالحسن سلطان محمد کی خدمت میں پیش ہوئے۔ مسجد میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ سلطان نے ملک شاہ کو گلے سے لگایا۔ پھر امیر ایاز نے سلطان کی دعوت کی۔ خلیفہ نے بھی نوازشات مبذول فرمائے سلطان محمد نے عنانِ حکومت بغداد سنبھالی۔ عدل و انصاف سے کام لینے لگا۔ ٹیکس موقوف کئے گئے۔ لشکریوں کو جبر و تعدی سے روک دیا اور اُن کو بازاروں میں چلنے کی ممانعت کر دی۔[2]

---

[1] خطط الشام کرد علی ج ۱ ص ۲۵۳ [2] تاریخ کامل ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۹۱

مگر انتظام ملک کا چل نہ سکا۔ شورش پھیل گئی۔ آخرش ۵۱۱ھ میں وہ انتقال کر گیا۔ ۱۲ سال سلطان محمد نے حکومت کی خلیق اور شجاع تھا۔ جانشین اس کا بیٹا محمود ہوا۔

مستظہر کی وفات ۱۵ ربیع الآخر ۵۱۲ھ میں ۴۱ سال کی عمر میں مستظہر نے بھی انتقال کیا۔ مدت خلافت ۲۵ سال ہے اس کے عہد میں تین بادشاہوں تاج الملک تتش، سلطان برکیارق سلطان محمد کے نام کے خطبہ پڑھے گئے۔[۱]

حادثات مستظہر کے عہد میں بڑے بڑے حادثات رونما ہوئے شرق میں فرقہ باطنیہ نے بے حد ظلم ڈھائے۔ سلجوقیوں کی خانہ جنگی اور جنگ صلیبی کی وجہ سے ملک آتش جنگ بنا ہوا تھا

اوصاف ابن اثیر کا بیان ہے کہ

مستظہر نہایت ملائم طبیعت، کریم الاخلاق، نیک کاموں میں جلدی کرنے والا۔ خوش خط، انشا پرداز تھا فنون میں اپنا کوئی ہمسر نہ رکھتا تھا۔ علم وسیع رکھتا تھا شجاع سخی۔ علما و صلحا پر جان دینے والا۔ اس کا سارا عہد اہلِ بغداد کے لیے آرام و راحت کا زمانہ تھا۔[۲]

علمی ذوق علمی اعتبار سے مستظہر فاضل تھا۔ ادب وانشاء کا بلند

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۲۲۶ [۲] دول الاسلام ذہبی ج ۲ ص ۲۷۔ ابن اثیر جلد ۱۰ ص ۱۸۹۔

مذاق رکھتا تھا۔ اس کی مختصر توقیعات اس کے ذوق ادب کا نمونہ ہیں۔

حسنِ انتظام اور رعایا کے سکون وراحت وفارغ البالی کے لحاظ سے بھی اس کا دور ممتاز تھا۔ گو اس کے عہد میں امرائے سلجوقی باہم برسرپیکار تھے باطنی علیحدہ شورش پر کمر باندھے ہوئے تھے۔ جنگ صلیبی کے بادل منڈلا رہے تھے۔ مگر مستظہر کی حسنِ قابلیت سے بغداد محفوظ تھا۔

ہمعصر علما محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی شمس الائمہ ابوبکر امام علامہ فقیہ ابن کمال ساسارومی نے آپ کو طبقہ مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے آپ کو بادشاہ وقت نے کلمہ حق کہنے پر چاہ میں قید کر دیا مگر آپ کے شاگرد کوئیں کی منڈیر پر بیٹھ کر استفادہ حاصل کرتے تھے اس قید کی حالت میں اپنے تلامذہ کو مبسوط اپنی زبانی شرح لکھوائی اور اسی زمانہ کی کتاب العبادات وشرح کتاب لا اقرار ہے۔ مختصر الطحاوی بھی یادگار رہے ہے۔ سنہ ۵۰۰ھ میں انتقال کیا۔

وزیر سدید الملک سدید الملک ابوالمعالی بن عبدالرزاق ملقب عزیز الدین علم وفضل میں یگانہ روزگار تھا اس نے مقتدی کے عہد میں وزیر ابوالشجاع کی صحبت اٹھائی تھی ابوالشجاع نہایت عادل اور منصف وزیر تھا۔ اس کا معمول تھا کہ نماز ظہر کے بعد عدالت کا اجلاس کرتا تھا اور منادی کرا دیتا تھا جس کسی کو کوئی شکایت ہو وہ آکر پیش کرے۔[۱]

۱؎ الفخری ص ۲۶۰

حج کو گیا اور مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں مسجد نبوی کی جھاڑو دینا
چراغ جلانا خاص طور سے انجام دیتا۔ سدید الملک بھی ابو الشجاع کے
قدم بقدم اولاً چلا۔ آخر میں بہک گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مستظہر نے قید خانہ بھیجدیا

خلیفہ مسترشد باللہ

نام ولقب مسترشد باللہ ابو المنصور الفضل مستظہر باللہ ربیع الاول ۴۸۵ھ میں پیدا ہوا۔

تعلیم وتربیت ابو القاسم بن بیان اور عبدالوہاب بن ہبتہ اللہ السبتی سے حدیث سنی اور محمد بن عمر بن المکی الاہوازی اس کے وزیر علی بن طراد اور اسمعیل بن طاہر الموصلی نے اس سے حدیث روایت کی۔ اس کے علم وفضل کی نسبت اتنا کہدینا کافی ہے کہ ابن صلاح اور ابن سبکی نے اس کو طبقات شافعیہ میں شمار کیا ہے۔ ابوبکر شاشی نے ایک کتاب فقہ میں تصنیف کر کے اس کے نام سے مشہور کی اور عمدۃ الدنیا والدین خطاب پایا۔[1] نہایت خوشخط تھا اور تمام خلفائے بنی عباس پر اس فن میں سبقت لے گیا تھا۔ اکثر مشہور کاتبوں کو اصلاحیں دیا کرتا۔ جرأت، ہیبت وشجاعت اور مجاہدانہ سرگرمی میں بڑھا ہوا تھا۔[2]

خلافت مستظہر کی وفات کے بعد ربیع الآخر ۵۱۲ھ میں مسترشد باللہ تخت خلافت پر متمکن ہوا تیس برس پیشتر اسکی ولیعہدی کا اعلان ہو چکا تھا۔ تخت خلافت پر جلوہ افروز ہونے پر اس کے بھائی ابو عبداللہ

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۴۲۹ [2] ایضاً

محمد ابوطالب عباس اور اس کے اعمام پسران مقتدی نے بیعت کی بعد ازاں فقہاء قضاۃ، اراکین دولت اور امرائے سلطنت سے بیعت لی گئی بیعت لینے پر قاضی ابوالحسن دامغانی مامور ہوئے۔

وزارت قاضی ابوالحسن دامغانی کو ہی خلیفہ نے عہدۂ وزارت پر بحال رکھا مگر کچھ دن بعد یہ معزول کئے گیے۔ سلطان محمود کے وزیر ابوشجاع محمد بن ربیب ابومنصور کو وزارت پر ممتاز کیا۔ یہ بھی ۵۱۶ھ میں معزول کیے گئے اور ان کے بجائے جلال الدین عمید الدولہ ابوعلی حسن بن علی بن صدقہ کو قلم دان وزارت مرحمت کیا[1] یہ وزیر ریاست کے نظم ونسق کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس کو جلال الدین، سید الوزراء، صدر الشرق والغرب اور ظہیر امیر المومنین کے خطابات مسترشد نے دیے تھے۔

وقائع مسترشد نے اپنے ہوش وگوش سے کام لے کر خلافت بنی عباس میں نئے سرے سے جان ڈالنے کی سعی کی۔ اس میں حکمرانی کا مادہ تھا چنانچہ دبیس خلیفہ کے مقابل آیا مگر اس کو بقوت شکست دی سلطان محمد اور سنجر میں چل گئی۔ تو خلیفہ نے اپنی قوت کو بڑھا لیا اور مخالفین سے برسر پیکار رہا۔ سلطان محمود سلجوقی کے شحنہ کو بغداد سے نکال دیا اس نے محمود سے جا لگائی وہ بغداد آیا۔ مگر اپنا پہلو کمزور دیکھا تو صلح کر لی امرائے محمود نے محمود کو مشورہ دیا۔ بغداد کو آگ سے پھونک دیا جائے اس نے کہا کہ یہ ایسا کام ہے کہ اگر سارے عالم کی سلطنت بھی مجھے ملے تو نہیں کروں گا۔

[1] ابن خلدون ج ۹ کتاب ثانی ص ۔ ۸۰ الفخری ص ۲۶۵

سلطان محمود بغداد میں داخل ہوا۔ خلیفہ نے خلعت اور عربی گھوڑے اس کو عطا فرمائے۔ تقریباً دو ماہ وہ قیام پذیر رہا۔ ۴ ربیع الثانی ۵۲۱ھ کو اپنے مستقر چلا گیا۔

باطنیہ اصفہان میں ابن عطاش باطنی کی جماعت کو سلطان محمود نے فنا کر دیا۔ لیکن پھر بھی بہت سے لوگ قلعہ المبت میں رہ گئے پھر ۵۲۴ھ میں محمود نے اُن کا استیصال بھی بہت کچھ کر دیا۔

وفات سلطان محمود اس کے بعد ۵۲۵ھ میں سلطان محمود نے وفات پائی۔

سلطان مسعود اور طغرل سلطان محمود کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے داؤد کا نام خطبہ میں لیا گیا۔ سلطان مسعود نے داؤد سے دو دو ہاتھ کیے۔ مگر داؤد کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ سلطان سنجر والی رے نے مسعود کی گوشمالی کر دی اور مقام گنجہ میں اس کو مجبور کر دیا اور اس کے بھائی طغرل ثانی کو تخت نشین کیا۔

مسعود نے موقعہ پاکر ایک جماعت اپنی ہمنوا کی اور بغداد آیا۔ خلیفہ کو متفق کر کے ہمدان جاکر طغرل کو مغلوب کیا۔ اس کے بعد داؤد کے ساتھ اس کا نام خطبہ میں آسنے لگا۔ بارگاہِ خلافت سے دونوں سلجوقی امراء کو خلعت نیابت سلطنت عطا ہوئے۔ چند روز بعد خلیفہ کی مسعود سے بگڑ گئی وہ لڑائی کے لیے نکلا۔ خلیفہ اور اس کی فوجوں میں خوب جدال و قتال ہوا لیکن خلیفہ کے لشکر نے نمک حرامی کی جس سے خلیفہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

خلیفہ کی نظربندی خلیفہ معہ خواص کے ہمدان کے قلعہ میں نظر بند کیا گیا جب اہل بغداد کو خلیفہ کی گرفتاری کی خبر لگی تو لوگ بازاروں میں اپنے سروں پر خاک ڈالتے، شور کرتے ہوئے نکلے۔ عورتیں سر کے بال کھولے ہوئے خلیفہ کے لیے بین کر رہی تھیں بغداد میں نماز و خطبہ بند رہا۔[1]

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روز بغداد میں زلزلہ آیا اور کئی دن تک رہا۔ سلطان سنجر کو خبر لگی۔ اس نے اپنے برادر زادہ ملک مسعود کو خط لکھا کہ تم خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر زمین چوم کر معافی مانگو اور اپنے کو گناہگار ظاہر کرو۔ کیونکہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے قہر الٰہی ہے، اور مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے مسجدوں میں نماز خطبہ بند ہے جس سے عذاب آنا یقینی ہے۔ اس کی جلد تلافی کرو۔ خلیفہ کو بعزت بغداد پہنچاؤ جیسا کہ ہمارے آبا کی عادت تھی۔ اُن کا غاشیہ خود اٹھا کر لاؤ۔ ملک مسعود نے سلطان سنجر کی حرف بہ حرف تعمیل کی۔ سلطان سنجر کی فوج آئی اس میں چند باطنی بھی تھے۔ خلیفہ خیمہ میں رونق افروز تھے باطنی موقعہ پا کر گھس گئے اور ان کو معہ خواص کے شہید کر دیا۔ سلطان مسعود کو اس واقعہ کا بڑا صدمہ ہوا مثل عزا داروں کے سوگ منایا۔ بغداد میں اس خبر نے حشر بپا کر دیا۔ لوگ سر و پا برہنہ کپڑے پھاڑتے گھروں سے نکل آئے خلیفہ سے اہل بغداد کو دلی ہمدردی تھی۔ خلیفہ کی شجاعت و عدل وافق نے

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۲۹

ہر شخص کو گرویدہ بنا رکھا تھا۔

واقعہ قتل مسترشد | ۱۶ ذیقعدہ ۵۲۹ھ کو مسترشد کا قتل کا واقعہ ہوا[1]۔ سترہ سال آٹھ ماہ فرائض خلافت انجام دیے۔

اوصاف | مسترشد عابد و زاہد صوف کے کپڑے پہنتا۔ اپنے مکان میں عبادت کے لیے ایک جگہ بنا رکھی تھی[2]۔

وہ ایک عالی ہمت، بہادر، جری، صائب الرائے اور ہیبت و جبروت کا خلیفہ تھا۔ اُس نے خلافت کے پراگندہ نظام کو از سر نو منظم و مرتب کیا اور ارکان شریعت کو استوار کیا۔ یہ خلیفہ خود جنگوں میں شریک ہوتا تھا۔

نظم سلطنت | مسترشد ملک اور رعایا کی حالت کے سدھارنے میں لگا رہتا تھا اور رعایا پر بے حد شفقت کا برتاؤ کرتا تھا۔ ظلم و جور کا انسداد کیا۔ ۵۱۳ھ میں اپنی خاص جاگیر کے علاقہ میں یک قلم ظلم و زیادتی موقوف کرا دی اور حکم جاری کیا کہ کسی کاشتکار و اجارہ دار سے مقررہ محاصل کے علاوہ کوئی شے نہ لی جائے۔

اہل حرفہ پر بھاری بھاری ٹیکس لگے ہوئے تھے ان کو بند کیا[3]۔ بغداد میں بڑھیا قسم کے کارخانے تھے۔ اُن پر جو ٹیکس تھا۔ اس کو سرے سے موقوف کر دیا۔ لڑائیوں میں بہ نفس نفیس نکلتا تھا۔

حافظ ذہبی کا بیان ہے

مسترشد نے بنی عباس کے وقار و عظمت کو زندہ اور امور مملکت کو منظم کیا[4]۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۱۰۳ [2] تاریخ الخلفاء ص ۳۰۲ [3] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۰ [4] دول الاسلام ج ۲ ص ۵۰

مصرف اوقات اس کا زیادہ وقت عبادت اور تلاوتِ قرآن پاک میں گزرتا تھا جس روز شہید ہوا۔ اُس دن بھی روزہ سے تھا اور تلاوتِ کلام پاک میں مشغول تھا۔

شہر پناہ کی درستی اس کے آثار میں سے بغداد کی شہر پناہ کی نئے طور سے تعمیر ہے جو انقلابات وحوادث سے شکستہ حالت میں تھی اہل شہر کی مالی معاونت سے درست کرائی۔ مگر پھر خود حکومت کی طرف سے سب کی رقم واپس کر دی۔

علمی ذوق مسترشد کے عہد میں اس کے علمی ذوق کا بغداد پر بڑا اثر پڑا۔ کیونکہ وہ خود علمار کی جماعت میں ممتاز درجہ رکھتا تھا اس کے اردگرد اس عہد کے فضلا و علمار رہتے تھے۔

ابن اثیر کا بیان ہے کہ

"وہ فصیح و بلیغ تھا۔ خط اُس کا بڑا پاکیزہ فصاحت و بلاغت کے ساتھ وہ زباں آور خطیب تھا۔ شعر و شاعری میں ستھرا مذاق رکھتا تھا وہ شاعر تھا۔"

کہتا ہے ؎

انا الاشقر المدعولی فی الملاحم ۔۔۔ ومن یملک الدنیا بغیر مزاحم

ستبلغ ارض الروم خیلی و ینقضی ۔۔۔ باقصی بلاد الصین بیض صوادفی

ترجمہ:- میرا بیا گھوڑا ہوں کہ جنگوں میں بلایا جاتا ہوں اور جو دنیا کو بغیر مزاحمت

لہ طبقات الشافعیہ ج ۴ ص ۲۹۱

قبضہ میں لے آتا ہے۔

میرا لشکر بہت جلد ارضِ روم پر قابض ہو جائے گا۔ قریب ہے کہ میری تلوار کی چمک اہلِ چین دیکھیں۔

قید کی حالت میں یہ اشعار وردِ زبان تھے۔

ولا عجبا للاسد ان ظفرت بہا	کلاب الاعادی من فصیح واعجم
فحربۃ وحشی سقت حمزۃ الردی	وموت علی من حسام ابن ملجم

ترجمہ :- اگر شیر پر گویا گونگے کتے نے فتح پائی تو کچھ عجب نہیں ہے وحشی کے ہتھیار نے حمزہ کو شربت شہادت چکھایا اور ابن ملجم نے علی کو۔[1]

ابو علی حسن بن علی سید الوزراء کو مسترشد باللہ نے ۵۱۳ھ میں وزارتِ عظمیٰ کے منصب پر مامور کیا تھا اور بڑے بڑے خطاب دیئے۔ سلطان سنجر تی کے وزیر کو ابو علی کی غیر معمولی قابلیت نے اس کا حاسد بنا دیا تھا۔ اس نے خلیفہ کو بھڑکا کر اس کو معزول کرا دیا۔ کچھ عرصہ بعد مسترشد نے دوبارہ اُسے منصب پر مامور کیا اور خلعت سے نوازا اور ارکانِ دولت کو حکم تھا کہ جب وہ دیوانِ وزارت کو روانہ ہو تو احترام میں اس کے آگے آگے چلیں۔ یہ پہلا وزیر اعظم تھا جسے یہ اعزاز بخشا گیا تھا۔ یہ اہل قلم ہی صرف نہ تھا صاحب سیف بھی تھا۔ شجاع تھا۔ اس کی شجاعت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب سلطان سنجر نے بغداد پہونچ کے خلیفہ کے خلاف ہنگامہ بپا کرنے کا قصد کیا تھا تو ابو علی نے کہلا بھیجا تھا۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۰۱۰

اگر تم نے اپنی جگہ سے ایک انچ بھی حرکت کی تو یاد رکھنا اپنی مملکت کے ایک ایک بالشتہ سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ اگر تم ایک فرسنگ بڑھو گے تو میں دو فرسنگ پیش قدمی کروں گا۔

مسترشد کے دل میں ابو علی کی بڑی قدر تھی جب یہ بیمار پڑا تو خلیفہ عیادت کو گیا۔"

سیاسی حالت مسترشد باللہ نے مقتدی باللہ کی پالیسی، احیائے دولت عباسیہ کی نئے سرے سے اختیار کی۔ مسترشد شجاع اور بہادر تھا وہ سلجوقی سلاطین کو نظر میں نہ لاتا تھا۔ کھل کر میدان میں آتا تھا۔ اُس کی تمنا تھی کہ پھر یہ دولت عروج حاصل کرے مگر وہ ارادہ میں زیادہ کامیاب نہ ہو سکا۔ ۵۲۰ھ میں مسترشد نے سلطان محمود بن محمد بن ملک شاہ پر چڑھائی کر دی اور اُس کو شکست دی۔ ممکن تھا کہ اس وقت وہ سلجوقیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا۔ لیکن محمود کو حاکم بصرہ زنگی کی کمک پہونچ گئی وہ سنبھل گیا۔ پھر اُس امرائے سلجوق کو آپس میں بھڑا دیا۔ پھر زنگی کی بری طرح خبر لی اور موصل تک بھگا دیا۔ مسعود کے مقابلہ میں امیر سلجوق جو خلیفہ کا ہمرکاب تھا اسکی دغابازی کی وجہ سے خلیفہ کو شکست کا منھ دیکھنا پڑا۔ غرضکہ مسترشد نے آخری دم تک خلافت عباسیہ کو باوقار اور پُر عظمت بنانے میں سعی کی۔ مگر قضا و قدر میں کس کو چارہ ہے کہ باطنیوں کے ہاتھ سے جان بحق تسلیم ہوا۔ دل کی تمنا دل ہی میں لے گیا۔

علمائے عصر محمد بن ہبتہ اللہ حلبی قاضی حلب فقیہ و زاہد تھے ۵۳۴ھ

ں انتقال ہوا۔

ابراہیم بن اسمٰعیل بن احمد بن اسحاق بن شیث المعروف بزاہد صفار
بن الاسلام ابو اسحٰق فقیہ و متورع۔ سلطان سنجر بن ملک شاہ سلجوقی نے شہر مرد
ں آپ کو بسایا۔ کتاب تخلیص الزہد و کتاب السنہ و اعمامہ تصنیف ہے
۵۳۴ھ میں انتقال ہوا۔

عبد الغافر فقیہ محدث، اپنے عہد کے علمائے کبار سے تھے مجمع الغرائب
لی غریب الحدیث یادگار ہے ہے۔ ۵۳۰ھ میں انتقال ہوا۔

محمود بن عمر زمخشری ابو القاسم ملقب بفخر خوارزم اور بسبب مجاورت مکہ
لے ملقب بجار اللہ معتزلی لغوی ادیب نحوی بلیغ ہیں تفسیر کشاف آپ کی
دگار ہے ہے۔

علی بن عراق بن محمد خوارزمی ابو الحسن فقیہ مولف تفسیر خوارزمی ۵۳۵ھ
ں وفات پائی۔

خلیفہ الراشد باللہ

پیدائش راشد باللہ ابو جعفر منصور بن مسترشد ۵۰۰ھ میں پیدا ہوا۔ اس کے باپ نے ذیقعدہ ۵۲۹ھ میں اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا باپ کے مرنے کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔

وقائع خلافت آپؐ کے عہد کا واقعہ دبیس کا قتل ہے کیونکہ یہ امیر اس قسم کا واقع ہوا تھا جس نے خلفاء اور سلاطین سلاجقہ کو بے حد پریشان کر رکھا تھا۔ گو سلطان مسعود سے اور دبیس سے صلح و آشتی تھی مگر مسعود باطنی طریق پر اُس کو ٹھکانے لگانا چاہتا تھا۔ چنانچہ موقع پاتے ہی دبیس کا کام تمام کرا دیا صدقہ بن دبیس اپنے باپ کے انتقام کے لیے اُٹھا۔ مگر مسعود نے رام کر لیا۔

راشد اور سلطان مسعود سریر خلافت پر راشد کے متمکن ہونے کے بعد برتقش زکوی سلطان مسعود کے پاس سے اس سے زر نقد کے وصول کرنے کو بغداد آیا جس کا اقرار اس کے باپ خلیفہ مسترشد نے کیا تھا اور جس کی تعداد چار لاکھ تھی[1]۔ خلیفہ راشد نے جواب دیا: "پدر بزرگوار ایک حبہ خزانہ میں نہیں چھوڑ گئے جو کچھ مال و اسباب اور زر

[1] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۲۳

نقد تھا وہ اُن کے ہمراہ تھا وہ سب کا سب لُٹ گیا۔"

پرتقش یہ سن کے خاموش ہو رہا۔ لوگوں نے خلیفہ سے کہا۔ پرتقش محل پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ خلیفہ یہ سنکر آگ بگولہ ہو گیا۔ فوجیں فراہم کر لیں شہر پناہ کی مرمت کی گئی۔ موقع موقع سے دمدمے اور دمدمے بندھوائے۔ پرتقش نے رنگ دیکھ کر معہ اُمرائے بلخ محلسرائے خلافت کے لوٹنے کو نکلا عوام اور لشکر خلیفہ نے مقابلہ کیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ آخر کار خلافت مآب کے لشکر نے پرتقش کی فوج کو میدانِ جنگ سے مار بھگایا۔ پرتقش نے ناکامی کے بعد خراسان کا رستہ لیا۔ امیر بک شحنہ بغداد بھی چلتا ہوا۔ عوام اور لشکریوں نے سلطان کا مکان لوٹ لیا[۱]۔ ملک داؤد بن سلطان محمود معہ لشکر آذربائیجان کے ۵۳۰ھ میں آیا۔ محلسرائے سلطانی میں مقیم ہوا۔ عماد الدین زنگی موصل سے پرتقش بازدار والی قزوین، نفس بکیر والی اصفہان، صدقہ بن دبیس والی حلہ، ابن برسق اور احمد بیلی وغیرہم بھی حضوری خلیفہ میں آپہونچے ملک داؤد نے برتقش بازدار کو بغداد کا شحنہ بنایا۔ خلیفہ راشد نے ناصح الدولہ ابو عبداللہ حسن بن جہیر استاد دار اور جمال الدین اقبال کو گرفتار کر کے جیل میں ڈالدیا[۲]

وزارت | وزیر السلطنت جلال الدین ابو الرضا بن صدقہ کو زنگی کی سفارش سے خلافت مآب نے پھر عہدۂ وزارت پر سرفراز کیا۔

قاضی القضاۃ | قاضی القضات زینبی بھی آگیا تھا۔ مگر زنگی کے ساتھ موصل چلا گیا۔ سلطان مسعود نے پہلے راشد کی خوشا

[۱] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۲۳ [۲] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۲۴

کی۔ پھر بغداد پر حملہ کے ارادے سے چل کھڑا ہوا۔ جن امرا نے خلیفہ کا ساتھ دیا تھا وہ یہ رنگ دیکھ کر یکے بعد دیگرے کھسکنے لگے۔ یہاں تک کہ عماد الدین زنگی والی موصل بھی جو امرا میں خلیفہ کا سب سے بڑا معاون تھا وہ بھی بغداد سے نکلنے لگا۔ راشد نے یہ امرا کا رنگ دیکھا تو خود بھی عماد الدین زنگی کے ساتھ موصل چلے گئے۔[1]

راشد کی معزولی سلطان مسعود کے لیے میدان بالکل صاف تھا اس نے بغداد میں داخل ہو کر تمام فقہا و قضاۃ کو جمع کیا اور اُن کے سامنے راشد کا وہ دستخطی عہد نامہ پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ

"میں اگر فوج جمع کر دوں یا بغاوت کروں یا سلطان مسعود کے کسی ساتھی کے ساتھ مقابلہ کروں تو میں خود بخود معزول ہو جاؤں گا۔"

اس عہد نامہ کو پڑھنے کے بعد ابن الکرخی قاضی البلد نے تمام فقہا و قضاۃ کی تائید سے اس کی معزولی کا فتویٰ صادر کر دیا[2] اور گیارہ ماہ اٹھارہ دن کے بعد راشد کے عہد خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ موصل کے قاضی کمال الدین محمد بن شہرزوری راشد کی خلافت کے سلسلہ سے بغداد آئے مقتفی نے ان کو گانٹھ لیا اس نے بھی ابن الکرخی کی تائید کی۔[3]

راشد کا قتل راشد کو اپنی علیحدگی خلافت کی خبر لگی تو وہ موصل سے ایک بڑی فوج کے ساتھ آذربائیجان کی طرف گیا فوج

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۱۲۵ [2] تاریخ الخلفاء ص ۴۳۰ [3] مقدمہ الفخری

کو بہت کچھ مال و دولت سے نوازا وہ کٹ مرنے کو تیار ہو گئی اور آذربائیجان کے اطراف میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ پھر اُن کا رُخ ہمدان کی طرف ہوا وہاں بھی یہی فساد مچایا۔ بہت سے باشندے قتل ہوئے اور سولی پر چڑھائے گئے۔ علماء کی تذلیل فوجیوں نے کی راشد نے اصفہان پہونچ کر اس کا محاصرہ کر لیا اس اثنا میں راشد بیمار پڑا۔ ۱۵ رمضان ۵۳۲ھ کو اس کے عجمی غلاموں نے آگھیرا اور چھریوں سے چھید ڈالا۔ بغداد میں خبر پہنچی صف ماتم بچھی۔[۱] شہرستان میں اصفہان کے باہر دفن کیا گیا۔[۲]

اوصاف راشد فصیح، ادیب۔ شاعر۔ شجاع۔ عقیل۔ سخی، نیک سیرت۔ عادل تھا۔ عماد کاتب کا بیان ہے کہ راشد حسن یوسفی اور سخا حاتمی رکھتا تھا۔[۳]

سلطان عماد الدین ملک شاہ سلجوقی کا غلام آق سنقر سپہ سالار نامور تھا وہ برکیاروق کے زمانہ میں تتش ارسلان کے مقابل حلب کے متصل مارا گیا۔ اس کے بیٹے عماد الدین[۴] کو برکیاروق نے موصل اولاً

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۴۳۱ [۲] ابن خلدون جلد ۹ ص ۱۳۰ [۳] تاریخ الخلفاء ص ۴۳۱،

[۴] عماد الدین نے موصل میں ۵۲۱ھ میں حکومت قائم کی۔ اس کے بعد سیف الدین غازی بن عماد پھر قطب الدین داؤد بن عماد الدین زنگی (۵۶۷ھ) سیف الدین غازی بن مودود (۵۸۹ھ) عزالدین مسعود بن مودود (۵۸۹ھ) نورالدین ارسلان شاہ بن مسعود (۶۱۶) نصیر الدین بن محمود بن مسعود (۶۳۱) بدرالدین لولو غلام (۶۵۷) اسمٰعیل بن لولو (۶۶۰) اس کے عہد میں تاتاری اس پر قابض ہوئے۔ حلب کے حکمران نورالدین محمود بن عماد.

بقیہ اگلے صفحہ پر

اپنے پاس رکھا اور شاہانہ طور سے تعلیم و تربیت اُس کو دلوائی۔ عماد الدین اپنے باپ سے زیادہ نامور اور صاحب عزت ہوا۔ سلطان محمود نے ۵۲۱ھ میں اُس کو موصل کی دلاییت پر بھیجا۔ یہاں حکمرانی قائم کر کے حما کا قصد کیا۔ اور حمص پر قبضہ کر لیا۔ اس نے دمشق پر کئی بار فوج کشی کی مگر ناکام رہا

(بقیہ صفحہ ۳۱۳) (۵۷۷ھ) اسمٰعیل اس سے سلطان صلاح الدین نے حلب لے لیا۔
سنجار کے حکمران:۔ قطب الدین مودود کا بیٹا سیف الدین موصل کا حکمران تھا اس کے بھائی عماد الدین بن قطب الدین مودود نے سنجار پر قبضہ جمایا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا قطب الدین ثانی (۶۱۶) میں۔ ہوا پھر عماد الدین شاہنشاہ (۶۱۶) حکمران ہوا اس کے بعد عمر (۶۱۷) میں ہوا جس سے سلطان صلاح الدین نے حکومت لے لی۔
جزیرہ میں عزیز الدین کے بھائی سنجر (۵۷۶) نے حکمرانی قائم کی معز الدین محمود بن سنجر شاہ (۶۴۸) مسعود بن محمود (۶۴۸) یہ حکومت بنی ایوبی ممالک میں منسلک ہو گئی۔

عماد الدین کے تین بیٹے تھے۔ نور الدین، سیف الدین، قطب الدین۔ عماد الدین کے قتل کے وقت نور الدین محمود موجود نہ تھا۔ اس نے اپنے باپ کی انگوٹھی لے لی اور حلب پر جا کر قابض ہو گیا۔ اس کے بھائی سیف الدین نے شہزور پر پہلے ہی سے قبضہ کر لیا تھا۔ باپ کے بعد اس نے موصل پر بھی قبضہ کر لیا ۵۴۴ھ میں وفات پائی۔ اس کا بھائی قطب الدین جانشین ہوا۔ نور الدین اور قطب الدین میں یہ طے ہو گیا کہ بلاد شام پر نور الدین کا اور جزیرہ پر قطب الدین کا اقتدار رہے۔

۵۳۳ھ میں بعلبک پر قبضہ کیا۔ ۵۳۴ھ میں اس نے شہرزور کو فتح کیا جس کا حاکم قبجق بن الپ ارسلان تھا۔ ۵۳۷ھ میں ترکوں کے سب سے بڑے قلعہ اشب کو فتح کیا۔ ۵۴۰ھ میں اس نے قلعہ جعبر کا محاصرہ کیا جس کا حاکم علی بن مالک عقیلی تھا۔ اثنائے محاصرہ ہی میں ممالیک کی ایک جماعت نے اس کو قتل کر دیا۔ ۶۰ سال کی عمر پائی۔[1]

عماد الدین نے ہی نجم الدین ایوب جس کا سلسلہ نسب رادوی کردوں سے ملتا ہے بعلبک کا عامل مقرر کیا۔ نجم الدین کا بھائی شیرکوہ وزیر مصر تھا اور نجم الدین کا بیٹا سلطان صلاح الدین ایوبی ہے۔ شیرکوہ کو نورالدین نے اپنی طرف سے حمص و رحبہ کا گورنر کیا تھا۔

---

[1] دائرۃ المعارف بستانی جلد ۱۱ ص ۴۴۴ و اعلام النبلاء بتاریخ حلب الشہباء از راغب طباخ حلبی ۱۲۰ تا ۴۸۲

خلیفہ المقتفی لامر اللہ

پیدائش المقتفی لامر اللہ ابو عبد اللہ محمد بن مستظہر باللہ ربیع الاول ۴۸۹ھ میں پیدا ہوا۔

تعلیم و تربیت شاہی گھرانہ میں تعلیم پائی۔ دیگر علوم کی تحصیل کے بعد مقتفی نے ابو البرکات ابن ابو الفرج بن سنی سے حدیث سنی تھی اور کچھ ابو القاسم بن بیان (استاد مسترشد) سے۔ اس سے ابو منصور الجوالیقی لغوی اور وزیر ابن ہبیرہ نے روایت کی۔

خلافت راشد کی معزولی کے بعد سلطان مسعود دربار خلافت میں حاضر ہوا وزیر السلطنت شرف الدین زینبی اور صاحب مخزن ابن عسقلان بھی آ گئے تو ابو عبد اللہ محمد بن مستظہر باللہ کو محل سرائے شاہی سے طلب کر کے سریر خلافت پر متمکن کیا[1]۔ سلطان مسعود اور جدید خلیفہ نے مراسم اتحاد قائم رکھنے کی قسم کھائی۔ سلطان مسعود نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کی بعد ازاں اراکین دولت، ارباب مناصب فقہا اور قضاۃ نے بیعت کی ۱۲ ذی الحجہ ۵۳۰ھ کا یہ واقعہ ہے۔ المقتفی لامر اللہ کے لقب سے ملقب کیا گیا۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۰۴

وزارت عہدۂ وزارت پر شرف الدین علی بن طراد زینبی کو ممتاز کیا[1] اس کے بعد ابن ہبیرہ وزارت عظمٰی کے عہدہ پر سرفراز ہوا سلجوقیوں کا زور توڑنے میں اس وزیر اعظم کا بڑا دخل تھا۔ اُس نے ہدایت کی تھی کہ مجھے صرف وزیر کہا جائے کیونکہ خدا[2] نے حضرت ہارون کو وزیر کے لقب سے خطاب کیا ہے اور آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو وزیر کے خطاب سے یاد فرمایا تھا۔ لہٰذا اس لفظ سے مجھے یاد کیا جائے۔ بلند پایہ فاضل، زبردست سیاست دال تھا۔ اہل قلم اور شاعر تھا۔[3]

قضاۃ ابوالقاسم علی بن حسین کو موصل سے بلا کر قاضی القضاۃ کیا

نائب سلطنت سلطان سنجر والی خراسان اور سلطان نورالدین والی شام ہر دو نائب سلطنت تھے۔

وقائع مقتفی عنان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی عدل و انصاف سے کام لینے لگا اور تمام ہوالغات کو دور کر کے پورے طور پر بغداد پر قابض ہو گیا۔ سلطان مسعود نے یہ خبث باطنی کی کہ جملہ سامان محلسرائے خلافت سے معہ گھوڑے وغیرہ قبضہ میں لے کر اپنے مستقر کو چلتا ہوا۔ مگر سلطان سنجر اور سلطان مسعود کے مابین جنگیں ہونے لگیں۔ اُن کے ساتھی اُمراء اُن سے کٹ گئے۔ حکومت سلجوقیہ نرغہ میں پھنس گئی۔ خلیفہ نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر اپنے اثر کو کام میں لایا جس سے خلافت کی حرمت بڑھ گئی اور دولت عباسیہ نے پھر نئے طور سے اقتدار حاصل کیا۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۰۰ [2] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۲۷ [3] الفخری ص ۲۷۹

سلہ ۵۴۱ھ میں سلطان مسعود بغداد آیا اور ایک دار الضرب بنائی خلیفہ نے سکہ بنانے والے کو گرفتار کرا لیا۔ سلطان نے حاجب کو قید کر لیا اس پر خلیفہ بگڑ گیا۔ مساجد تین دن تک بند رہیں۔ تمام رعایا سلطان سے بگڑ بیٹھی اس پر سلطان گھبرا گیا اور اُس نے حاجب کو رہا کیا۔

حملہ اہل فرنگ

۵۴۳ھ میں فرنگیوں نے دمشق کا محاصرہ کیا نور الدین محمود زنگی والی حلب نے اُن کا مقابلہ کیا۔ اور مسلمانوں کی فتح ہوئی۔

وقائع

۵۴۴ھ میں والی مصر الحافظ الدین اللہ مر گیا۔ لہ ۵۴۷ھ میں سلطان مسعود مر گیا تو باتفاق لشکر ملک شاہ سلطان بنا، خاص بیگ نے اس پر خروج کیا اور اُس کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بھائی محمد کو خوزستان سے بلا بھیجا اور سلطنت سپرد کر دی۔ سلجوقیوں کی خانہ جنگی کو خلافت مآب کو آزادی کا موقعہ ہاتھ لگا۔ چنانچہ اب خلیفہ مطلق العنان حکمراں تھا

فتوحات

مقتفی بہادر، عالی دماغ اور سیاست ملکی سے باخبر تھا نواح بغداد میں کچھ افسروں نے سرکشی کی۔ خود خلیفہ لشکر لے کر اُن کی سرکوبی کو پہنچ گیا اور حلہ اور کوفہ کو بزور شمشیر فتح کر لیا اور بعد کامیابی بغداد آیا۔ اُس دن بغداد میں بڑی خوشی منائی گئی۔

۵۴۸ھ میں سلطان سنجر غزوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا اور اُس کو

لہ تاریخ الخلفا ص ۳۰۵

سائیس کے برابر تنخواہ ملا کرتی تھی۔

محاصرۂ تکریت

۵۴۸ھ میں ہی خلیفہ نے تکریت کے محاصرہ کے لیے بسرکردگی برغون الدولہ اور ترشاک کو مع لشکر کے بھیجا یہ ناکام لوٹے تو ۵۴۹ھ میں خود خلیفہ تکریت پہنچا اور مسعود جلال شحنہ نے ارسلان بن طغرل بن سلطان محمد کو ساتھ لے کر مقابلہ کیا خلیفہ کو فتح ہوئی۔

علاقۂ مصر پر حملہ

غرضیکہ مقتفی نے قرب و جوار کے تمام ممالک پر اپنا اقتدار تھوڑے عرصہ میں قائم کر لیا تو خلیفہ نے اپنی طرف سے نورالدین بن محمود بن زنگی کو حکم دیا کہ فوراً خلفائے فاطمی کے علاقہ شام و مصر پر جا کر قابض ہو جاؤ۔ نورالدین فرنگیوں سے برسرپیکار تھا دمشق کے متصل علاقے فتح کر لیے تھے۔ مگر خلیفہ کے حکم پر وہ معہ فوج گراں کے علاقہ مصر پر پہونچا اور قبضہ کیا۔ جس سے بارگاہ خلافت سے اس کو خطاب ملک العادل عطا ہوا۔ اس کے بعد سے دولت فاطمیہ کی حکومت محدود ہو کر رہ گئی۔ اس واقعہ سے مقتفی کی شوکت اور بھی بڑھ گئی۔ مخالف اُمراء خوف کھانے لگے[1]۔

صلیبیوں کا حملہ

صلیبیوں نے پھر ہاتھ پیر نکالے بیت المقدس لے چکے تھے۔ اب نگاہ دمشق پر تھی چنانچہ صلیبیوں نے حملہ کر دیا۔ وہاں کا والی فخرالدین آبق[2] تھا۔ اس کی فوج اور اس کے ساتھ رضاکار جہاد کے ذوق و شوق میں شریک ہو کر نصرانیوں کے مدا فعت

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۰۶ [2] مجیرالدین آبق بن محمود بن بوری بن طغد کین اتابک والی دمشق

میں مقابل آئے۔ اس اثنا میں آبق کی استدعا پر سیف الدین زنگی اور سلطان نورالدین زنگی فوجیں لیے ہوئے حمص پہونچے۔ فرنگی یہ رنگ دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے اور محاصرہ اُٹھا کر چلتے ہوئے۔ ۵۴۹ھ میں سلطان نورالدین نے دمشق پر خود قبضہ کر لیا۔ اور اپنے علاقہ میں اس کو بھی شامل کر لیا۔

سلطان ملک شاہ ثانی و سلطان محمد

آل سلجوق میں سے سلطان مسعود کے بعد اس کا بھائی محمد بن محمود تخت نشین ہوا اس نے خلیفہ پر فوج کشی کی اور جا کر بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ امرا نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اِدھر یہ خبر لگی ملک شاہ ایلدکز کی مدد سے ہمدان پر قابض ہو گیا۔ ناچار محاصرہ اُٹھا کر چلتا بنا۔ ملک شاہ اس کی آمد کی خبر پا کر ہمدان سے نکل گیا۔ یہ اپنے مستقر اصفہان میں آیا۔ وہیں ۵۵۴ھ میں انتقال کر گیا[1] سلطان محمد کی وفات کے بعد بعض امرا نے اس کے بیٹے سلیمان شاہ کو سلطنت کے لیے بلایا اور بعضوں نے ارسلان بن طغرل کو بڑے قضیوں کے بعد ایلدکز نے ارسلان کو جو اس کا ربیب تھا تخت نشین کیا

وفات مقتفی

چالیس سال کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھا تھا ۲۴ سال دو ماہ بخلوص کے ساتھ فرائض خدمت انجام دے کر روز یکشنبہ ۲ ربیع الاول ۵۵۵ھ میں انتقال کیا۔

اوصاف

ابن سمعانی کا بیان ہے کہ مقتفی پسندیدہ سیرت اور حکومت میں کامیاب تھا۔ اس میں عقل و دانش علم و فضل تدبیر و

---

[1] ابن خلدون ج ۹ ص ۲۳۸

سیاست تمام باتیں جمع تھیں۔"

مقتضی زاہد متورع تھا تخت خلافت پر متمکن ہونے سے پہلے اس کا سارا وقت عبادت وریاضت، تلاوت کلام پاک اور علمی مشاغل میں گزرتا تھا[1] طبعاً بڑا نرم خو، حلیم الطبع اور نیک سیرت تھا۔[2] اس کا دور عدل وانصاف اور نیکیوں سے سرسبز وشاداب تھا۔

حافظ ذہبی کا بیان ہے

مقتضی سرتاج الخلفا۔ عالم۔ ادیب۔ شجاع۔ حلیم، خوش اخلاق خلافت کی تمام قابلیتیں اس میں تھیں۔ ایماندار شخص تھا حتیٰ کہ اس کی نظیر آئمہ مجتہدین میں بھی کم ملتی ہے اس کے عہد خلافت میں کوئی بات خلاف دیانت وامانت ظاہر نہیں ہوئی۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

یہ نیک سیرت مشکور الدولت خلیفہ تھا۔ دیندار عقیل۔ فاضل صاحب الرائے وسیاست اس نے معاملات امامت کو درست کیا اور رسوم خلافت کو قائم کیا۔ بغداد اور عراق پر اس کا کامل تسلط تھا احکام فرامین اپنے دستخط سے صادر کرتا تھا۔ ایک فوج مستقل مرتب کی۔ آخر دم تک اس کی فوجوں کو کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا پڑا[3]

سیاسی حالت

مقتضی جامع کمالات خلیفہ تھا۔ اس میں تدبیر وسیاست شجاعت شہامت، جرأت وحوصلہ مندی بہت تھی اس نے سلاجقہ

---

[1] تاریخ الخلفاء ۴۳۳ [2] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۹۶ [3] تاریخ الخلفاء ص ۴۳۳

کی خانہ جنگی سے فائدہ اُٹھا کر خلافت بغداد کو اُن کے اثر سے پاک و صاف کیا۔ سلطان مسعود کو اس کی حد سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ اُس کے کسی حکم کو بغداد میں چلنے نہ دیتا تھا۔ بنفس نفیس مخالفین کی سرکوبی کے لیے تیار ہو جاتا اور اُس کو مغلوب کر لیتا۔[۱] اپنے کھوئے ہوئے علاقہ بقوت واپس لے لیے عراق قبضہ میں آیا۔ خبر رسانی کا سلسلہ نئے سرے سے قائم کیا۔ بیدریغ روپیہ صرف کرتا۔ ملک کے ہر گوشہ سے منصور کی طرح اُس کے مخبر خبریں بھیجا کرتے۔[۲]

مورخین نے خلیفہ مقتفی کے اتقاء، جراءت و عظمت اور خلافت کے احیاء کے لیے جو کچھ لکھا ہے۔ الفخری میں اس کی تفصیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

مقتفی نہایت بلند مرتبہ خلیفہ تھا۔ اس نے عباسیہ کے دور عروج کی تجدید میں سعی و عمل کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا سلطان مسعود نے اُسے تخت خلافت پر متمکن کر لینے کے بعد خلافت کا تمام سیم و زر اور مال و اسباب سمیٹنے اور عراق کے تمام نظم و نسق کے تمام اختیارات اپنے نائبین کے تصرف میں دینے کے بعد خلیفہ مقتفی کی خدمت میں اپنا قاصد بھیجا اور دریافت کیا کہ آپ اور آپ کے متعلقین کے مصارف کے لیے کتنی رقم درکار ہوگی تاکہ میں جاگیر مقرر کر دوں۔ تو مقتفی نے جواب میں لکھا۔

میرے اور میرے متعلقین کے روزانہ پینے کے لیے اسی خچر

۱؎ تاریخ الخلفاء ص ۴۴۹ ۲؎ ابن اثیر ج ۱۱ ص ۹۶

دجلہ سے پانی لاد کر لاتے ہیں اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے
کہ مصارف کے لیے کیا درکار ہوگا۔

مسعود نے یہ جواب سنکر کہا۔

خدا خیر کرے بڑے بے ڈھب آدمی کا میں نے انتخاب کیا ہے[1]

علمی ترقی مقتفی نے اپنے قلمرو میں دینی تعلیم کی اشاعت کا خاص اہتمام کیا۔ خود سخی، کریم حدیث شریف کا عاشق اور خود عالم اور علماء کا قدر داں تھا۔ اس کے عہد میں بہت کچھ شورشیں اٹھیں مگر دب گئیں بغداد اس کے عہد میں علوم و فنون کا مرکز بن گیا تھا بڑے بڑے اکابر علما بغداد میں اپنی درس گاہیں قائم کیے ہوئے تھے اس کے زمانہ میں ابن الابرش نحوی۔ یونس بن مغیث، جمال الاسلام بن سلم الشافعی۔ ابو القاسم الاصفہانی صاحب الترغیب۔ ابن برجان مازری المالکی صاحب المعلم۔ الشاطبی صاحب الانساب۔ جوالیقی امام حنفیہ ابن عطیہ صاحب تفسیر۔ ابو السعادات بن شجری۔ امام ابوبکر بن عربی۔ ناصح الدین الارجانی شاعر۔ قاضی عیاض حافظ ابوالولید بن الدباغ۔ ابو الاسعد ھبتہ الرحمٰن القشیری۔ ابن علام الفرس المقری۔ رفاء شاعر۔ قیسرانی شاعر۔ محمد بن یحییٰ شاگرد امام غزالی ابو الفضل بن ناصر۔ ابو الکرم الشہرروزی المقری۔ ابو ادشا عر[2] یہ عالم اسلامی کے مشہور علماء سے تھے۔

محدث حسن بن علی بن عبدالعزیز مرغیانی فقیہ محدث شاگرد برہان الدین کبیر

---

[1] النخری ص ۲۷۴ [2] تاریخ الخلفاص ۴۴۳

۵۶۲ھ میں انتقال کیا۔

محمد بن عثمان بن محمد علیابادی سمرقندی لقب حسام الدین تھا عالم فاضل شاگرد محمد محمود اشروشنی و استاد شیخ عبدالرحیم بن عماد الدین صاحب فصول عمادیہ ہیں آپ نے فتوی کامل اور تفسیر مطلع المعانی وغیرہ تصنیف کی ہیں۔

ابو الفتح محمد بن احمد بن محمد بن معاویہ الازجاحی خطیب امام جامع ازجاہ کان فقیہا صالحا عفیفا مکثراً

حدیث اور فقہ مرو میں ابن الفتح الموفق بن عبدالکریم اہروی اور ابالفرج عبدالرحمن بن احمد الرازی السرخسی سے حاصل کی ۵۴۳ھ میں وفات پائی۔[1]

دولت ارتقیہ ملک شاہ کا غلام ارتق ترکمانی تھا یہ تہور اور شجاعت میں نامور تھا ترقی کرتے کرتے فوج کا سپہ سالار ہو گیا اس کا لڑکا معین الدین سقمان شجاعت اور مردانگی میں اپنے باپ سے بھی فائق تھا اس نے سلطان برکیاروق کے عہد ۴۹۵ھ میں قلعہ کیفا پر ایک جماعت کو ہمراہ لے کر حملہ بول دیا۔ یہاں کا حاکم موسیٰ ترکمانی تھا اس نے جان توڑ کے مقابلہ کیا۔ مگر سقمان کی قوت کے آگے اس کی ایک نہ چلی جان بچا کے بھاگا سقمان نے قلعہ کیفا پر قبضہ کیا اور حکمرانی شروع کر دی۔ کچھ عرصہ بعد علاؤالدین پر بھی ہاتھ صاف کیا جس سے اس کے حدود حکمرانی وسیع ہو گئے ۵۰۲ھ میں اس حکومت کے دو حصے ہو گئے۔ ایک کا مرکز قلعہ کیفا تھا دوسرے کا ماردین۔ امرائے حصن کیفا۔ معین الدولہ سقمانی (۴۹۵ تا ۴۹۸) ابراہیم بن سقمان، رکن الدین داؤد بن سقمان۔ قمر الدین قرہ ارسلان بن داؤد،

[1] معجم البلدان ج ۱ ص ۲۱۵

عزالدین محمد بن ارسلان، قطب الدین سقمان بن محمد، ناصرالدین محمود بن محمد رکن الدین مودود بن محمد ۶۲۹ھ میں ایوبیوں نے اس سے حکومت چھین لی

ماردین کے امرا۔ نجم الدین غازی بن ارتق (۵۰۲ھ) حسام الدین تیمور تاش بن غازی۔ نجم الدین البی بن تیمور تاش، قطب الدین غازی بن حسام الدین بولق ارسلان غازی۔ ناصرالدین ارتق بن ارسلان غازی نجم الدین غازی بن ارتق ارسلان، قرہ ارسلان بن غازی، شمس الدین بن داؤد بن قرہ، نجم الدین بن قرہ، شمس الدین صالح بن نجم الدین غازی منصور احمد بن صالح۔ صالح محمود بن احمد، مظفر داؤد بن صالح۔ طاہر مجدالدین عیسٰی بن داؤد، صالح بن داؤد سے ۸۱۱ھ میں ان سے آل عثمان نے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔

اتابکیہ دمشق تتش الپ ارسلان سلجوقی کا غلام ظہیرالدین طغتگین تتاش شام کے قبضہ پر یہ شریک جنگ رہا اور بڑے کارہائے نمایاں دکھلائے۔ اس پر سیف الاسلام کا خطاب تتش نے اس کو دیا اور اپنے بیٹے دقاق سلجوقی کا اتالیق مقرر کیا۔ دقاق باپ کا جانشین ہوا تو سیف الدین نے اس کی بے حد خدمت کی جب وہ مرا تو اس کے چھوٹے لڑکے کو تخت نشین کیا۔ مگر تتش کا بڑا لڑکا بکتاش مقابلہ کے لیے آیا اور اس کے ساتھ اس نے بیت المقدس کے نصرانیوں سے مدد لی مگر ناکام واپس گیا۔ دقاق کے بعد طغتگی نے اپنی حکومت قائم کر لی۔ سیف الاسلام (۵۲۲ھ) تاج الملوک سوری۔ شمس الملوک اسمٰعیل، شہاب الدین محمود۔ جمال الدین،

مجیرالدین ابق ۵۴۹ھ سے زنگیوں نے یہ حکمرانی چھین لی صرف سیف الدولہ کے خاندان میں ۵۲ برس حکمرانی رہی۔

اتابکیہ اربل عماد الدین زنگی کے غلام زین الدین علی کوچک جو سپہ سالار تھا اس نے سنجار۔ حران۔ قلعہ عقر حمیدیہ نیز قلعہائے ہکاریہ۔ تکریت اور شہرزور وغیرہ سب اس کے قبضہ میں تھے۔ مگر اس نے اپنے آقا کے بیٹے قطب الدین مودود کے سپرد کر دیا۔ صرف اربل اپنے پاس رکھا۔ اس کے بعد زین العابدین ابو المظفر جانشین ہوا۔ اس کا بڑا بھائی مجاہد الدین قائماز سیف الدین والی موصل سے امداد کا طالب ہوا اس نے حران عطا کیا۔ پھر سلطان صلاح الدین کے پاس آیا۔ اس نے رہا جاگیر میں دیا اور اپنی بہن کی شادی کر دی۔ صلیبی جنگوں میں سلطان کے ساتھ ۶۳۰ھ میں اربل میں وفات پائی۔

اتابکیہ آذربائیجان سلطان محمود سلجوقی کے وزیر اعظم کمال سمیدی کا ایک غلام ایلذکر نامی تھا۔ جس کو سلطان مسعود نے ارمینیہ کا والی مقرر کیا تھا۔ اس نے آذربائیجان پر قبضہ کیا اور پچاس ہزار فوج کا سردار بنکر کمران اور تفلیس تک قبضہ و تصرف کیا (۵۳۱ھ سے ۶۲۲ھ) تک اس کے خاندان میں حکومت رہی۔ شمس الدین ایلذکر (۵۳۱ - ۵۶۱ھ) محمد پہلوان جہاں ابن شمس الدین (۵۸۱ھ) قزل ارسلان عثمان بن شمس الدین (۵۸۷ھ) ابوبکر بن محمد (۶۰۷ھ) منظفرالدین ازبک بن محمد (۶۲۲ھ) آخر میں یہ دولت شاہاں خوارزم کے مقبوضات میں شامل ہو گئی۔

اتابکیہ فارس سلغر مشہور سپہ سالار افواج سلاطین سلاجقہ کے پوتے سنقر نے یہ حکومت قائم کی ۵۴۳ھ سے ۶۸۶ھ تک اس خاندان میں حکومت رہی۔ تاتاریوں کے ہاتھ یہ حکومت ختم ہوئی نو بادشاہ ہوئے جس میں مشہور زنگی بن سنقر، سعد بن زنگی۔ ابوبکر بن سعد جن کے عہد میں شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی تھے۔ محمد بن شاہ بن محمد۔ سلجوق شاہ بن سلغر۔ آخری بادشاہ ابش بن سعد تھا۔

اتابکیہ لورستان۔ (ہزاراسپہ) اتابکیہ فارس کی شاخ ہے۔ سنقر کے فوجی افسر ابوطاہر نے یہ حکومت قائم کی یہ ۵۴۳ھ سے ۸۲۷ھ تک رہی پہلا بادشاہ ابوطاہر بن محمد تھا۔ آخری بادشاہ غیاث الدین تھا

شاہان ارمن امیر سقمان قطبی نے جو قطب الدین اسمٰعیل سلجوقی کا غلام تھا شہر غلاط میں حکمرانی قائم کی (۴۹۳ھ سے ۶۰۴ھ) تک امیر سقمان کی اولاد میں حکمرانی رہی۔ آخری حکمران عزالدین بلیاں تھا اس حکومت کے وارث سلاطین ایوبی ہوئے۔

دولت غوریہ ہرات اور غزنی کے درمیان کا علاقہ غوریہ کہلاتا ہے ۵۴۳ھ میں آل سام یہاں آئے۔ اُن کے سردار قطب الدین محمد بن حسین غور نے اس علاقہ پر مالکانہ قبضہ کیا۔ قطب الدین نے اس طرف اپنا اقتدار جما کر بہرام شاہ مسعود بن ابراہیم والی غزنی سے رشتہ قائم کیا مگر بہرام شاہ اس کی عظمت سے گھبرا گیا اور اس کو قتل کرا دیا۔

آل سام نے اُس کے بھائی سیف الدین کو اپنا سردار منتخب کر لیا اُ

قصاص میں بہرام شاہ پر چڑھائی کردی۔ تاب مقابلہ نہ لاکر بہرام ہندوستان چلتا ہوا۔ سیف الدین نے میدان خالی پاکر غزنی پر قبضہ و تصرف کیا بہرام ہندوستان سے ایک لشکر کثیر کے ساتھ غزنی لوٹا اور سیف الدین کو معرکہ میں گرفتار کرکے سولی دے دی اور پھر غزنی پر حکمرانی کرنے لگا۔

قبیلۂ غور نے علاء الدین حسین کو اپنا سردار بنایا اور اس کا لقب جہاں سوز رکھا۔ ۵۵۰ھ میں اُس نے غزنین پر چڑھائی کر دی اور بہرام شاہ کو بے دخل کرکے اپنے بھائی سیف الدین محمد کو والی غزنین کا مقرر کیا۔ علاء الدین کا ۵۵۶ھ میں انتقال ہوا۔ تو اُس کا بھائی غیاث الدین محمد بن بہاء الدین، سام بن حسن غزنی کے تخت پر بیٹھا۔ غیاث الدین کا بھائی شہاب الدین غوری تھا۔ اس نے غزنین سے لے کر ہندوستان تک آل سبکتگین کے تمام مقبوضات پر تسلط کر لیا۔ شہاب الدین کے ہاتھوں ۲۱۳ سال کے بعد ۵۸۲ھ میں غزنوی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

شہاب الدین نے مہاراجہ پرتھی رائے کو شکست دے کر دہلی کو فتح کیا اور ۵۸۸ھ میں تخت پر جلوہ فرما ہوا۔ اس کے بعد اپنے غلام قطب ایبک کو اپنا جانشین کرکے غور واپس ہوا۔ راہ میں انتقال کر گیا۔

قطب الدین ایبک کے خاندان میں دہلی کی سلطنت ۶۰۲ھ سے ۶۸۹ھ تک رہی۔ شمس الدین التمش۔ ناصر الدین محمود جلیل القدر شاہانِ دہلی تھے۔ معز الدین کیقباد پر اس حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

خلیفہ مستنجد باللہ

نام و نسب ابوالمظفر مستنجد باللہ بن مقتفی طاؤس نامی ام ولد کے بطن سے ۵۱۰ھ میں پیدا ہوا۔

تعلیم و تربیت شاہانہ طور طریق سے تعلیم و تربیت ہوئی۔ علمی فضیلت حاصل کی۔ ادب میں ید طولیٰ تھا۔ علم ہیئت سے دلی لگاؤ تھا۔

خلافت مقتفی لامر اللہ کی وفات کے دن ۲ ربیع الاول ۵۵۵ھ کو سریر آرائے خلافت ہوا۔

مستنجد نے بیعت خلافت لینے کے لیے دربار عام منعقد کیا اور اولاً خاندان کے ممبروں نے بیعت کی۔ سب سے پہلے اس کے چچا ابو طالب نے بیعت کی۔ بعد ازاں وزیر سلطنت عون الدین بن ہبیرہ اور قاضی القضاۃ نے بیعت کی۔ بعدہ ارکین دولت اور علماء بیعت کرنے کی غرض سے پیش کیے گئے۔ جامع مسجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

وزارت عون الدین ابن ہبیرہ کو بدستور عہدۂ وزارت پر سرفراز رکھا گورنران صوبجات اپنے اپنے صوبہ پر بحال رکھے گئے۔

معافی ٹیکس تخت نشینی کی خوشی میں ٹیکس اور محصول معاف کیا گیا۔

رئیس الروساء اور استاد دار کو خلعتیں عنایت ہوئیں[1]۔

قاضی القضاۃ ابوالحسن علی بن احمد دامغانی قاضی القضاۃ کو معزول کرکے ابو جعفر عبدالواحد ثقفی کو عہدہ قضا پر مامور کیا۔

زمام حکومت علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

خلیفہ مستنجد خلفائے بنی عباس کا پہلا خلیفہ ہے جس نے استقلال اور استحکام کے ساتھ زمام حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لی۔ شیرازۂ حکومت و خلافت مابین موصل، واسط، بصرہ حلوان میں منتشر ہوگیا تھا اور حکمرانی کی مشین کے پرزے ڈھیلے ہوگئے تھے[2] ان پر اپنی حسن تدبیر سے غلبہ حاصل کیا اور آزادانہ خلافت کے فرائض انجام دینے لگا۔

وقائع ۵۵۲ھ میں سلطان سنجر بن ملک شاہ بن الپ ارسلان نے ۷۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ۵۵۶ھ میں ترکمانوں نے سر اُٹھایا۔ خلافت مآب نے امیر ترشک کو بلاد بخت سے طلب کیا۔ اس نے عدم حاضری کی معافی چاہی۔ خلیفہ نے فوج بھیجکر اُس کا سر اتر والیا۔ ۵۵۷ھ میں خلافت مآب نے قلعہ ماہلی کو سنقر ہمدانی کے مملوک کے قبضہ سے نکال لیا۔

عربوں کی سرکشی ۵۵۶ھ میں خفاجہ حلہ، اور کوفہ میں عرب بغاوت کر بیٹھے وزیر سلطنت نے خود جاکر انکی سرکوبی کردی۔

---

[1] ابن خلدون جلد ۹ ص ۱۵۵ [2] ابن خلدون جلد ۹ ص ۵۴

پھر انھوں نے معذرت نامہ لکھ کر دربار خلافت میں روانہ کیا۔ خلافت مآب نے منظور فرمایا اور اُن کے قصور معاف کیے۔

بنی اسد ساکنان حلہ اکثر شورش کیا کرتے اور انھوں نے سلطان محمد کا ساتھ بھی دیا تھا چنانچہ خلیفہ نے ۵۵۸ھ میں امیر یزدان بن قماج کو اُن کی جلا وطنی اور سرکوبی کے لیے بھیجا۔ اُس نے جا کر اُن کو عراق سے مار کوٹ کے بھگا دیا اور حلہ اور کل بلاد اسد بن معروف کو دیدئے گئے[1]

واسط میں بغاوت بصرہ امیر منکبرس کی جاگیر میں تھا جو خلیفہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ ۵۵۹ھ میں وہ قتل ہوا کمشتکین مامور کیا گیا۔ ابن سنذکا برادرزادہ شملہ والی خراسان نے بصرہ پر چڑھائی کر دی اور کامیاب ہو گیا۔ پھر اُس نے واسط کی طرف رُخ کیا مگر خطلوبرس سے مقابلہ ہوا۔ اور خطلو گرفتار ہو گیا جو ۵۶۱ھ میں قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ سے ابن سنذکا کی ہمت پست ہو گئی۔ اپنے مستقر کو لوٹ گیا۔

۵۶۲ھ میں شملہ والی خوزستان نے بقصد عراق کوچ کیا۔ سفر و قیام کرتا ہوا قلعہ ماہکی تک پہنچا۔ خلافت مآب سے صوبہ جات اسلامیہ کی گورنری کی درخواست کی جو نامنظور کی گئی تو اپنے ملک لوٹ آیا[2]۔ خلیفہ کی ہیبت طاری تھی آگے قدم بڑھانے کی ہمت نہ کرسکا۔

وزارت پر نیا تقرر جمادی الاول ۵۶۰ھ میں ابن ہبیرہ نے انتقال کیا۔ اس کا نائب وزیر کام کرتا رہا۔ ۵۶۳ھ میں

---

[1] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۰۰۔ [2] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۵۹

شرف الدین ابو جعفر احمد بن محمد سعید معروف بہ ابن بلدی ناظر واسط کو قلمدان وزارت سپرد فرمایا اور حکم دیا کہ عضد الدین ابو الفرج بن دبیس رئیس الرؤسا اُمور سلطنت میں حد سے زیادہ دخیل اور پیش پیش ہے۔ اُن کی اور اُن کے آوردوں کی دیکھ بھال رکھی جائے۔ اور اگر اپنی حرکت سے باز نہ آوے تو کل اختیارات سلب کئے جائیں وزیر نے حکم پر عمل کیا جس سے تمام عمال کے کان کھڑے ہو گئے۔ دیانت سے کام انجام دینے لگے بدنظمی، اور خودسری جاتی رہی۔

واقعات سلطان نور الدین

سلطان نور الدین کو مقتفی کے زمانہ سے مصر لینے کی تمنا تھی چنانچہ ۵۶۲ھ میں شاور[1] وزیر عاضد کی استدعا پر امیر اسد الدین شیرکوہ کو دو ہزار سوار ہمراہ کر کے مصر کی طرف روانہ کیا۔ شیرکوہ جزیرہ میں اُترا۔ پھر مصر کا دو ماہ محاصرہ رکھا والی مصر بنو فاطمی نے فرنگیوں سے امداد طلب کی وہ خود ہی مصر لینے کے درپے تھے چنانچہ عاضد الدین اللہ کی معاونت کے لیے دمیاط سے فرنگی آئے۔ مگر امیر اسد الدین نے صعید کا رُخ کیا اور وہاں مصریوں سے مقابلہ کیا۔ دشمن پر فتح پائی۔ ہزاروں فرنگی مارے گئے۔ امیر اسد الدین نے صعید پر قبضہ کر کے اہل شہر کا خراج معاف کر دیا۔

فرنگیوں نے اسکندریہ کا قصد کیا۔ اس پر امیر اسد الدین کا برادر

[1] شاور وزیر عاضد معزول کر دیا گیا تھا۔ مصر سے نور الدین کے پاس آیا اور کہا پھر مجھ کو وزارت دلوا دو تو میں تیسرا حصہ مصر کا دینے کو تیار ہوں۔

زادہ امیر صلاح الدین یوسف بن ایوب قابض ہو چکا تھا۔ فرنگیوں نے چار ماہ برابر اسکندریہ کو محصور رکھا۔ آخر امیر اسد الدین اس طرف بڑھا۔ فرنگیوں سے مقابلہ ہوا وہ شکست کھا کر راہِ فرار پر مجبور ہوئے یہاں سے فراغت پاکر امیر اسد الدین شام لوٹ آیا۔ ۵۶۴ھ میں فرنگیوں نے ایک فوج گراں لے کر جس میں ہزارہا ممالک مغرب کے صلیبی جنگجو تھے۔ دیارِ مصر پر حملہ کیا اور البیس پر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد قاہرہ کو محصور کر لیا۔ شاور وزیر مصر نے صلیبیوں کے خوف سے خود فسطاط میں آگ لگوا دی اور مجبوری درجہ عاضد خلیفہ فاطمی نے سلطان نور الدین سے استدعا کی کہ وہ معاونت کرے اسد الدین اپنی فوجیں لے کر پہنچ گیا۔ فرنگیوں کو اس کی آمد کی خبر لگی بھاگ گئے۔ وزیر شاور نے جو وعدے اسد الدین سے کئے تھے اس سے منحرف ہو گیا تو عاضد نے اس کو قتل کرا دیا۔ عاضد الدین اللہ نے اسد الدین کو وزارت پر سرفراز کیا اور خلعت عطا کیا۔ اسد الدین شیر کوہ مرتے وقت ۵۶۵ھ تک وزیر مصر رہا۔ اس کے بعد عاضد الدین اللہ نے اس کے برادر زادہ صلاح الدین یوسف کو وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا اور ملک ناصر کا خطاب عطا کیا۔ صلاح الدین اس کے آخر وقت تک وزارت کے عہدہ پر قائم رہا۔ صلاح الدین کے حسنِ اخلاق اور خوبیٔ انتظام نے مصریوں کو بالکل گرویدہ بنا لیا تھا[1]

وفاتِ مستنجد رئیس الرؤسا کا ہمنوا قطب الدین قائماز مظفری تھا

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۳۵

عضدالدین کو خلیفہ سے کچھ مخاصمت سی ہو گئی۔ اتفاقاً ۵۶۶ھ میں خلافت مآب بیمار پڑے۔ رفتہ رفتہ مرض میں اشتداد پیدا ہوا۔ عضدالدین اور قطب الدین خلافت مآب کی بیدار مغزی سے تنگ آ گئے تھے شاہی طبیب سے سازباز کر لی۔ اس لئے ان لوگوں کی سازش سے خلافت مآب کی موت کی یہ تدبیر نکالی کہ خلافت مآب کو حمام میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا۔ خلیفہ کا دم گھٹ گیا۔ تھوڑی دیر میں جان بحق تسلیم ہوئے یہ واقعہ ۹ ربیع الآخر ۵۶۶ھ کا ہے[1]

جس وقت خلیفہ کی موت کی ہولناک خبر مشہور ہوئی وزیر السلطنت اُمرا لشکر کل فوجیں مسلح کر کے محلسرائے خلافت کے دروازے پر جمع ہو گئیں۔ عضدالدین نے یہ رنگ دیکھ کر بلند آواز سے کہا امیرالمومنین کو غش آ گیا تھا اب افاقہ ہے اور خلیفہ کے بیٹے ابو محمد حسن کو بلا کر بیعت خلافت کر لی[2] مستنجد نے دس سال خلافت کی ۷۵ برس کی عمر پائی۔

اوصاف مستنجد، مقتفی سے بھی زیادہ عادل اور فیاض تھا اور مفسدوں اور فتنہ پردازوں کے لیے نہایت سخت۔ ایک بار کسی باغی کو گرفتار کیا۔ ایک امیر نے اس کی سفارش کی اور دس درہم اس کی طرف سے بطور جرمانہ کے پیش کئے۔ مستنجد نے کہا۔ میں تم کو دس ہزار درہم دیتا ہوں کہ اس قسم کا کوئی دوسرا مفسد پکڑ لاؤ۔ تاکہ میں اس کو قید کروں اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو جائیں[3]

---

[1] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۳۵ [2] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۶۱ [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۲۴

ابن جوزی کا بیان ہے کہ

مستنجد رائے صائب رکھتا تھا۔ ذکا غالب اور فضیلت باہر رکھتا تھا۔ نظم بدیع اور نثر بلیغ لکھتا تھا۔ علم ہیئت میں دستگاہ کامل تھی۔ اسطرلاب کا استعمال بہت صحیح کرتا تھا۔[1]

علمی ترقی مستنجد نے اکابر علماء کو اپنے دربار میں جگہ دی نظام الملک کے مدرسہ کو ترقی دی۔ اس مدرسہ کے صدر المدرس حضرت عبدالقاہر سہروردی تھے۔ مستنجد نے دس سال حکمرانی کی اس کے عہد میں اکابر صوفیہ کا بغداد میں قیام تھا۔ ان کے علمی فیض سے ان دنوں بغداد فضل و کمال کا مرکز بن گیا تھا۔ خانقاہیں تشنگان علم سے بھری ہوئی تھیں اس کے زمانہ میں اشاعت اسلام خوب ہوئی۔

ہمعصر علما دیلمی صاحب مسند الفردوس۔ عمرانی صاحب البیان ابن برزی شافعی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی۔ امام ابوسعید سمعانی ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی۔ ابوالحسن بن ہزیل المقری[2]۔ ان جلیل القدر علما و صوفیا نے مستنجد کے عہد میں وصال فرمایا۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۴۴۲ [2] ایضاً

خلیفہ مستضی بامر اللہ

نام ولقب ابو محمد حسن بن مستنجد باللہ ارمن کنیز مسماۃ غضّہ کے بطن سے ۵۳۶ھ میں پیدا ہوا۔[1]

خلافت مستنجد کے انتقال کے بعد جیسا کہ اوپر ذکر کیا ہے کہ امیر عضد الدین وقطب الدین نے اپنی وزارت اور اپنے بیٹے کے لیے استادداری اور قطب الدین کے لیے سپہ سالاری کا عہدہ طے کرکے ابو محمد حسن کو تخت خلافت پر بٹھایا۔ المستضیٔ بامر اللہ کے لقب سے ملقب کیا۔ بعد ازاں خاندانِ خلافت سے بیعت خاصہ لی گئی۔ اگلے دن دربار عام میں بیعت عامہ ہوئی۔

وزارت قلمدانِ وزارت عضد الدین کے سپرد ہوا۔ اس کا بیٹا کمال الدین استادداری مقرر ہوا۔

امیر العسکر اور عساکرِ اسلامیہ کی سرداری قطب الدین قائماز کو دی گئی۔

وزیر خزانہ ابو بکر بن نصر بن عطار کو وزیر خزانہ مقرر کیا اور اس کو خطاب ظہیر الدین عطا فرمایا۔[2]

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۴۳۵ [2] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۶۲

عتابِ شاہی وزیر سلطنت قدیم ابو جعفر جو خود سر تھا۔ اُس کو بلا کر قتل کرا دیا اور قاضی ابن مزاحم کو گرفتار کرا کے جیل خانہ بھیج دیا یہ بڑا ظالم، خود سر اور غاصب تھا۔ اس واقعہ سے تمام عمال کی آنکھیں کھل گئیں۔ تمام عراق پر کامل سکون ہو گیا تھوڑے عرصہ میں تمام قلمرو میں خوشحالی کے اثرات پھیلنے لگے۔ باشندے امن و امان سے زندگی کے دن گذارنے لگے اہل بغداد کو زمانہ دراز کے بعد امن و چین نصیب ہوا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ

مستضیٔ نے تختِ خلافت پر بیٹھتے ہی منادی کرا دی کہ آج سے تمام ٹیکس معاف کیے گئے۔ پھر رد مظالم کی طرف توجہ کی اور ایسا عدل و کرم پھیلایا جس کی مثال کم ملتی ہے ہاشمیوں اور علویوں کو دولت سے مالا مال کر دیا۔ علمائے مدارس کو بیش قرار وظائف عطا کیے سرائیں بنوائیں۔[۱]

سخاوت مستضیٔ کی طبیعت میں فطری طور سے سخاوت تھی وہ ہمیشہ ہر شخص پر احسان کرتا۔ حتیٰ کہ اربابِ دولت و ارکین سلطنت کو بھی انعام عطا کیے۔ چنانچہ مخزن وزری کا بیان ہے کہ ایک ہزار تین سو قبا ابریشمی لوگوں کو عطا کیں۔

جب اُس کے نام کا خطبہ بغداد کے ممبروں پر پڑھا گیا تو حسب رسم قدیم دینار تصدق کیے گئے۔

---

[۱] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۶۲ تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۰۸

قاضی روم بن حدیثی کو قاضی کے عہدہ پر سرفراز کیا۔ ستر غلام قاضی صاحب کو عطا کیے کہ محکمۂ قضاۃ تک آنے کے لیے جلو میں رہیں اور اردلی کا کام دیں۔ ابن جوزی نے لکھا ہے۔ مستضیٔ نے یہ انتظام کیا تھا کہ وہ حجاب میں رہے اس کے پاس سوائے خدام کے کوئی جا نہیں سکتا تھا جب کہیں تشریف لے جاتا تو خدم وحشم ساتھ ہوتا۔ لوگ اس کی زیارت کے مشتاق رہا کرتے

وقائع مصر مصر میں امیر صلاح الدین یوسف نے جامع مسجد مصر عباد و زہاد کے واسطے کھول دی ورنہ عہد بنو فاطمی میں بند پڑی تھی سب سے پہلے یہ کام کیا کہ مستضیٔ بامر اللہ کے نام کا خطبہ مصر کی جامع مسجد میں پڑھوایا اور سلطان نور الدین کو اس کی اطلاع کی سلطان نے شہاب الدین المظفر بن العلامہ شرف الدین کو یہ خوشخبری لے کر خلیفہ کے پاس بھیجا اور عماد کاتب کو حکم دیا کہ ایک تہنیت نامہ لکھو کہ تمام ممالک اسلامیہ میں پڑھا جائے

کاتب کا بیان ہے کہ میں نے اس تہنیت نامہ کو اس طرح شروع کیا۔

"خدا واحد حق کے بلند کرنے والے اور باطل کو نابود کرنے والے کا احسان ہے .... اور آگے بڑھ کر لکھا کہ ان شہروں میں کوئی منبر ایسا نہیں رہا جس پر مولانا امام مستضیٔ بامر اللہ امیر المومنین کا خطبہ نہ پڑھایا گیا ہو"

جب یہ تہنیت نامہ خلافت مآب کے حضور میں پیش کیا گیا تو خلیفہ معظم نے سلطان نور الدین کو خلعت و تشریفات۔ امیر صلاح الدین یوسف کو

علم عباسیہ اور حکومت کا فرمان اور خطیبوں کو انعام اور عماد کاتب کو ایک سو دینار اور خلعت عطا فرمایا۔[1]

مرا جعی ثانو

چراغاں بغداد میں اس خبر سے خوشی کی عام لہر دوڑ گئی۔ بازار سجائے گئے اور چراغاں کیا گیا۔[2]

سند حکومت نورالدین محمود نے دربار خلافت میں قاضی کمال الدین ابوالفضل محمد بن عبداللہ شہرزوری کو بھیجا اور خلیفہ سے یہ استدعا کی کہ مصر، شام، جزیرہ، موصل جو اس کے قبضہ و تصرف میں تھے اور دیار بکر غلاط، بلاد روم۔ قلیج۔ ارسلان جو اس کے مطیع تھے اُن کی سند حکومت عطا ہو اور رواب ہاردں اور بلاد سواد عراق کو بطور جاگیر طلب کیا۔ جیسا کہ اُس کے باپ کو شاہی عطیہ تھا۔ خلافت مآب نے سلطان نورالدین کے سفیر کو ہمکلامی سے عزت بخشی اور بطیب خاطر نورالدین کی درخواستیں منظوری سے شرف اندوز ہوئیں۔[3]

دولت فاطمیہ کا خاتمہ اور دولت ایوبیہ کا ظہور مستضیٔ کے عہد میں بڑا حادثہ دولت فاطمیہ کا خاتمہ ہے۔ آخری فاطمی خلیفہ عاضد باللہ کے ضعف سے نظم و نسق کی باگ امیر صلاح الدین کے ہاتھ میں آچکی تھی۔ عاضد بالکل بے دست و پا ہو گیا تھا۔ اس نے ۵۶۷ھ میں انتقال کیا۔ ۲۷۰ سال کی باعظمت سلطنت کا اس کے دم کے ساتھ خاتمہ ہو گیا اور دولت ایوبیہ کی بنا قائم ہوئی۔ مصر کے جملہ انتظام کے بعد اس کو

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۰۰ [2] [3] ابن خلدون ج ۵ ص ۴۴۰، ۲۲۵ و ۱۹۵

خدشہ یہ دامن گیر ہوا کہ سلطان نورالدین مصر سے شاید مجھے ہٹا دیے چنانچہ یمن پر اس کی نگاہ گئی۔ اپنے بھائی توران شاہ کو فوج کے ساتھ حبش کی طرف روانہ کیا۔ لیکن یہ سرزمین پسند نہ آئی۔ اس لیے یمن کی طرف رخ کر دیا اور اس کو بقوت زیر نگیں کر لیا۔ وہاں مادی اقتدار تو صلاح الدین کا قائم ہو گیا لیکن مستضیٔ اور نورالدین کی حکمرانی کے اثرات غالب تھے۔

وقائع سنہ ۵۶۹ھ میں نورالدین محمود زنگی بعمرہ ۵ سال فوت ہوا۔ اس کا بیٹا اسمٰعیل ملک الصالح ۱۱ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ شام کے لوگوں نے اور صلاح الدین نے تخت نشینی کو قبول کیا۔ مگر سیف الدین زنگی نے بھائی کے مرنے کی خبر سنی۔ نصیبین۔ خابور۔ حران۔ رہا پر قبضہ کر لیا۔ ملک صالح معہ فوج کے حلب روانہ ہوا کہ چچا کو آگے نہ بڑھنے دے۔ اسی اثنا میں صلاح الدین نے شام پر حملہ کر دیا اور اس کو ۵۷۰ھ میں زیر نگیں کر لیا اس کے بعد حمص۔ حما۔ بعلبک کو فتح کیا اور حلب ملک صالح کو دیدیا۔

اوصاف مستضیٔ نیک سیرت۔ عادل۔ حلیم اور سخی تھا۔ اس نے نو سال ۶ ماہ فرائض خلافت انجام دیے۔ اس نے کسی فرد کو شکایت کا موقعہ نہ دیا وہ صالح اور کامیاب خلیفہ تھا۔ وسط ایشیا سے لے کر مصر و مغرب تک میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ رعایا کا خیرخواہ تھا اس کے عہد میں امیر و غریب سب خوش تھے۔ اس کے حسن سلوک سے اکثر بادشاہ مطیع ہو گئے۔[1]

---

[1] ابن اثیر جلد ۱۱ ص ۱۷۳

مستضئی کی وفات مستضئی نے ۲ ذی قعدہ ۵۷۵ھ کو نو سال چند ماہ فرائض خلافت انجام دینے کر وفات پائی۔

ہمعصر علماء ابن الخشاب نحوی۔ ملک النحاۃ ابو نزار الحسن بن صافی حافظ ابو العلا الہمدانی۔ ناصح الدین ابن الدہان نحوی۔ حافظ الکبیر ابو القاسم بن عساکر۔ حیص بیص شاعر۔ حافظ ابو بکر بن خیر[1]

محدثین و فقہا عثمان بن علی بن محمد بیکندی بخاری۔ ابو عمرو، فقیہ، محدث عابد، زاہد شاگرد امام ابو بکر۔ محمد بن ابی سہل سرخسی و استاد صاحب ہدایہ ۵۵۲ھ میں انتقال ہوا

محمد بن مسعود بن الحسین کاشانی۔ شیخ ابو الفتح فقیہ کے شاگرد تھے ایک عرصہ تک عہدۂ قضاۃ پر ممتاز رہے۔ ۵۵۲ھ میں انتقال کیا۔

احمد بن علی بن عبد العزیز بلخی مصنف شرح جامع صغیر ۵۵۳ھ میں فوت ہوئے

محمد بن یوسف حسینی ابو القاسم ناصر الدین سمرقندی امام جلیل القدر مفسر محدث فقیہ، مولف کتاب نافع و خلاصۃ المفتی کے تھے۔ ۵۵۶ھ میں انتقال کیا۔

محمد بن ابی بکر المعروف بہ امام زادہ جوغی مفتی بخارا شاگرد مجد الائمہ سرخکتی و شمس الائمہ بکر زرنجری و رضی الدین نیشاپوری، تصوف میں مرید خواجہ یوسف ہمدانی کے تھے۔ شرعۃ الاسلام، ادب الصوفیہ یادگار ہے۔

محمد بن ابی القاسم خوارزمی ابن المشائخ بقالی فقیہ و محدث علامہ جار اللہ زمخشری کے شاگرد ۵۶۲ھ میں انتقال کیا۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۱

سلطان نورالدین زنگی

مجاہد اعظم سلطان نورالدین زنگی صرف حلب کا حکمراں تھا۔ لیکن جنگ صلیبی میں اس کی شہامت اور شجاعت نے فرنگیوں کو مرعوب کر دیا تھا۔ آخر میں اس کی سلطنت اس قدر وسیع ہو گئی تھی کہ شام، مصر، یمن اور حرمین شریفین میں بھی اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ یہ سلطان صلاح الدین کا آقا تھا۔ خلفائے اربعہ اور عمر بن عبدالعزیز کے بعد اس سے بہتر کوئی حکمراں مسلمانوں میں نہیں ہوا نورالدین بڑا عادل۔ عابد و زاہد، متقی تھا۔ شریعت مطہرہ کے احکام کے نفاذ و قیام میں بڑا انہماک رکھتا تھا۔

ابن اثیر کا بیان ہے۔

وہ زمرۂ سلاطین میں عدل و انصاف کے قیام محرمات شرعیہ کے اجتناب اور اتباع سنت کا مجدد تھا۔" سارے ممالک محروسہ میں شراب نوشی اور شراب کی تجارت قانوناً بند کر دی تھی۔" بہت سے مذہبی اور رفاہ عام کے کام انجام دیئے دمشق میں دارالحدیث قائم کیا۔ محدثین اور حدیث کے طلبار کے لیے بڑی جائداد وقف کی۔ موصل اور حماۃ میں عظیم الشان جامع مسجد تعمیر کرائی مکاتب قائم کیے۔ شفاخانہ بنوائے۔ وہ صاحب علم، متقی و متورع تھا۔ اس کا سارا وقت جہاد کی تیاری میں گذرتا علما و صوفیہ کی قدر و منزلت کرتا۔ خراسان کے مشہور عالم شیخ قطب الدین نیشاپوری کو دمشق بلایا اور اس کے ساتھ

تعظیم و توقیر سے پیش آیا۔
سیاست ملکی میں بھی اس کا پایہ نہایت بلند تھا۔ شوال ۵۵۹ھ
میں انتقال کیا[1]

[1] دولت اتابکیہ ص ۱۳۶

خلیفہ ناصرالدین اللہ

نام ولقب ابو العباس احمد ناصرالدین اللہ بن مستضئی باللہ اس کی ماں کا نام زمرد تھا[1]

تعلیم و تربیت علمائے عصر سے علوم کی تحصیل کی۔ شاہانہ طور طریق سے تعلیم و تربیت ہوئی۔

خلافت ۲ ذی قعدہ ۵۷۵ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۱۸۰ء کو سریر آرائے تخت خلافت ہوا۔ اس کی عمر ۲۲ سال کی تھی۔

وقائع ۵۷۶ھ میں سیف الدین فرمانروائے موصل فوت ہوا اُس کا برادر عم زاد عزالدین مسعود بن مودود زنگی جانشین ہوا۔

۵۷۷ھ میں ملک الصالح اسمٰعیل بن نورالدین زنگی فرمانروائے حلب ۱۹ سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔ عزالدین جانشین ہوا۔ اُس نے اپنے بھائی عمادالدین کو حلب کی حکمرانی دے دی۔

اسی سال یعنی ۵۷۷ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بلاد جزیرہ کو مفتوح کر کے موصل پر لشکر کشی کی۔ مگر کسی مصلحت سے سنجار جا کر اُس کو فتح کر لیا۔ ۵۷۹ھ میں حلب پہنچا۔ عمادالدین زنگی نے بغیر جنگ کے حلب

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۱

سلطان صلاح الدین کے سپرد کر دیا۔ سلطان صلاح الدینؒ عماد الدین کو سنجار نصیبین۔ خابور، رقہ، سروج کے علاقہ کا حکمران بنا دیا۔ اس زمانہ میں شاہ ارمن فرمانروائے خلاط فوت ہوا۔ صلاح الدین میا فارقین پہنچا وہاں پتہ چلا کہ اس کا غلام بکتمر اس کے تخت و تاج کا مالک بن بیٹھا ہے۔ اس نے صرف میا فارقین پر قبضہ کر لیا۔

طغرل کی فتوحات

۵۸۳ھ سلطان طغرل بن ارسلان شاہ نے بہت سے ملک زیر نگیں کر لیے قزل ارسلان ابن الذکر فرمانروائے آذربائیجان۔ ہمدان و اصفہان نے طغرل کی فتوحات کے سیلاب کو بڑھتے ہوئے دیکھا۔ خلیفہ سے مدد چاہی۔ یہاں سے لشکر گیا طغرل سے معرکہ رہا۔ شاہی لشکر شکست کھا گیا۔

واقعات سلطان صلاح الدین

عزیز الدین مسعود اور عماد الدین مل کر صلاح الدین کے خلاف ہو گئے۔ بلکہ صلاح الدین کو زیر کرنے کے لیے عیسائیوں اور باطنیوں سے باضابطہ عہد نامہ کر لیا۔ باطنیوں سے یہ طے کیا کہ حلب میں ان کا تبلیغی مرکز قائم کر دیا جائے گا۔ اس کی اطلاع صلاح الدین کو ہو گئی۔ مگر عماد الدین سے صلح ہو چکی تھی اس نے سکوت اختیار کیا

صلاح الدین مصر سے شام آیا فرنگیوں نے روکا۔ یہ دوسری طرف سے نکل کر طبریہ وبیان وغیرہ فرنگی علاقہ پر حملہ کرتا ہوا عکہ تک پہنچا اور فرنگیوں سے دو دو ہاتھ کر کے دمشق آ گیا۔ اس کے نائب عز الدین فرخ شاہ نے دیلوریہ و شقیف کے فرنگی قلعے پر جو اسلامی سرحد پر واقع تھے صلاح الدین

لے کتاب الروضتین ج ۲ ص ۲۳

کے آنے سے پہلے فتح کر لیے تھے۔ اور چوکیاں قائم کر دی تھیں۔ دمشق سے صلاح الدین بیروت کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا۔ بحری و بری حملہ کیا اس دوران میں خبر ملی کہ بیت المقدس کے فرنگی زائرین کا ایک جہاز دمیاط آرہا ہے چنانچہ سلطان نے بیروت چھوڑ کر جہاز دلی کو آلیا۔ حملہ کر کے ایک ہزار چھ سو فرنگی گرفتار کر لیے[1]۔

اس کے بعد زنگی خاندان کی چھوٹی چھوٹی سرداریاں جو باہم لڑتی رہتیں یا دشمنوں سے ساز باز کرتیں پہلے اُن کے ختم کرنے کا ارادہ کر لیا چنانچہ امیر مظفر الدین کوکبری والی حران، عز الدین مسعود سے مخالف تھا اس نے سلطان کو دعوت دی۔ چنانچہ بیروت سے واپس ہو کر فرات کو عبور کر کے جزیرہ کی طرف بڑھا اور چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کو اعلان عام دیا کہ جو اطاعت کرے گا اس کا علاقہ اُس کے لیے ہے ورنہ بزور شمشیر قبضہ کیا جائے گا سلطان کی قوت، سطوت کے آگے سب نے سر جھکا دیا۔ جس نے سرتابی کی بزور شمشیر مطیع کیا۔ اس طرح جزیرہ کا بڑا حصہ سلطان کا زیر نگیں ہو گیا۔ سنجار لیا جا چکا تھا۔ آمد پر بہاء الدین قابض تھا۔ سلطان نے حملہ بول دیا۔ ابن نیسان نے وزیر قاضی فاضل کے ذریعہ چند شرائط پر شہر حوالہ کر دیا۔ محرم ۵۷۹ھ میں سلطان کا قبضہ ہو گیا۔ یہاں عظیم الشان کتب خانہ تھا جس میں دس لاکھ چالیس ہزار کتابیں تھیں۔ سلطان نے قاضی فاضل کو دیدیں۔ سلطان نے محمد بن قرا ارسلان کے لڑکے نور الدین کو آمد کا حاکم مقرر کر دیا۔ اس زمانہ میں حلب لیا جا چکا تھا

[1] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۸۲

اب شام میں سلطان کی قوت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ مکہ معظمہ سے بغداد کی مسجدوں تک اُس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔[1] اس کے بعد حارم عماد الدین سے لیا۔ حارم کے قبضہ کے بعد سلطان دمشق لوٹا۔ تمام ممالک محروسہ کی فوجیں جمع کرلینے کا حکم دیا۔ جب افواج جمع ہوگئیں ۵۷۵ھ میں بیسان جو فرنگی علاقہ تھا اس طرف رُخ کیا۔ وہ ساز و سامان چھوڑ کر نکل بھاگے اور سلطان کا قبضہ بلا مزاحمت بیسان پر ہوگیا۔ پھر جالوت میں جا کر منزل کی فرنگیوں نے سلطان کی پیش قدمی سے اطلاع پا کر الفوکہ میں عظیم الشان فوج جمع کی اس میں ایک ہزار تین سو مسیحی نائٹ اور پندرہ ہزار اچھے اسلحہ رکھنے والی پیدل فوج اور یورپ کے اُمرا زادے ہنری۔ لودین کا ڈیوک۔ یمنی کار الف ۱۱ اس کے علاوہ شام کے بڑے بڑے رئیس۔ بالڈون۔ عابین کا بالیان۔ صیدا کا زیجی نالڈ جو مسلمانوں کا دشمن تھا۔ قیساریہ کا والٹر۔ کو زنتی جوسلن وغیرہ تھے۔

سلطان عین جالوت سے الفوکہ پہنچا۔ دونوں میں خونریز معرکہ ہوا فرنگی الفوکہ سے ہٹ کر عین جالوت گئے۔ سلطان بھی اُن کے عقب میں پہنچا اور چاروں طرف سے گھیر کر خوب قتل عام کیا۔ فرنگی ہٹ کر بھاگے اُن کا تعاقب کیا۔ کفر بلا۔ بیسان اور زرعین کو ویران کر ڈالا۔

اس مہم سے فراغت پا کر ۵۷۹ھ میں اسلام کے بڑے دشمن ریجی نالڈ کے علاقہ کرک پر فوج کشی کی۔ مگر ناکام دمشق لوٹا وہاں جا کر مصر و شام

[1] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۸۳

دجزیرہ کی فوجیں جمع کرکے ۵۸۰ھ میں دوبارہ کرک پر حملہ کرکے فتح کرلیا مگر فرنگیوں کی تازہ دم فوج آگئی سلطان کو ہٹنا پڑا۔ نابلس اور سبسطیہ کو تاخت وتاراج کرتا ہوا دمشق لوٹ گیا۔[۱]

یروشلم کا فرمانروا امال رک مر گیا۔ اس نے اپنے کم سن بھانجہ بالڈون کو جانشین کیا اور اس کا نگراں لوسگنان کے گائی اور طرابلس کے فرمانروا ریمنڈ کو مقرر کر گیا۔ انھوں نے سلطان سے چار سال کے لیے صلح کرلی مگر اس زمانہ میں بطریق ہیریکلیوس مسیحی مجاہدوں کی بھرتی یورپ میں کر رہا تھا۔ ادھر ریمنڈ اور گائی میں یروشلم پر حکمرانی کی وجہ سے ٹھن گئی۔ ریمنڈ سلطان سے میل کر گیا۔ سلطان نے یروشلم کا اس کو حکمراں بنانے کا وعدہ کرلیا۔ ریمنڈ کا اثر صلیبیوں پر بہت تھا چنانچہ فرنگی بہت سے سلطان کی طرف ہو گئے۔[۱]

موصل پر قبضہ سلطان نے موصل کی طرف توجہ کی۔ معمولی جنگ کے بعد عزالدین سے صلح ہو گئی اور سلطان کا اس پر قبضہ ہو گیا۔ اب اتابکی حکومت ایوبی حکومت کے ماتحت ہو گئی۔

ریجی نالڈ نے بدعہدی کی۔ ایک مسلمان حجاج کا قافلہ اس نے اپنے علاقہ سے گزرتے ہوئے لوٹ لیا اور اہل قافلہ کو گرفتار کرلیا۔ سلطان نے اس کو تنبیہ کی۔

اہل قافلہ سے ریجی نالڈ نے کہا کہ

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۹۸

"تم محمدؐ پر ایمان رکھتے ہو۔ اُس سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ آکر تمہیں چھڑائے"!

ریجی نالڈ نے سلطان کی تنبیہ کی پروا نہیں کی سلطان کو اُس کے کلمہ ناسزا کی بھی خبر ہو گئی۔ اُس نے قسم کھا کر عہد کیا کہ اس صلح شکن کافر کو خدا نے چاہا تو اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا"

فرنگیوں سے فیصلہ کن جنگ

سلطان نے ممالک محروسہ میں جہاد کی عام منادی کرا دی۔ تمام زیر اثر اُمراء اور فرمانروا دمشق آ گئے۔ ۵۸۳ھ میں سلطان دمشق سے فلسطین روانہ ہوا سلطان نے الملک الفاضل کو راس الماء چھوڑا خود کرک روانہ ہو گیا۔ ریجی نالڈ کو ہمت نہ پڑی کہ مقابلہ کرتا۔ سلطان نے کرک اور اشوبک کے علاقہ کو تاخ و تاراج کر ڈالا۔

الملک الفاضل راس الماء سے عکہ کی طرف بڑھا۔ صفوریہ میں فرنگی پچاس ہزار جمع تھے جس میں ایک ہزار دو سو نائٹ تھے۔ گائی اور ریمنڈ ہر دو ملے اور صلیبیوں میں شریک ہو گئے۔

الملک الفاضل نے اسدوایہ اور استباریہ صلیبی مجاہدین کو صفوریہ کے قریب آ لیا اور اُس کے ممتاز افسر قتل کئے اور صلیبیوں کو تہ تیغ کیا سلطان کو اطلاع ملی وہ کرک سے الفاضل سے آکر مل گیا اب اسلامی فوجیں طبریہ کی طرف بڑھیں۔

۵۸۳ھ میں سلطان نے صفوریہ کا رُخ کیا اور فرنگیوں کے قریب

طبریہ کی پہاڑی پر فوجیں اتاریں۔ مگر طبریہ سے کوئی مقابل نہ آیا سلطان نے شہر پر قبضہ کیا پھر نوبیلا کے میدان میں صلیبیوں سے جنگ چھڑ دی ہزارہا نظرانی تہ تیغ ہوئے اُن کی قوت کمزور ہونے لگی۔ حطین کی آڑ لے کر بھاگنا چاہا مگر وہاں بھی شجاعانِ عرب نے آگا روک لیا۔ اُن کی مقدس صلیب جو حضرت مسیح کی سولی کی بنی ہوئی تھی چھین لی۔ اب صلیبی پیچھے ہٹتے ہوئے گائی بادشاہ یروشلم کے خیمہ تک پہنچ گئے۔ آخرش ہتھیار ڈال دیئے فوج سلطانی نے سب بڑے بڑے امراء و حکمرانوں کو گرفتار کر لیا[۵]

اختتامِ جنگ کے بعد تمام معزز قیدی سلطان کی خدمت میں پیش ہوئے یروشلم کے بادشاہ گائی کو پہلو میں جگہ دی۔ باقی امراء اُن کے رتبہ کے مطابق بٹھائے گئے ریجی نانڈ بھی پیش ہوا سلطان نے اس کا اپنے ہاتھ سے سر قلم کر دیا۔ اس کے بعد اُن قیدیوں کو ساتھ لے کر شہر حطین کی طرف بڑھا۔ اس کے بعد طبریہ بھی قبضہ میں کیا۔ پھر عسکا پر فوج کشی کی اور اس کو فتح کرکے جامع مسجد جس کو صلیبیوں نے کینسہ بنا لیا تھا۔ ایک صدی بعد سلطان نے پھر اُس کو مسجد بنا کر جمعہ کی نماز پڑھی[۶]

دوسری سمت سلطان کے بھائی ملک العادل نے مجدل یابا۔ ناصرہ، قیساریہ، حیفا، صفوریہ، شقیف، فولہ وغیرہ عکہ کے ملحقہ علاقے زیر نگین کرکے یافہ کی بندرگاہ فتح کر لی۔

سلطان نے اسی اثنے میں صیدا لے لیا۔ اس کے بعد بیروت پر فوج کشی

---

[۵] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۲۰۱ [۶] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۲۰۳

کر دی۔ اہل شہر نے مقابلہ میں نقصان اٹھا کر سپرد کر دیا۔ اس کے بعد صور اور عسقلان بزورِ شمشیر سلطان نے لے لیے۔

بیت المقدس کی فتح

سنہ ۵۸۳ھ میں عسقلان سے سلطان بیت المقدس روانہ ہوا۔ سلطان کے عزم جہاد کی خبر سن کر مصر وشام کے تمام بڑے بڑے علماء بیت المقدس کی فتح کی شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے لیے پہنچ گئے۔ سلطان نے صلیبیوں سے کہلا بھیجا کہ میں یہاں خونریزی نہیں چاہتا۔ اس کو مرے حوالہ کر دو اور معقول معاوضہ لے لو مگر وہ تیار نہیں ہوئے۔ آخرش سلطان کو بدرجہ مجبوری تلوار نکالنا پڑی ایک ہفتہ خوب ہر دو طرف سے تلوار چلیں۔ آخرش صلیبیوں نے فدیہ دے کر نکلنا چاہا۔ فدیہ ۱۰ دینار مرد ۵ دینار عورت ۲ دینار بچہ دیا اور ۲ رجب سنہ ۵۸۳ھ بروز جمعہ صلیبیوں نے ہمت ہار کر بیت المقدس مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔[1]

صلیبیوں نے سنہ ۴۹۲ھ میں بیت المقدس پر قبضہ کرتے وقت ستر ہزار مسلمان مسجد اقصیٰ میں شہید کیے تھے جہیں ہزارہا علماء وزہاد عبادت گذار رہتے تھے۔ مگر مسلمانوں نے پرامن طور پر عیسائیوں سے خالی کرایا۔ امیر مظفر الدین کوکری نے صدہا عیسائیوں کا فدیہ اپنی جیب سے ادا کیا۔ پھر سلطان نے معافی عام دی۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ سلطان نے عیسائیوں کو اپنی فوج کی حفاظت میں صور تک پہنچا دیا۔ ملک العادل نے

---

[1] ابن اثیر ج ۱۲ ص ۲۰۷

ایک ہزار نصرانیوں کو بطور غلام لے کر اپنی طرف سے آزاد کر دیا۔ سلطان نے قبۃ الصخرہ اور مسجد اقصیٰ جس کو عیسائیوں نے بت خانہ تصاویر کے ذریعہ بنا رکھا تھا اس کو مٹایا اور درست کرا کر امام و قاری مقرر کیے۔ شعبان ۵۸۳ھ کو اکانوے سال کے بعد مسجد اقصیٰ میں جمعہ کی نماز پڑھی گئی نورالدین زنگی کا بنوایا ہوا ممبر حلب سے طلب کر کے مسجد اقصیٰ میں نصب کیا گیا۔

تطہیر بیت المقدس کے بعد سلطان نے مدرسہ باطنین تعمیر کیے رقم فدیہ کی جو وصول ہوئی تھی وہ علما اور مستحقین میں تقسیم کر دی گئی اس کے بعد صور پر فوج کشی کی۔ مگر ناکامی ہوئی۔ مگر حصن کوکب لے لیا۔ اس کے بعد سلطان ۵۸۴ھ میں دمشق چلا گیا۔ کچھ دن بعد انطرطوس لے لیا۔ پھر لاذقیہ پر قبضہ جمایا۔ غرضکہ فلسطین کی نصرانی حکومت کا خاتمہ سلطان کے ہاتھوں ہوا اب شام میں صرف مسیحی حکومت انطاکیہ تھی ابوہمنڈ نے سلطان سے صلح کر کے جان بچائی۔ یروشلم کے زوال سے یورپ میں تہلکہ مچ گیا۔ شام کا اسقف اعظم ولیم صوری قیسیوں اور راہبوں کو لے کر روم آ پہنچا۔ پاپائے روم نے مقدس جنگ کے لیے فتویٰ دے دیا۔

انگلستان میں کنٹربری کے بلڈون نے جنگ صلیبی کا وعظ کہا۔ اس کی کوششوں سے فرانس۔ انگلستان کے بادشاہ اٹھ کھڑے ہوئے ہنری دوم بادشاہ انگلستان، فلپ آگسٹس بادشاہ فرانس اور فریڈرک باربروسہ بادشاہ جرمنی ولیم بادشاہ صقلیہ اور یورپ کے نائٹس سب یکجا ہو کر صلیبیوں کو ساتھ لے کر فلسطین روانہ ہوئے۔ ہنری دوم مر گیا۔ اس کا لڑکا رچرڈ

جانشین ہوا وہ اس جماعت کا پیرو بن گیا۔ غرضکہ رچرڈ اور فلپ عکہ پہونچے سلطان بھی فوج لے کر پہونچا۔ خوب خوب مقابلہ ہوا۔ آخر میں عکہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور پھر صلح ہو گئی عسقلان تباہ کر دیا گیا۔ رچرڈ وغیرہ سب اپنے اپنے ملک چلے گئے۔ سلطان کامرانی کے ساتھ بیت المقدس آیا۔ عیسائیوں کو زیارت کی اجازت دے دی امیر عزیز الدین جردیک کے سپرد بیت المقدس کر کے شوال ۵۸۸ھ میں حج کے ارادہ سے دمشق گیا۔

وفات سلطان صلاح الدین ایوبی نے مصر، شام، فلسطین، جزیرہ و موصل کو زیر نگیں کرنے کے بعد، ۵۵ سال کی عمر میں، ۲۷ صفر ۵۸۹ھ میں وفات پائی۔ صلیبی جنگوں میں اس نے بڑے کارہائے نمایاں کئے۔ عالمگیر اقتدار کا مالک تھا۔ مگر ہمیشہ خلافت عباسیہ کے دامن سے وابستہ رہا اور بارگاہ خلافت کے حلقۂ اطاعت سے کبھی الگ نہیں ہوا۔ سلطان صلاح الدین کے مفصل حالات تاریخ ملت کی جلد ہشتم میں ہم نے بیان کئے ہیں۔

وزرائے ناصر اعنانِ خلافت ہاتھ میں لیتے ہی ظہیر الدین بن عطار کو جیل میں ڈال دیا۔ مجد الدین ابو الفضل بن صاحب وزیر استاد کو عہدۂ وزارت پر سرفراز کیا۔ مگر ناصر نے مجد الدین سے نظام حکومت ہاتھ میں لے کر کچھ عرصہ میں انکو معطل کر دیا تو خلیفہ نے ۵۸۳ھ میں اس کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا اور زمامِ حکومت ہاتھ میں لے لی۔ مجد الدین کے عہد میں خلافت مآب کی کچھ نہ چلتی تھی علاوہ بریں اس کی ثروت اور مالداری اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ خلافت مآب کے خزانہ کی اس کے مقابلہ میں ذرا بھی وقعت نہ تھی۔ مجد الدین کے قتل کے بعد عبید اللہ بن یونس کنیت ابو المظفر کو عہدۂ وزارت عطا ہوا اور لقب جلال الدین اس کو دیا گیا۔ یہ وزیر صاحبِ جلال اور با عظمت تھا۔ اس کے دربار میں تمام امرا حتیٰ کہ قاضی القضات بھی درباری کرتے تھے[1]

ممالک محروسہ اسلامیہ میں بیعت کے لیے قاصد روانہ کیے صدر الدین شیخ الشیوخ کو بہلوان[2] والی ہمدان، اصفہان، رے کے پاس روانہ کیا سب نے آخرش بیعت کی۔ بہلوان کے مرنے کے بعد اس کا بھائی کزل

[1] ابن خلدون جلد ۹ ص ۱۷۰ [2] محمد بہلوان ابن ایلدکز اتابک ۵۴۶ھ میں ایلدکز والی رے کو قتل کر کے خود حکمراں بن گیا وہ ۵۶۸ھ میں ہمدان میں فوت ہوا محمد بہلوان جانشین ہوا۔ اس کا بھائی سلطان ارسلان بن طغرل بدستور اسکی کفالت میں رہا ۵۸۱ھ میں جب وہ مرگیا تو اس کے بیٹے طغرل کو اس کا جانشین کیا۔ ۵۸۲ھ میں بہلوان نے وفات پائی ہمدان۔ رے۔ اصفہان۔ آذربائیجان اور آرانیہ وغیرہ اس کے زیر حکومت تھے اور طغرل مذکور نگرانی میں تھا

ارسلان موسوم بہ عثمان حکمراں ہوا۔ طغرل اس کی نگرانی سے نکل بھاگا اور اُمرا واراکین کو بلا لیا اور عثمان پر حملہ آور ہوا۔ عثمان نے اپنا سفیر دربار خلافت میں بھیجا۔ طغرل نے بھی چند شہر قبضہ میں کر کے سفیر خلافت مآب کی خدمت میں روانہ کیا اور دارالسلطنت کی تعمیر کی مرمت کی اجازت چاہی اس سے پیشتر سلاطین سلجوقیہ کی حکومت کا سکہ بغداد و عراق میں چل رہا تھا۔ مگر مقتفی نے اس تعلق کو منقطع کر دیا تھا۔ اس لیے دارالسلطنت بے مرمت ہو گیا تھا مگر خلافت مآب نے کزل عثمان کے سفیر کی عزت و توقیر کی اور معاونت کا وعدہ کیا اور طغرل کے سفیر کو بلا جواب کے واپس کیا۔ ان سفراء کی واپسی کے بعد خلیفہ نے سلاطین سلجوقیہ کے دارالسلطنت کے انہدام کا حکم دے دیا جس پر نہایت تیزی سے عمل درآمد کیا گیا۔ ماہ صفر ۵۸۴ھ میں دربارِ خلافت سے وزیر السلطنت جلال الدین ابو المظفر عبید اللہ بن یونس سرافسری ایک لشکر عظیم لے کر کزل کی کمک کو روانہ ہوا۔ ہمدان میں کزل کے اجتماع سے پیشتر طغرل سے مقابلہ ہوا۔ میدان طغرل کے ہاتھ رہا۔ لشکر بھاگ کھڑا ہوا وزیر سلطنت گرفتار ہوا۔ اس کے بعد ہی کزل نے طغرل کو آ لیا۔ فتح اس کو نصیب ہوئی۔ کزل نے طغرل کو گرفتار کر کے قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ کزل استحکام و استقلال کے ساتھ کل صوبجات پر حکمرانی کرنے لگا۔ اپنے نام کا ممبروں پر خطبہ پڑھوایا۔ دروازہ پر پنجوقتہ نوبت بجوائی۔ ۵۸۵ھ میں طغرل اپنی خوابگاہ میں قتل کیا ہوا پایا گیا۔ اس کے بعد دولت سلجوقیہ کا چراغ ہمیشہ ہمیش کے لیے گل ہو گیا۔[1]

---

[1] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۷۲

نیا وزیر خلافت مآب نے وزیر کی گرفتاری پر مؤید الدین ابو عبداللہ محمد بن علی معروف بہ ابن قصاب کو عہدہ وزارت پر سرفراز کیا اور صوبہ خوزستان وغیرہ کی سند حکومت عطا کی چنانچہ ۵۹۱ھ میں شملہ والی خوزستان مرا تو وزیر دارالسلطنت جا پہونچا۔ تستر پر قبضہ کرکے خوزستان بھی قبضہ میں لایا ملوک بنی شملہ کو گرفتار کرکے بغداد روانہ کیا اور انتظاماً وزیر نے خوزستان کا حاکم طاش تکین کو کیا۔ یہاں سے وزیر سلطنت رے کی طرف بڑھا۔ پہلے ہمدان پر قابض ہوا۔ بعد اسکے خوارزم شاہ کی طرف توجہ کی وہ مقابلہ سے جی چراتا رہا یہ اس کے پیچھے رے تک پہونچے وہ جرجان چلا گیا۔ وزیر نے رے پر تسلط کیا شعبان ۵۹۲ھ میں وزیر نے انتقال کیا خوارزم شاہ نے ہمدان پر فوج کشی کرکے وزیر کی بے سری فوج کو شکست دے کر قبضہ کر لیا۔ پھر اصفہان کی طرف خوارزم شاہ متوجہ ہوا۔ وہاں کے امیر صدر الدین خجندی رئیس شافعیہ نے خلافت مآب کو لکھا۔ ہم آپ کے زیر حمایت آنا چاہتے ہیں۔ خلافت پناہ نے سیف الدین طغرل جاگیردار "بلاد نجف" کو اصفہان روانہ کیا۔ سیف الدین نے اصفہان پر قبضہ کیا اور خاطر خواہ انتظام کر دیا۔ اس کے بعد انجان اور قزوین بھی خلیفہ کے زیر نگیں آ گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دولت بنی عباس کے قوائے حکمرانی مضبوط ہو گئے اور حکومت و شوکت کو استحکام و استقلال ہوا[۱]

رفاہ عام خلیفہ ناصر نے جن شہروں پر اپنا اقتدار قائم کیا وہاں جو عمال تھے ان کو ہدایت عدل و انصاف کی کی۔ جگہ جگہ

---

[۱] ابن خلدون جلد ۹ ص ۱۲۶

مدرسہ کھولے گئے۔ شفا خانہ، مہمان سرائے، باغات لگوائے گئے تجارت میں بڑی سہولت دیدی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ امن وامان قلمرو بنی عباس میں نظر آنے لگا۔

۶۰۲ھ میں طاش تکین امیر خوزستان مرا۔ خلیفہ نے اس کے داماد سنجر کو اس کا جانشین کر دیا۔ ۶۰۲ھ میں سنجر نے جبال ترکستان کا قصد کیا یہ جبال عظیم الشان فارس۔ عمان۔ اصفہان اور خوزستان کے درمیان واقع ہیں اس کا والی ابو طاہر تھا۔ اس نے اپنے داماد قشتمر کو اپنا جانشین کر دیا تھا۔ ان دنوں قشتمر حکمرانی کر رہا تھا چنانچہ سنجر نے حملہ کیا اور ناکام لوٹا۔

وزیر کی معزولی

نصیر الدین ناصر مہدی علوی رے کا امیر تھا وہ بغداد مقیم تھا۔ خلافت پناہ نے اس کو وزیر سلطنت کی نیابت عطا کی۔ بعد چندے اُس کو وزارت عطا کی اور اس کے بیٹے کو وزیر خزانہ کیا نصیر الدین نے عہدہ وزارت پاکر بحکمت عملی کل اراکین دولت کو دبا لیا۔ ان حالات کے پیش نظر خلیفہ نے اُس کو معزول کر دیا اور خانہ نشین رہنے کا حکم دیا۔ اُس نے اس پر عمل کیا۔ فخر الدین ابو البدر محمد بن احمد بن امسینا واسطی بطور نائب وزیر وزارت کا کام انجام دینے لگا۔ اس زمانہ میں ابو فرس نصیر بن ناصر بن مکی مدائینی وزیر خزانہ نے بغداد میں انتقال کیا تو اُس کے بجائے ابو الفتوح مبارک بن عضد الدین ابو الفرج بن رئیس الرؤساء ۶۰۵ھ میں متعین کیا گیا۔ لیکن خزانہ کا کام وہ سنبھال نہ سکا۔ تو اُس کو معزول کر دیا۔ اس کے بجائے مکین الدین محمد بن محمد بن بدر القمر کاتب الانشا نائب وزیر

کو مقرر کیا اور اس کو موید الدین کا لقب عطا کیا[1]۔

سنجر سنجر خادم خلیفہ ناصر نے بغاوت کر دی تو موید الدین سرکوبی کو خوزستان پہنچا اور اس کو گرفتار کر کے بغداد لے آیا۔ خلافت مآب نے دوسرے خادم یاقوت کو خوزستان پر مامور کیا پھر سنجر کو آزاد کر کے خلعت عطا کیا۔

ولیعہد کا انتقال خلیفہ ناصر نے اپنے چھوٹے لڑکے ابوالحسن علی کو ولیعہد کیا تھا وہ ۶۱۲ھ میں انتقال کر گیا۔ دو لڑکے اس نے چھوڑے موید۔ موفق۔

ان دونوں کو ۶۱۳ھ میں سند امارت خوزستان کی عطا کی معہ لشکر کے خوزستان بھیجا۔ موید الدین نائب وزیر اور عز الدین شرابی کو اتالیقی اور نگرانی کی غرض سے ساتھ کر دیا۔ ہر دو نے خوزستان جا کر حکمرانی شروع کر دی۔ کچھ عرصہ بعد نائب وزیر اور شرابی بغداد واپس آگئے[2]۔

خوارزم شاہ خوارزم شاہ کے تغلب سے پہلے اغلمش نے بزور تیغ و حکمت عملی بلاد جبل پر قبضہ کر لیا تھا۔ خوارزم شاہ علاء الدین محمد بن تکش جانشین سلاطین سلجوقیہ کو جو صوبہ خراسان و ماوراء النہر پر مستولی ہو رہا تھا۔ ان بلاد پر قبضہ کرنے کا شوق چرایا۔ لشکر آراستہ کر کے ادھر اس نے فوج کشی کر دی۔ ادھر اتابک سعد بن وکلا والی فارس بلاد جبل کے لیے بڑھا پہلے اتابک نے اصفہان پر قبضہ جمایا۔ پھر رے کی طرف بڑھا یہاں خوارزم شاہ کی فوج سے مڈبھیڑ ہوئی۔ سخت خونریزی کے بعد اتابک کو ہزیمت

---

[1] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۲۸ [2] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۸۲

ہوئی۔ خوارزم شاہ نے اُس کو گرفتار کر لیا اور آگے بڑھ کر قزدین۔ زنجان، اور ابہر پر قابض ہوا۔ اہل ہمدان نے گردن اطاعت جھکا دی اس کے بعد اصفہان پر متصرف ہو گیا۔ قم، اور قاشان بھی خوارزم شاہ نے لے لیے۔ والی آذربائجان اور ارمینیہ نے بغیر تحریک کے اطاعت قبول کی۔ اب اُس کے حوصلے بڑھ گئے۔ دارالخلافت میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کا نامہ و پیام خلیفہ سے کیا مگر دربار خلافت نے اس کی تمردی دیکھ کر انکار کر دیا تو خوارزم شاہ نے طیش میں آکر دربار خلافت پر حملہ کرنا چاہا۔ امیر علوان کو سند امارت عطا کر کے پندرہ ہزار سواروں کی جمعیت سے بغداد بڑھنے کا حکم دیا۔[1] خلافت مآب کو خبر لگی تو خلیفہ نے شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کو سفیر بنا کر بھیجا کہ خوارزم شاہ کو سمجھا دیں کہ غلط قدم نہ اُٹھا دے۔ شیخ الشیوخ خوارزم شاہ کے پاس تشریف لے گئے وہ بہت تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ مگر اُس نے کہا۔ میں تو بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا کر چین لوں گا۔ آپ اُس کو بددعا دے کر چلے آئے جو فوج اُس نے بغداد کے لیے روانہ کی۔ جب وہ راستہ میں ہمدان سے آگے پہنچی تھی کہ اس قدر برف باری ہوئی کہ ساری فوج ہلاک ہو گئی جو باقی رہی بنو برجم ترک نے آ لیا اور تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ خوارزم نے ۶۱۵ھ میں خراسان میں خلیفہ کے نام کا خطبہ ممنوع قرار دیدیا۔

تاتاریوں کا خروج چینی تاتار کے ان بلند اور وسیع میدانوں میں جو منگولیا کہلاتی ہیں بہت سی خانہ بدوش اقوام آباد تھیں جہاں

[1] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۴۳

خونخوار، سخت دل، جنگجو۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی لوٹ کھسوٹ سے بچنے کے لیے قدیم چینیوں نے دیوارِ چین بنائی۔

زمانہ قدیم میں ایک بادشاہ (یعنی قبائل کا سردار) النجہ نامی تھا اس کے دو بیٹے توام پیدا ہوئے۔ ایک کا نام مغول رکھا۔ دوسرے کا نام تاتار۔ اُن کی اولاد اُن کے ہی نام سے مشہور ہوئی۔ مغلوں میں ایل خان مشہور سردار تھا اور تاتاریوں میں مشہور شخصیت سونج خان کی تھی۔ ایل خان کی اولاد میں بہادر خان تھا جس کا لڑکا چنگیز خان تھا جس کی پیدائش ۵۴۹ھ میں ہوئی۔ چنگیز نے تمام مغلوں اور تاتاریوں کو متحد کر کے اردگرد کے علاقے لے کر حکومت قائم کر لی اور بیس سال کے ترک تازمیں بڑی سلطنت کا مالک بن گیا۔ ۶۱۲ھ میں چنگیز نے اپنے ملک کے معزز مسلمانوں کا ایک وفد خوارزم شاہ کے پاس بھیجا کہ دونوں ممالک میں تجارت کا سلسلہ قائم کیا جائے خوارزم شاہ نے منظور کر لیا۔

ایک عرصہ تک دونوں طرف کارواں تجارت آتے جاتے رہے ۶۱۵ھ میں چار سو تاتاری تاجروں کا ایک قافلہ دریائے سیحوں کے ساحل پر مقام سرداریا میں آترا۔ وہاں کے والی نے خوارزم شاہ کو لکھا کہ چنگیز خان کے جاسوس تاجروں کے بھیس میں یہاں آئے ہیں خوارزم شاہ نے حکم دیا کہ اُن کو قتل کر دو۔ والی نے اس حکم کی تعمیل کی اور وہ کل سامان تجارت خوارزم شاہ کے پاس بھیجدیا۔ اس نے سمرقند اور بخارا کے تاجروں کے ہاتھ فروخت کر ڈالا[1]

[1] ابن اثیر جلد ۱۲ ص ۱۴۰

چنگیز خاں کو خبر لگی۔ اُس نے لکھا کہ یہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہے لہذا تمام سامان واپس کر دیا جائے اور غایر خاں والی سردار یا کو ہمارے حوالے کر دو تاکہ ہم اُس سے اِن کا بدلہ لیں۔ مگر خوارزم شاہ نے اس سفیر کو بھی قتل کرا دیا۔ اس پر چنگیز خاں نے غضبناک ہو کر چڑھائی کی تیاری شروع کر دی خوارزم شاہ نے پہلے ہی حدود ترکستان پر حملہ کر دیا۔ مگر ناکام رہ کر لوٹ آیا راہ میں جس قدر شہر آباد تھے۔ اُن کے باشندوں کو جلا وطنی کا حکم دیا جس سے وہ حصہ ملک جو دنیا کی جنت زار تھا ویران ہو گیا۔

خوارزم شاہ کی یہ حرکت چنگیز کے لیے زیادہ سودمند ہوئی کہ وہ بخارا تک بغیر مزاحمت ۲۰ ہزار فوج کے ساتھ آ کودا۔ اہل شہر نے علامہ بدرالدین قاضی شہر کو اماں طلب کرنے کے لیے چنگیز کے پاس بھیجا۔ اُس نے نامنظور کیا ۶۱۶ھ میں چنگیز بخارا میں داخل ہو گیا اور باشندوں کو نکل جانے کا حکم دیا جو بچ رہے قتل کئے گئے۔ کچھ غلام بنائے گئے۔ بخارا سا عظیم الشان شہر جلا دیا گیا جو صرف کھنڈر کی صورت میں رہ گیا[1]۔ چنگیز پھر سمرقند گیا۔ اُس کا بھی یہی حال کیا۔ چنگیز نے ۲۰ ہزار فوج کو حکم دیا کہ خوارزم شاہ کو جہاں ہو پکڑ لایا جائے یہ غزنیہ میں تھا۔ وہاں سے نیشاپور گیا۔ تاتاری بلائے بے درماں کی مثل اُس کے ملکوں کو غارت کرتے ہوئے چلے اُس نے نیشاپور بھی چھوڑا۔ مگر اس حالت میں کہ دشمن عقب میں تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس پر بھی ۔ ۔ ۔ ۔ خوارزم شاہ عیش و عشرت میں تھا۔ باوجودیکہ لاکھوں فوج اس کے

---

[1] ابن اثیر جلد ۱۲ ص ۱۴۱

پاس بھی ڈٹ کر مقابلہ کر سکتا تھا۔ مگر تاتاریوں کی ہیبت اس کے قلب پر مستولی ہو چکی تھی جس نے اُس کو ڈرپوک بنا دیا تھا۔

بحرۂ طبرستان کے اندر اس کا ایک قلعہ تھا بندرگاہ پر پہنچکر جہاز میں سوار ہوا جب روانہ ہو گیا اُس وقت تاتاری ساحل پر پہنچے اب مجبوراً اس کا پیچھا چھوڑ کر تاتاری مازندران آئے اور "رے" کو تاخت و تاراج کر ڈالا پھر ہمدان کو لیا اور قزوین کو فتح کر کے چالیس ہزار باشندے تہ تیغ کر دیے گئے یہاں سے تاتاری آذربائیجان کی طرف بڑھے۔ تبریز کا محاصرہ کیا۔ اس کا امیر ازبک بن پہلوان تھا جو ہر وقت شراب کے نشہ میں رہتا تھا وہ مدافعت کے لیے آمادہ نہ ہوا۔ وزراء نے تاتاریوں کو کچھ رقم دے کر صلح کر لی۔

خوارزم شاہ جزیرہ آبسکون میں تھا۔ یہاں بھی تاتاری آ گئے تو جزیرہ میں جانے کے چند روز بعد ۶۱۷ھ میں انتقال کر گیا۔ اس غربت میں کفن تک میسر نہ آیا[1]۔ خوارزم شاہ تاتاری سیلاب لانے کا سبب ہوا۔ ابن اثیر کی روایت ہے کہ اُس نے چنگیز خاں کو خود مقابلہ کی دعوت دی اور سرحد تاتاری پر فوج کشی کی سیر دو میں خونریز جنگ ہوئی یہ لوٹ آیا[2]۔

علاء الدین محمد خوارزم کے چار بیٹے قطب الدین ازلاق۔ غیاث الدین تیر شاہ، رکن الدین عوز شاہ اور جلال الدین منکبرنی تھے۔ علاء الدین نے ان چاروں میں ملک تقسیم کر دیا اور جلال الدین کو ولیعہد کیا چنانچہ علاء الدین کے

[1] ابوالفداء ج ۳ ص ۱۴۹ [2] جہانکشا ج ۲ ص ۱۰۴ [3] شاہان خوارزم کے اسلاف میں محمد بن انوشتگین تھا امیر بلکا تگین سلجوقی نے گرجستان سے (باقی بر صفحہ ۳۶۳ پر)

بعد اس نے عثمان حکومت ہاتھ میں لی۔ مگر بھائیوں میں چل گئی یہ خوارزم چھوڑ کر نسا، چلا گیا۔ راہ میں تاتاریوں سے سامنا ہوا مگر لڑ بھڑ کر غزنین نکل گیا۔ تاتاریوں کو جو خبر لگی وہ خوارزم کی طرف متوجہ ہوئے قطب الدین ازلاق میں اُن کے مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ اس لیے وہ تاتاریوں کی آمد کی خبر سنکر خوارزم سے نکل بھاگا۔ مگر راہ میں تاتاری مل گئے۔ انھوں نے اس بزدل اور نامرد کو مع خدم وحشم کے گھیر لیا اور تلوار کے گھاٹ اتارا ان تاتاریوں کی کمان چغتائی اور اکتائی کے ہاتھ میں تھی یہ لوگ خوارزم پہونچے۔ خوارزم پر خمارتر کی حاکم تھا۔ چنانچہ اس سے مقابلہ ہوا تو بہت مردانہ سے لڑتا رہا۔ جب تاتاری مجبور ہوئے تو فصیل شہر توڑ کر اندر گھس گئے اور شہر کو لوٹ لیا اور ویران کر ڈالا۔ شہر کو فتح کرنے کے بعد دریا کے بند کو جس کے ذریعہ شہر میں پانی آتا تھا کھول دیا جس سے سارا شہر مع آبادی کے تہ آب ہو گیا[۱]

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۶۲) انوشتگین کو خرید کیا تھا اور مثل اولاد کے اس کو تعلیم و تربیت دی انوشتگین نے اپنے بیٹے کو بھی اعلیٰ تعلیم دلوائی یہ خوارزم کا والی ہوا۔ سلطان برکیارق نے اس کو خوارزم شاہ کہ لقب بخشا۔ اس نے اپنی لیاقت اور انصاف پسندی سے ہر دلعزیزی حاصل کر لی۔ سلطان سنجر نے بھی خوارزم کی حکومت پر اس کو بحال رکھا یہ ۵۲۱ھ میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا السنر مقرر ہوا یہ نہایت مدبر اور شجاع تھا۔ سلطان مسعود کی جگہ پر یہ خوارزم کا مختار حکمراں ہو گیا۔ اس کے بعد ارسلان

۱۷۲ھ

[۱] ابن اثیر جلد ۱۲ ص ۱۵۲

چنگیز نے خود ترمذ پر فوج کشی کی۔ اس پر قبضہ کر کے باشندوں کو قتل کرا دیا۔ یہاں کے بعد بدخشاں کی ولایت فتح کی پھر بلخ پہونچا یہاں سے تولی خاں کو خراسان بھیجا اور خود طالقان گیا۔ چنگیز خاں نے ترمذ اور بلخ کی طرح طالقان بامیاں کی آبادی کو بھی ختم کرا دیا۔ بامیاں کے بعد چنگیز جلال الدین کے مقابلہ کے لیے غزنین پہنچا۔ جلال الدین ہندوستان چلے جانے کے لیے دریائے سندھ پر پہنچا۔ چنگیز نے وہاں اس کو گھیر لیا۔ جلال الدین نے اپنی مختصر سپاہ کے ساتھ اس شجاعت سے مقابلہ کیا کہ تاتاریوں کی صفیں الٹ دیں لیکن تاتاریوں نے تین طرف سے جلال الدین کو گھیر لیا۔ آخرش جلال الدین نے لڑتے لڑتے گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا اور تیزی سے تیرتا ہوا نکل گیا اہل و عیال کو چنگیز نے گرفتار کر لیا اور اولاد ذکور کو قتل کر دیا۔

چنگیز نے غزنہ اور غور پر قبضہ کر کے پوری آبادی کو قتل کر دیا اور لوٹ مار کر کے ویران کر دیا۔ جلال الدین کے تعاقب میں چنگیز نے ہندوستان فوج بھیجی اس نے پنجاب تک پیچھا کیا۔ لیکن جلال الدین ہاتھ نہ آیا۔ تاتاری پنجاب اور ملتان کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے واپس گئے۔ تاتاری خراسان فارس، آذربائیجان، ارمنستان، اران، گرج اور قفچان کے سارے علاقے زیر و زبر کرتے ہوئے روس کے علاقے تک پہنچ گئے اور تاتاری اس طرف متوجہ تھے۔ اب اقصائے چین سے عراق، بحر خضر اور حدود روس تک اور بحر شمالی سے سرحد کا عریض و طویل رقبہ چنگیز کے قبضہ میں تھا۔

نوٹ ا۔ چنگیز نے اپنے چار بیٹوں جوجی خاں۔ چغتائی۔ تولی خاں اور کدائی کو یہ تمام مقبوضہ علاقے تقسیم کر دیئے۔

جلال الدین ۶۲۱ھ میں کرمان ہوکر واپس آیا[1]۔ عراق اور فارس غیاث الدین سے لے کر اتابک سعد کا علاقہ اُس کے حوالے کیا اور غیاث الدین کو اپنے ماتحت کر کے عراق کی حکومت پر بحال رکھا۔ یہاں سے فارغ ہو کر خوزستان (علاقہ خلافت مآب) پر فوج کشی کر دی۔ خلیفہ ناصر نے امیر قشتمر کو حکم دیا کہ اُس سے نبٹ لے، چنانچہ قشتمر نے تستر کو بچا لیا۔ باقی خوزستان جلال الدین کے ہاتھوں پامال ہوا۔ اُس نے چنگیز سے بڑھ کر مسلمانوں پر ظلم توڑے۔ پھر بغداد کی طرف جلال الدین نے رُخ کیا۔ مظفر الدین کوکبری والی موصل کو ناصر نے مقابلہ کے لیے بھیجا وہ اس سے ساز باز کر گیا۔ جلال الدین نے آذربائیجان لے کر تبریز پر قبضہ کیا۔ پھر گرجستان پر متصرف ہوا، پھر گنجہ پر بھی قبضہ جمایا۔ اس سے جلال الدین کی حکومت کا دائرہ وسیع ہو گیا۔

علاء الدین خوارزم شاہ

علاء الدین بن تکش بن ارسلان بن سلطان شاہ محمود بن ارسلان بن اتسز بن محمد بن انوشتکین

علاء الدین باعظمت فرمانروا تھا۔ اس کی سلطنت کا رقبہ نہایت وسیع تھا عراق سے لے کر ایک طرف چین کی سرحد تک اور دوسری طرف کابل اور مغربی ہندوستان تک اس کی سلطنت کا دائرہ پھیلا ہوا تھا۔ سجستان کرمان طبرستان، جرجان، عراق، عجم، خراسان اور فارس کے کچھ حصے اس کے زیرنگیں تھے۔ خطا کے علاقے بھی تصرف میں تھے۔ علاء الدین فاضل فقیہ مذہبی علوم کا ماہر، علم دوست اور علما نواز تھا۔ اس کی ذات میں خوبیاں جمع تھیں

[1] تاریخ ابن خلدون ج ۹ ص ۴ ۱۸ و ابن اثیر ج ۱۲ ص ۱۶۳

اکیس[۲] سال اس نے حکمرانی کی۔

اُس کے آستانہ پر بڑے بڑے سلاطین و اُمرا جمع رہتے تھے۔[۱] مگر خلافت بنی عباس سے ٹکر لینے کے ارادے نے اُس کی عظمت کو خاک میں ملا دیا خلیفہ ناصر کی سیاسی چال نے چنگیز کے ہاتھوں اس کی حکومت کے ٹکڑے اُڑوا دیے اور اُس کی بدولت لاکھوں مسلمان تاتاریوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اور جو شہر صدہا برس میں علم و فن اور تہذیب و تمدن کے مرکز بنے تھے تباہ و برباد ہوئے۔ خلیفہ ناصر باللہ اور علاء الدین کی کشمکش کا نتیجہ ایک بڑے اسلامی علاقے کو بھگتنا پڑا۔

وفات ناصر الدین اللہ خلیفہ ناصر ۶۱۹ھ میں فالج میں مبتلا ہوا نقل و حرکت جاتی رہی۔ ایک آنکھ بھی نہ رہی آخر رمضان ۶۲۲ھ میں ۴۷ برس حکمرانی کر کے دُنیا سے رخصت ہو گیا۔

اوصاف علامہ ابن خلدون کا بیان ہے کہ ناصر ذی علم اور صاحب فنون مختلفہ تھا۔ متعدد فنون میں اُس کی تالیفات ہیں۔[۲]

ذہبی کہتے ہیں کہ کسی عباسی خلیفہ نے الناصر لدین اللہ کے برابر خلافت نہیں کی وہ ۴۷ سال خلیفہ رہا اور مدت العمر عزت و جلالت کی حالت میں رہا۔ تمام دشمنوں کو تباہ کیا۔ بادشاہوں سے اظہار اطاعت کرایا۔ کسی شخص کو اس سے سرکشی کی جرأت نہ ہوئی اور جس نے کی اُس کی سرکوبی کر دی گئی۔ جس نے اس سے گستاخی کا ارادہ کیا۔ خدا نے اُسے تباہ کیا۔

---

[۱] ابو الفداء ج ۳ ص ۱۴۰ [۲] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۸۴

عجب اقبال مند شخص تھا۔ اپنے دادا کی تمام خوبیاں اس میں جمع تھیں[1]

ابن طقطقی لکھتا ہے کہ

وہ بڑا فاضل اور ممتاز خلیفہ تھا۔ جملہ اُمور میں بصیرت رکھتا تھا سیاست داں، باہیبت، جری۔ بہادر، تیز طبع۔ حاضر دماغ ذہین طبع۔ فصیح و بلیغ۔ کسی سے علم و فن میں کم نہ تھا۔

نظام مملکت واثق باللہ کے بعد سے دولت بنی عباس کا نظامِ سلطنت بگڑنا شروع ہوا۔ مگر ناصر کے دادا نے سنبھالا لیا اور ناصر نے اپنے قلمرو کا بے حد انتظام کیا۔

ذہبی کا بیان ہے

مصالح ملک میں سخت اہتمام کرتا تھا چھوٹے بڑے غرض تمام رعایا کا حال اس سے پوشیدہ نہ تھا۔ راتوں کو گلیوں میں پاپیادہ گشت لگاتا تھا۔ اس سے رعایا اور عمال سب ڈرتے تھے[2]

محکمۂ مخبر و پرچہ نگار ناصر نے مخبر اور پرچہ نگار کا ایک محکمہ قائم کیا ہر شہر میں اس محکمہ کی طرف سے مخبر و پرچہ نگار مقرر رہتے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں

روزانہ تمام بادشاہوں کی خبریں اُس کو پہنچ جاتی تھیں شاہ مازندان کا ایلچی بغداد آیا۔ اُس کا پرچہ نگار اُس کے شبینہ افعال و اعمال کا پرچہ ہر صبح خلیفہ کو پہنچا دیتا تھا ایلچی

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۳ [2] الفخری ص ۲۸۷

کو پتہ لگ گیا۔ اُس نے یہ حالات دیکھ کر اپنے تمام کام نہایت احتیاط سے پوشیدہ طور پر کرنے شروع کیے۔ مگر جتنا کام وہ پوشیدہ کرتا تھا۔ اتنا ہی الناصر اُس کے واقعات پیشی پر اظہار کر دیتا۔ ایک دن ایلچی نے ایک بیسوا چور دروازہ سے بلوائی رات بھر وہ پاس رہی۔ صبح اُس کا پرچہ لگ گیا جو لحاف اوڑھے ہوئے تھے۔ اس پر ہاتھی کی تصویر بنی تھی۔ خلیفہ کی خدمت میں جب ایلچی حاضر ہوا تو خلیفہ نے اس سے رات کی کیفیت بیان کر دی ایلچی گھبرا گیا۔ اور اُس کو کامل یقین ہو گیا۔ کہ خلیفہ کو علم غیب حاصل ہے[1]

خوارزم شاہ کا ایلچی اپنے بادشاہ کا مخفی سر بمہر خط لے کر آیا ناصر لدین اللہ نے اُسے دیکھتے ہی کہہ دیا۔

"مجھے اس خط کا مضمون معلوم ہے تم واپس جاؤ اس کا جواب پہنچ جائے گا۔"[2]

سخاوت ایک شخص ہندوستان سے خلیفہ کے واسطے ایک طوطا لے کر چلا جو قل ہو اللہ احد پڑھتا تھا۔ راستہ میں ایک رات کو وہ مر گیا۔ اُس شخص کو بہت رنج ہوا۔ اتنے میں اس کی قیام گاہ پر خلیفہ کا خادم آیا اور طوطا طلب کیا وہ رو پڑا اور کہنے لگا وہ مر گیا۔ خادم نے کہا وہ مجکو دو اور اُس سے کہا کہ تجکو کتنے انعام کی توقع تھی۔ اُس نے کہا۔ پانچ سو دینار کی

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۴ [2] ایضاً

خادم نے وہیں پانچسو دینار کمر سے کھول کر اس کو دیے اور کہا جس روز تو ہندستان سے چلا ہے خلیفہ کو تیری آمد کی اطلاع ہو گئی تھی۔[1]

ذہبی کا بیان ہے کہ ناصر جب کھلتا تھا یعنی لیتا دیتا تو آسودہ حال کر دیتا تھا جب سزا دیتا تھا تو سخت سزا دیتا۔[2]

ہیبت و جلال

الناصر ہیبت و جلال کا خلیفہ تھا۔ اراکین سلطنت، اور عمال حکومت ناصر سے لرزہ براندام رہا کرتے تھے بغداد سے دور ہند، مصریوں کے حکمراں بھی ناصر سے خوف زدہ رہتے تھے۔

اعیانِ سلطنت ناصر کا ذکر خلوتوں میں بھی دھیمی آواز سے کرتے تھے۔

خطبہ

بنی عباسی کے قلمرو کے علاوہ ناصر کا چین اور اسپین میں بھی اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

خوش خلق، خوبصورت، فصیح اللسان۔ بلیغ البیان شخص تھا اس کے فرامین علم و ادب کے اچھے نمونے ہیں۔

ابن واصل کہتے ہیں

"ناصر نہایت شجاع صاحب فکر اور عقل رسا تھا۔ پولیٹکل چالیں خوب چلتا۔"

ابن نجار کا بیان ہے

ناصر کے پاس سلاطین آتے تھے اس کی اطاعت قبول کرتے مخالف اس کے ہاتھوں ذلیل ہوتے اور اس کی تلوار نے تمام

---

[1] تاریخ الخلفاء ص: ۳۱۲ [2] ایضاً

سرکشوں کو سرنگوں کر دیا تھا۔ اس کا ملک اس قدر وسیع ہو گیا تھا کہ آخری خلفائے بنو عباس میں سے کسی کا نہ تھا۔[1]

درشتی مزاج و حرص دولت ناصر میں خوبیاں زیادہ تھیں۔ مگر ایک درشت مزاجی اور حرص دولت نے اس کے اوصاف کو نمایاں نہ ہونے دیا۔ مورخین کہتے ہیں کہ حصول زر کے لیے اس نے رعایا پر بعض اوقات بڑی زیادتی کی۔ نئے ٹیکس جاری کیے۔ مال و جائداد کے لیے سیکڑوں آدمیوں کو جیل میں بھر دیا۔ خراج کی مقدار غیر معمولی حد تک بڑھا دی۔ ابن ... نے لکھا ہے کہ ناصر کے ظلم سے عراق ویران ہو گیا۔ مگر اور کسی تاریخ سے اس ... ثبوت نہیں ملا۔

مگر ناصر کے واقعات زندگی بتاتے ہیں کہ ٹیکس رعایا سے لیتا اور رفاہ عام میں خرچ کرتا تھا خود اپنی ذات پر صرف نہیں کرتا اور لہو و لعب میں مبتلا نہ تھا۔[2]

علمی ترقی الناصر کے عہد میں بغداد علم و فضل کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس کے عہد میں بڑے بڑے آئمہ کبار علوم فنون کے تھے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی۔ علامہ مرغینانی صاحب الہدایہ، قاضی خان صاحب الفتوی۔ ابو الفرج بن جوزی، عماد کاتب۔ امام فخر الدین رازی نجم الدین کبری۔ فخر الدین بن عساکر۔ ابو القاسم البخاری العثمانی صاحب الجامع الکبیر سے علما تھے۔ خود ناصر فاضل یگانہ تھا۔ الموفق عبد اللطیف

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۳ [2] ایضاً

کا بیان ہے کہ وسط ایام خلافت میں ناصر کو تحصیل علم حدیث کا شوق ہوا اور دور دور سے محدثین بلائے گئے۔ اُن سے حدیث پڑھی اور سنی اور اجازت حاصل کی۔ پھر خود بہت سے بادشاہوں اور علماء کو اپنی طرف سے اجازت روائت حدیث دی ایک کتاب میں ۷۰ حدیثیں جمع کر کے حلب بھیجدیں۔ ذہبی نے ابن سکینہ۔ ابن الاحضر، ابن النجار، ابن دامغانی وغیرہ کو ان لوگوں میں تلایا ہے جنہوں نے الناصر سے اجازت روایت حدیث حاصل کی[1]

ناصر کے عہد میں مسلمان اقطاع عالم علمی چہل پہل میں لگے ہوئے تھے نئی نئی گو حکمرانیاں بن گئی تھیں۔ مگر حکمراں خود علم سے دلچسپی لیتے تھے چنانچہ سارٹان لکھتا ہے۔

اس دور میں دُنیا کے اہم کاروبار مسلمان ہی چاروں طرف انجام دیتے تھے سب سے بڑا فیلسوف الفارابی مسلمان تھا سب سے بڑا ریاضی داں ابوکامل شجاع بن اسلم اور ابراہیم بن سنان مسلمان تھا۔ سب سے بڑا جغرافیہ نویس اور عالم متبحر المسعودی مسلمان تھا۔ سب سے جید مورخ الطبری مسلمان تھا یہ سچ ہو سب سے بڑا فاضل طبیب اسحٰق اسرائیلی مسلمان نہ تھا لیکن عربی بولنے والا اور حکمائے اسلام کا شاگرد ضرور تھا۔

رفاہ عام ناصر نے رعایا کے لیے فلاح وبہبود کے بھی بہت سے کام انجام دئے۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۴

ابن طقطقی کا بیان ہے کہ

اس کے کار خیر اور اوقاف حدِ شمار سے باہر ہیں اس لیے
بکثرت مسجدیں، خانقاہیں اور مسافر خانے بنوائے [1]

علمائے عہد ناصر

حافظ ابوطاہر سلفی۔ ابوالحسن بن القصار اللغوی۔ کمال الدین ابوالبرکات بن الانباری۔ شیخ احمد بن رفاعی زاہد۔ ابن بشکول یونس، وہبی۔ یونس شافعی۔ ابوبکر بن طاہر الاحدب النحوی ابوالفضل درافعی۔ ابن ملکون نحوی، عبدالحق الشبلی صاحب الاحکام، ابو زید السہیلی صاحب الروض الانف۔ حافظ ابوموسیٰ المدینی، ابن بری اللغوی حافظ ابوبکر الحازمی، شرف بن ابی عصرون، ابوالقاسم البخاری عثمانی صاحب جامع الکبیر، نجم الجبولی المشہور بالصلاح۔ ابوالقاسم بن خیرۃ الشاطبی صاحب العقیدہ، فخرالدین ابو شجاع محمد بن علی بن شعیب بن الالا الفرضی (واضع جدول فرائض) عبدالرحیم بن حجون الزاہد، ابوالولید بن رشید صاحب العلوم الفلسفیہ جمال بن فضلان شافعی، قاضی صاحب الانشاء والترسل۔ شہاب طوسی ابوالفرج بن الجوزی۔ عماد المکاتب، ابن عظیمتہ المقری۔ حافظ عبدالغنی المقدسی صاحب العمدہ۔ رکن الطاؤس صاحب الخلاف شیمی العلی ابوذر الخشی النحوی، امام فخرالدین رازی، ابوالسعادات ابن اثیر صاحب جامع الاصول ونہایت الغرب، عماد بن یونس صاحب الشرح الوجیز، شرف صاحب التنبیہ، حافظ ابوالحسن بن المفضل۔ وجیہ الامان النحوی،

[1] الفخری ص ۲۸۰

ابوالیمین الکندی النحوی، معین الحاجری صاحب کفایہ شافعی۔ ابوالبقا العبکری صاحب الاعراب، عبدالرحیم بن سمعانی، نجم الدین کبریٰ، موفق الدین قدامۃ الحنبلی۔ فخرالدین بن عساکر۔

فقہا و محدثین علی بن ابراہیم ناصرالدین ابو علی غزنوی۔ اصولی و فقیہ و مفسر مولف مشارع مع شرح منابع ۵۸۲ھ میں فوت ہوئے۔

احمد بن محمد بن عمر ابوالنصر زاہدالدین عتابی بخاری عالم زاہد مولف بسیط شرح زیادات عتابی فتاویٰ عتابیہ ۵۸۶ھ میں انتقال ہوا۔

عمادالدین بن شمس الائمہ بکر زرنجری فقیہ ۵۸۴ھ میں فوت ہوئے۔

ابوبکر بن مسعود بن احمد کاشانی ملک العلماء علاء الدین شاگرد علاء الدین محمد سمرقندی مولف تحفۃ الفقہا، سلطان المبین فی اصول الدین ۵۸۷ھ میں وفات ہوئی۔

احمد بن محمود بن ابوبکر صابونی فقیہ فاضل ہدایہ و کفایہ و مختصر ہدایہ تالیف کیں۔ شمس الائمہ کردی آپ کے شاگرد تھے ۵۹۰ھ میں انتقال کیا۔

مطہر بن الحسین بن سعد قاضی القضاۃ جمال الدین یزدی کے خاندان سے تھے جامع صغیر زعفرانی کی شرح تہذیب نام لکھی اور مشکل الآثار طحاوی کی اور نوادر ابواللیث کو ملخص کیا۔ علامہ سیوطی نے حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ آپ کے تحت میں بارہ مدارس تھے ۵۹۱ھ میں فوت ہوئے۔

محمد بن عمر بن عبداللہ نیشاپوری شیخ ابوبکر رشیدالدین امام فقیہ مولف

فتاوی رشید الدین ۵۹۷ھ میں انتقال ہوا۔

احمد بن محمد بن محمد خطیب خوارزم موفق الدین شاگرد نجم الدین نسفی و جار اللہ زمخشری ۵۹۸ھ میں وفات پائی۔

علی بن احمد بن مکی حسام الدین رازی مولف شرح قدوری خلاصۃ الدلائل و تنقیح المسائل ۵۹۸ھ میں فوت ہوئے۔

محمود بن عبید اللہ بزودی کتاب عون یادگار ہے ۶۰۶ھ میں فوت ہوئے

سعید بن سلمان کندی علمائے اعلام سے تھے تالیف ارجوزۃ الحدیث مسمی شمس المعارف و انس العارف ہے ۶۱۶ھ میں فوت ہوئے۔

محمد بن احمد بن عمر بخاری ظہیر الدین شاگرد شیخ حسن بن علی ظہیر الدین مرغینانی فتاوی ظہیریہ یادگار ہے۔ ۶۱۹ھ میں وفات پائی۔

بدیع بن منصور قرینی، معتبر، فقیہ شاگرد نجم الدین نجم الائمہ بخاری مولف منیتہ الفقہاء ۶۲۰ھ میں انتقال ہوا۔ سیواس میں دفن ہوئے۔

علامہ عیسیٰ بن ملک عادل سیف الدین ابوبکر فنون فقہ اور حدیث بلاغت وغیرہ کے ماہر تھے آٹھ برس مصر میں بادشاہ رہے شاگرد جلال الدین محمود حصدی اپنے وقت میں علما کے بڑے قدر دان بہت سی کتابیں جمع کیں ان کے عہد میں لغت جامع کبیر، مجموعہ صحاح و جمہرہ ابن درید لکھی گئی ترتیب مسند احمد بابواب فقہ و السہم المصیب فی الرد علی الخطیب وغیرہ لکھی گئیں خود جامع کبیر امام محمد کی شرح ضخیم لکھی علاوہ اس کے کتاب عروض یادگار ہے ۶۲۴ھ میں انتقال کیا۔

ابوالحسن علی بن اسعد بن رمضانی الاستانی المقری الخیاط حدیث کی سماعت ابی الفتح محمد بن عبدالباقی بن احمد بن احمد بن سلمان سے کی۔ ماہ ربیع الاول ۶۰۲ھ میں وفات پائی[1]

الحسن بن احمد الہمدانی یمن کا رہنے والا تھا۔ جغرافیہ سے دل لگاؤ رکھتا تھا۔ اس نے آثار قدیمہ کی بڑی تحقیق کی۔ الاکلیل اور صفت جزیرۃ العرب مشہور و معروف اس کی یادگاریں ہیں۔ حکومت نے اُن کو کسی وجہ سے قید کر دیا چنانچہ صنعا کے محبس میں ۹۴۵ھ / ۳۳۴ میں انتقال کیا۔

حسن بن منصور بن محمود روز جندی فخرالدین قاضی خاں شاگرد محمود بن عبدالعزیز تالیفات میں فتاوی قاضی خان و شرح زیادات معروف ہیں ۵۹۲ھ میں فوت ہوئے۔

یوسف بن جسین بن عبداللہ بدرا بیض شاگرد برہان بلخی دمشق میں ۵۹۲ھ میں فوت ہوئے۔

علی بن احمد بن مکی حسام الدین رازی مفتی مذہب حنیفہ مولف شرح قدوری ۵۹۸ھ میں انتقال ہوا[2]

منظفر بن یوسف الارموی ادیب زمانہ سے تھے اس کا لڑکا یونس فاضل اور کاتب تھا جو ناصر کے دربار سے متعلق تھا[3]

---

[1] معجم البلدان ج ۱ ص ۲۳۳ [2] مقدمہ فتاوی ہندیہ (عالمگیری) [3] معجم البلدان ص ۲۰۳

خلیفہ ظاہر بامر اللہ

نام و لقب ابو نصر محمد بن ناصر الملقب بہ ظاہر بامر اللہ ۵۷۱ھ
پیدا ہوا۔

تعلیم و تربیت فاضل باپ کے خلف ارشد تھے۔ تعلیم و تربیت شا
طور سے ہوئی۔ اپنے والد سے روایت حدیث کی اج
پائی اور اُن سے ابو صالح بن نصر بن عبد الرزاق بن حضرت شیخ عبد القا
جیلانی نے روایت کی۔[1]

خلافت ناصر کی وفات کے بعد پہلی شوال ۶۲۲ھ کو ابو نصر محمد تخ
خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ عمر اس وقت ۲ [redacted] سال
تھی۔ لوگوں نے کہا آپ فتوحات کی طرف توجہ کیوں نہیں دیتے۔ آپ
فرمایا۔ میرا کھیت تو سوکھ چکا ہے۔ بیکار طمع سے کیا فائدہ ہے لوگوں نے
کہا کہ خدا آپ کی عمر میں برکت دے گا۔ جواب دیا کہ جس شخص نے شا
کو دوکان کھولی [redacted] خاک کمائے گا۔[2]

عدل و انصاف ابن کثیر کا بیان ہے کہ الظاہر تختِ خلافت پر بیٹھ
اتنا عدل و احسان کیا کہ پچھلے دو خلفا نے بھی نہ کیا

لہ تاریخ الخلفاء ص ۳۱۸

اگر یہ کہا جائے کہ بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ان جیسا کوئی خلیفہ نہیں ہوا تو بالکل صحیح ہے۔ جتنے اموال واملاک اُن کے باپ دادا نے ضبط کئے تھے یا کام میں لائے تھے۔ مستحقین کو واپس کر دیئے۔ نئے ٹیکس تمام معاف کر دیئے اور حکم دیا کہ جو قدیم میں خراج تھا وہی قائم رہے۔ ایک دفتر کا افسر واسطے آیا اس کے پاس ایک لاکھ دینار سے زیادہ تھے جو ظلم سے اس نے پیدا کئے تھے خلیفہ نے کہا۔ یہ تمام مال مستحقین کو واپس کر دو۔ جو لوگ قرضہ کی علت میں تھے اُن کو رہا کر دیا اور قاضی کو دس ہزار دینار بھیجدیئے کہ اُن کا قرضہ اُتار دیا جائے[1]

سخاوت عید اضحیٰ کے روز علما و صلحا کو ایک لاکھ دینار تقسیم کر دیئے اس تمام روپے میں ایک حبہ ایسا نہ تھا کہ کسی سے زبردستی یا خلاف رضامندی وصول کیا گیا ہو۔

سبط ابن جوزی کا بیان ہے کہ

ایک روز الظاہر خزانہ کی طرف آنکلے۔ اُن کے غلام نے کہا کہ یہ خزانہ آپ کے والد کے وقت کا ہے اور بھرپور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آخر میں کیا تدبیر کروں کہ یہ خزانہ پھر بھر جائے مجھے تو اس کو خدا کی راہ میں خرچ کر کے خالی کرنا آتا ہے جمع کرنا سوداگر کا کام ہے[2]

وفات ظاہر نے نو مہینہ فرائض خلافت انجام دے کر ۱۵ رجب ۶۲۳ھ کو وفات پائی[3]

---

[1] تاریخ الخلفاص ۳۱۹ [2] تاریخ ابن خلدون ج ۹ ص ۱۰۵ [3] تاریخ الخلفاص ۳۱۹

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ اس نے قبل وفات بخط خاص ایک فرمان وزیر کو لکھا تھا جو اراکین دولت کے روبرو پڑھا گیا۔

وزیر نے تمام اراکین سلطنت کو جمع کیا تو خلافت آب کے قاصد نے کھڑے ہو کے کہا۔

"امیر المومنین فرماتے ہیں کہ ہماری غرض یہ نہیں ہے کہ صرف اس قدر کہنے پر اکتفا کیا جائے کہ دربارِ خلافت سے یہ فرمان آیا ہے یا یہ حکم صادر ہوا ہے بعد اس کے اس کا کوئی اثر کہیں محسوس نہ ہو بلکہ اس ہوائی گپ شپ کو چھوڑ دو اور اُس پر عمل درآمد کرو۔"

قاصد اس قدر کہہ کے خاموش ہو گیا فرمان کھولا گیا تو اس میں بعد بسم اللہ کے لکھا ہوا تھا۔

توقیع عام

آگاہ ہو جاؤ کہ ہماری یہ تاخیر مہمل اور بیکار نہیں ہے اور ہماری یہ چشم پوشی غفلت پر مبنی ہے۔ بلکہ ہم لوگوں کو جانچتے ہیں کہ تم لوگوں میں سے کوئی شخص اچھا کار گذار ہے اس سے پیشتر ویرانی ملک، بربادی رعایا تخریب شریعت کی کاروائیاں جو ظہور پذیر ہو چکی ہیں اور نیز براہ کر دفریب جو جھوٹی باتوں کو سچائی کے لباس میں ظاہر کیا کرتے تھے اور بیخ کنی و ہلاکت رعایا کو حق رسی و داد رسی سے تعبیر کرتے تھے ہم نے

ان سب تمہارے افعال ذمیمہ وحرکات قبیحہ سے درگزر کیا۔
افسوس ہے کہ تم نے اس فرصت کے وقت کو مغتنمات سے شمار کرکے
خوفناک اور مہیب شیر کے پنجوں اور دانتوں کی طرح سے
خلق اللہ کو چیر پھاڑ ڈالا تم لوگ ایک ہی بات کو بالفاظ مختلفہ
کہا کرتے ہو۔ حالانکہ تم علم خلافت کے امین اور معتمد علیہ ہو تم
لوگ اپنی خواہشات کی طرف خلافت آب کی رائے کو مائل
کر لیتے ہو اور حق و باطل کو ملا جلا دیتے ہو اس سے بمجبوری
تمہاری رائے سے موافقت کی جاتی ہے بظاہر مطیع اور
فرمانبردار ہو۔ لیکن حقیقت میں تم حد درجہ کے نافرمان اور
متمرد ہو صورۃً موافقت کا پیرایہ اختیار کرتے ہو اور حقیقۃً
پورے پورے مخالف اور سرکش ہو۔ الحمد للہ کہ اب اللہ
سبحانہ نے تمہارے خوف کو امن سے، محتاجی کو غنا سے اور
باطل کو حق سے تبدیل کر دیا اور ایک ایسا فرمانبردار خلیفہ
تم کو عنایت کیا ہے جو تمہارے عذرات کو قبول کرے گا
اور اس شخص سے مواخذہ اور انتقام لے گا جو اپنی خطاؤں
پر مصر ہو گا اور اپنی حرکات نامعقول سے باز نہ آتا ہو گا۔
امیر المومنین تم کو عدل و انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں
اس کا یہی مقصد ہے کہ تم لوگ ہمیشہ عدل و انصاف سے
رہو اور بیجا ظلم و کار روائی سے احتراز کرتے رہا کرو امیر المومنین

کو ظلم وستم بے حد ناگوارا اور ناپسند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اُس سے ناراض ہوتا ہے اور اس کی ناراضی سے امیر المومنین خائف وترساں ہیں۔

اُمید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنی اطاعت کی ترغیب و توفیق دے گا۔ پس اگر تم نے وہ راستہ اختیار کیا جو ملک خدا میں اُس کے نائبوں اور امینوں کا ہے تو نورٌ علی نور ورنہ یاد رکھو کہ ہلاک و تباہ ہو جاؤ گے[1]

[1] ابن خلدون جلد ۹ صفحہ ۱۸۷

خلیفہ مستنصر باللہ

ابو جعفر منصور مستنصر باللہ بن ظاہر بامر اللہ ایک ترکیہ ام ولد کے بطن سے ۵۸۸ھ میں پیدا ہوا[1]

خلافت مستنصر ۱۴ رجب ۶۲۳ھ ۱۲۲۶ء کو سریر آرائے تخت خلافت ہوا۔ یہ بھی باپ کے نقش قدم پہ چلا۔ رعایا میں عدل پھیلایا اور مقدمات میں انصاف کیا۔ اہل علم و دین کو اپنا مقرب بنایا۔ دین کو مضبوط کیا متمردین کا قلع قمع کیا۔ سنت کو رواج دیا فتنوں کو مٹایا لوگوں کو سنت کی طرف مائل کیا اور جہاد میں تندہی کی نصرت اسلام کے لئے لشکروں کو جمع کیا۔ سرحد کی حفاظت کی اور بہت قلعے فتح کئے۔ آگے جا کر نظام بگڑ گیا۔ کیونکہ خلافت سنبھل نہ سکی۔ اسکے سامنے امرائے دولت عباسیہ خودسری کرنے لگے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ

اس نے بھی اپنے مرحوم باپ کا رویہ اختیار کیا مگر یہ کہ اس کے عہد خلافت میں شیرازۂ حکومت درہم برہم ہو گیا۔ خراج کم ہو گیا۔ صوبجات بٹ گئے۔ ان وجوہات سے لشکریوں کی تنخواہیں ادا نہیں ہو سکتی تھیں۔ اور نہ ان کے وظائف دئے جا سکے۔

---

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۳۲۰

مجبوراً لشکر کا حصّۂ کثیر موقوف اور تخفیف کر دیا۔ جس سے بعید تغیرات وقوع میں آئے۔[1]

تاتاری تغلب واستیلا بڑھتا آرہا تھا انہوں نے بلاد روم کو غیاث الدین کیخسرو آخری بادشاہ بنی قلج ارسلان کے قبضہ سے نکال لیا۔ اس کے بعد انھوں نے بلاد ارمینہ کو تاخت وتاراج کر دیا۔ غیاث الدین نے تاتاریوں سے امن طلب کی انہوں نے اپنی طرف سے بلاد روم پر اس کو مقرر کیا۔[2]

خلیفہ مستنصر باللہ دار الخلافت بغداد میں انہی بلاد پر حکمرانی کر رہا تھا جو گورنران صوبجات اور اطراف وجوانب کے والیان ملک کے دستبرد اور قبضہ وتصرف سے بچ رہے تھے۔ مگر زیادہ دن نہ گزرنے پائے کہ ان صوبوں پر تاتاریوں کا قبضہ ہوگیا۔ اور انھوں نے والیان ملک کو زیر کر کے انکی دولتوں اور حکومتوں کا نام صفحۂ ہستی سے محو کر کے دار الخلافت بغداد کو تاخت وتاراج کرنے کی غرض سے آگے بڑھے۔[3]

جلال الدین شاہ خوارزمی

جلال الدین کا اقتدار عراق۔ فارس۔ گرجستان آذربائیجان اور خلاط وغیرہ پر قائم ہوگیا۔ اکتائی خان نے اس کے انسداد کی طرف توجہ کی ۶۲۴ھ میں چنگیز خاں مر چکا تھا اس کے بیٹے اپنے اپنے علاقے کی توسیع میں لگ گئے۔ چنانچہ اکتائی نے امیر جرماغون کو اسی ہزار فوج کے ساتھ جلال الدین کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔[4] جلال الدین خلاط تھا اسے خبر لگی اس نے

---

[1] ابن خلدون ج ۹ صفحہ ۱۹۷ [2] ابن خلدون ج ۹ صفحہ ۱۸۷ [3] ابن خلدون ج ۹ صفحہ ۱۸۷ [4] تجربۃ الامصار وتجزیۃ الاعصار (تاریخ وصاف)۔

خلافت مآب اور شام کے اُمراء کو مدد کے لیئے لکھا مگر کسی نے معاونت نہ کی۔ تاتاری خلاط پہنچے یہ آمد گیا یہاں بھی فوج تاتاری آگئی۔ یہ کوہستانی علاقہ میں روپوش ہوا۔ ایک کرد نے اس کا تلوار سے کام تمام کردیا اس کے مرتے ہی خوارزمی حکومت ختم ہوگئی۔ تاتاری جلال الدین کے علاقہ پر قابض ہوگئے تو عباسی سرحد پر یورش کی مگر مستنصر کی فوجوں نے پسپا کردیا۔[۱]

علمی ذوق مستنصر خانوادہ بنی عباس کا چشم چراغ تھا۔ اسلاف سے ورثہ میں علوم دینی پائے۔ خود عالم اور علماء کا قدر دان تھا۔

مدرسہ مستنصر اللہ ابن واصل نے لکھا ہے کہ مستنصر نے دجلہ کے کنارے شرقیہ پر ایک مدرسہ بنایا کہ اس سے بہتر دنیا میں نہ ہوگا۔ اور اسمیں چاروں مذہبوں کے واسطے چار مدرس مقرر ہوئے مدرسہ سے متعلق شفاخانہ اور فقراء کے لئے باورچیخانہ بنوایا۔ اور ان کے استعمال کے لیے مکان۔ چارپائی۔ بستر چراغ تیل وغیرہ اور ٹھنڈے پانی کا انتظام کیا۔ نیز حمام اور خدمت گار بھی ان کے لئے مقرر تھے ایسا مدرسہ دنیا میں نہ تھا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ اس مدرسہ کی عمارت کی تعمیر ۶۲۳ھ میں شروع ہوکر ۶۳۱ھ میں ختم ہوئی۔ اس مدرسہ سے متعلق ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی تھا جسمیں ایک سو ساٹھ اونٹوں پر لاد کر نہایت نفیس نایاب کتابیں

---

[۱] ابن خلدون ج ۳ صفحہ ۵۳۶

آئیں اور کتب خانہ میں رکھی گئیں ۔ دو سو اڑتالیس فقیہ طالب علم روزانہ کتب کا مطالعہ کرتے تھے۔

مدرسہ میں چار مدرس حدیث ۔ نحو ۔ طب و فرائض کے علیحدہ علیحدہ تھے ۔ ان کے سلئے کھانے پینے کا اہتمام بھی تھا ۔ یہاں یتیموں کے لئے بھی انتظام تھا مستنصر نے مال کثیر اس کے لئے وقف کیا تھا جسمیں کثیر التعداد گاؤں تھے۔

مدرسہ کا بروز پنجشنبہ ماہ رجب ۶۲۵ھ میں افتتاح ہوا عمائد ملک شریک تھے[۱]

۶۲۸ھ میں ملک اشرف نے دار الحدیث اشرفیہ قائم کیا جس کی تکمیل ۶۳۰ھ میں ہوئی۔

سکہ مستنصر نے سونے کے درہم مشکوک کرائے تاکہ سونے کے چھوٹے ٹکڑوں کا چلن موقوف کر دیا جائے۔

قضاۃ ۶۳۵ھ میں قاضی شمس الدین احمد الخوئی قاضی دمشق کئے گئے ۶۳۷ھ میں شیخ عین الدین بن عبد السلام کو عہدۂ خطابت دمشق کا ملا۔

آثار خیر مستنصر نے مساجد ۔ سرائیں ۔ مدارس شفاخانہ کثرت سے اپنے قلمرو میں بنوائے[۲]

وفات مستنصر نے ۱۵ جمادی الاخر بروز جمعہ ۶۴۰ھ کو انتقال کیا۔

---

[۱] ۔ تاریخ الخلفا صفحہ ۱۳۲۱[؟] [۲] تاریخ الخلفا صفحہ ۳۲۲

ہمعصر علماء

ابوالقاسم الرافعی جمال المصری۔ سکاکی صاحب المفتاح۔ حافظ ابوالحسن بن القطان یحییٰ بن معطی صاحب الفیہ۔ موفق عبداللطیف بغدادی حافظ ابوبکر بن نقطہ۔ حافظ عزیز الدین علی بن اثیر صاحب التاریخ والانساب واسد الغابہ سیف الآمدی۔ ابن فضلان۔ عمر بن الفارض شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی ابوعمرو حافظ زکی الدین برزانی۔ شمس الجوئی حافظ ابوعبداللہ دبیثی ابن عربی صاحب فصوص وغیرہ[1]

یاقوت حموی

یاقوت بن عبداللہ الحموی ۵۷۹ھ ۱۱۷۹ء میں پیدا ہوا کمسنی میں اس کو حمار کے ایک تاجر نے خرید کر تعلیم و تربیت دلائی بعد کو اپنا سفری منشی بنا کر آزاد کر دیا۔ یاقوت جابجا پھر کر مخطوطات کی نقل کرتا اور اس کو فروخت کر کے ضروریات پوری کرتا۔ ۱۲۱۹ء میں تاتاری فوجوں نے خوارزم کو تاراج کیا تو یہ وہاں سے جان بچا کر بھاگا ۱۲۲۴ء میں حلب آیا۔ اور یہیں معجم البلدان لکھی اس کی دوسری تصنیف معجم الادباء ہے حلب میں ۶۲۶ھ ۱۲۲۹ء میں فوت ہوا۔

ایوبی خاندان

سلطان صلاح الدین کے بعد اس کے لڑکوں نے جہاں تھوڑے ہیں

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۲۲

حکومت قائم کرلی۔ عزیز نے مصر میں افضل لے دمشق میں اور ظاہر غازی لے حلب میں مستقل حکومتیں قائم کرلیں۔ ۵۹۶ھ میں ملک العادل نے مصر و دمشق پر قبضہ کرلیا۔ ۶۱۵ھ میں عادل فوت ہوا۔ تو اس نے مصر پر اپنے لڑکے الملک الکامل کو حاکم کیا۔ دمشق۔ قدس طبریہ اردن اور کرک کا علاقہ معظم عیسٰی کو دیا۔ خلاط و جزیرہ اشرف موسٰی کو رہا شہاب الدین غازی کو جو بر کا قلعہ ارسلان شاہ کو عطا کیا۔ معظم کے بعد اس کا لڑکا داؤد جانشین ہوا۔

مصر کے حاکم الملک کامل کے بعد عادل بن کامل ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی الملک صالح مصر کا حکمران بنا۔ ۶۴۷ھ میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کا لڑکا توران الملقب بہ الملک المعظم ۶۴۸ھ میں قتل ہوا تو اس کی ماں شجرۃ الدر حکمران رہی جس نے امیر معز الدین ایبک جاشنگر ترکمانی سپہ سالار سے عقد کرلیا اور اس کو مصر کا حاکم بنا دیا مگر بحری امراء موسٰی بن یوسف ایوبی الملقب بہ الملک الاشرف فرمانروائے یمن کو لا کر مصر کا تخت نشین کیا اور امیر معز الدین کارپرداز سلطنت رہا شجرۃ الدر نے اس کو قتل کردیا۔ اس کا لڑکا نور الدین علی تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد سیف الدین قطز اور۔ اس کے بعد ملک الظاہر بیبرس بندقداری تخت مصر پر بیٹھا۔

دولت فرختائیہ

فرختائیوں کی قوم کرمان میں زور پکڑ گئی تھی۔ جلال الدین کے وقت

میں براق صاحب امرائے دولت میں تھا۔ جلال الدین کی سلطنت ختم ہوئی تو اس نے کرمان میں ایک چھوٹی سی سلطنت کی بنیاد ڈالی جس میں سلاطین ذیل حکمراں ہوئے۔

رکن الدین خواجہ حق ابن براق حاجب۔ قطب الدین محمد سلطان عصمۃ الدین۔ قتلق ترکان۔ جلال الدین سیورغتمش صفوۃ الدین بادشاہ خاتون۔ سلطان مظفر الدین محمد شاہ۔ قطب الدین شاہ جہاں عصمۃ الدین اور صفوۃ الدین یہ دو عورتیں تھیں۔ صفوۃ الدین بڑی حسینہ، شاعرہ اور عاقلہ تھی اس کی ایک رباعی نقل کی جاتی ہے[1]

آن روز کہ از ازل نشانش کردند ؎ آسائش جاں بہ دانش کردند
دعوی لب نگار میکرد نبات ؎ زان روسیہ چوب در دہانش کردند

جلال سیورغتمش نیکنام بادشاہ تھا مظفر الدین کے وقت میں مولانا فخر الدین کو لوگوں نے قتل کیا۔ قطب الدین کے عہد سلاطین مغل کے کسی نوئین نے قطب الدین سے کرمان نکال لیا۔ اور اس طرح قرختائیوں کا ۷۰۳ھ میں خاتمہ ہوگیا۔ اس کے بعد ملک السلام ناصر کو کرمان کی حکومت ملی اور کچھ روز تک مختلف حکام کی آمد و رفت سے کرمان خراب ہو کر امیر مبارز الدین محمد بن مظفر کو جو ان کی طرف قرختائی تھا۔ حکومت کرمان کی ۷۴۱ھ میں ہاتھ آئی۔ مبارز الدین محمد کے عہد میں شیخ ابو اسحٰق اور شیخ شجاع دو بڑے شخص تھے مبارز الدین ان دونوں سے برابر لڑتا رہا۔

---

[1] تاریخ اسلام علامہ ابوالفضل عباسی ص ۲۹۷

مبارز الدین کی حکومت سندھ سے شام تک قائم ہو گئی تھی یہ بڑا زبردست بادشاہ تھا۔ پھر اس کے بعد شیخ جلال الدین شاہ، شجاع کے لقب سے تخت پر بیٹھا۔ اس کے بعد مجاہد بن زین العابدین۔ عماد الدین احمد۔ نصرت الدین یحییٰ ایک ساتھ مختلف مقامات پر حکمراں ہوئے اور اسی زمانہ میں تیمور کا عہد شروع ہوا۔ چنگیز خاں نے تو لوٹ مار کر اپنا راستہ لیا تھا۔ لیکن تیمور کے بعد اسلامی سلطنت ایک نئے طور پر قائم ہوئی۔

خلیفہ مستعصم باللہ

نام و نسب مستعصم باللہ ابو احمد عبداللہ بن المستنصر باللہ ۶۰۹ھ میں ہاجر کے بطن سے پیدا ہوا۔

تعلیم و تربیت ابن نجار موید طوسی ابد روح ہروی النجم الباد رائی شرف الدیامطی سے اجازت روایت حدیث حاصل کی۔[1] علمی استعداد معقول تھی۔

خلافت امیر زولودار اور امیر شرابی اراکین سلطنت نے ابو احمد عبداللہ کو خلیفہ بنایا۔ باوجودیکہ اُس کا بھائی خفاجی عباسی قابلیت اور اہلیت میں اس سے فائق تھا اور وہی زیادہ خلافت کا مستحق تھا ان امراء نے اپنے مفاد کو زیادہ ملحوظ رکھا۔

ابو احمد جماد الثانی ۶۴۰ھ میں تخت نشین خلافت ہوا اور مستعصم باللہ لقب اختیار کیا۔

اس کے زمانہ میں تولی خاں کی سلطنت کو وسعت ہوتی جارہی تھی جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

خلیفہ نہایت مطمئن تھا۔ اُسے تاتاریوں سے تشویش نہ تھی وہ سمجھتا تھا کہ

---

[1] تاریخ الخلفاء ذکر مستعصم باللہ

تاری بغداد پر حملہ نہ کریں گے اس غفلت سے دشمن نے فائدہ اُٹھایا اور اُس کی قوت مجتمع ہوتی رہی۔ جس نے مستقبل میں کوہ آتش فشاں بنکر بغداد کو لپیٹ میں لے لیا۔

وزارت مؤید الدین محمد بن علقمی شیعی سرپرست ابی حدید معتزلی شارح نہج البلاغۃ کو وزارت پر سرفراز کیا۔ بڑا عاقل اور فرزانہ لیکن اس کی طینت خراب تھی بڑا بے فیض و ناقابل اعتبار تھا[1]۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مستعصم پر علقمی حاوی ہو گیا۔ جس کا نتیجہ عباسی حکومت کی تباہی و بربادی کی شکل میں ظاہر ہوا[2]۔

تاتاری حکمراں چنگیز کا دوسرا لڑکا تولی خاں جو سب بھائیوں میں چھوٹا تھا۔ چنگیز کے بعد دو سال ۶۲۴ھ سے ۶۲۶ھ تک حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد اوکتاقان تین سال حکمراں رہا۔ اس کا لڑکا کیوک خاں نابالغ تھا تو اس کی ماں ملکہ تورا کینا خاتون چودہ سال ۶۲۹ھ سے ۶۴۳ھ تک تخت چنگیزی پر بیٹھی۔ اس کے بعد منگو خاں پسر تولی خاں نے تخت حکومت سنبھالا قوبلا خاں کو ملک ختا پر قبضہ کرنے کو بھیجا۔ ۶۵۵ھ میں منگو قان مر گیا تو سلطنت چنگیزی چند حصص میں بٹ گئی۔

۱- اریغ بوکا پسر تولی پسر چنگیز خاں نے دارالخلافہ قراقورم پر قبضہ کیا۔

۲- آلغو پسر بائیدار خاں پسر چغتا پسر چنگیز خاں نے ایالیغ میں اپنی علیحدہ سلطنت قائم کی۔

۳- قوبلا خاں پسر تولی خاں پسر چنگیز نے بالیغ (پیکن) کو دارالسلطنت

---

[1] الفخری ۲۹۷ [2] ابو الفداء ج ۳ صفحہ ۱۷۱

قرار دے کر علیحدہ حکومت کرنی شروع کر دی۔

۴۔ قیدو پسر قاشی پسر اوکتا قاآن پسر چنگیز یا سائے چنگیزی کے مطابق خود کو جائز وارث خیال کر کے علیحدہ حکومت کرنے لگا۔ بخارا کو اس نے دارالسلطنت اپنا بنایا۔

ساتوں خاں پسر توشی پسر چنگیز اس وقت روس۔ جرمنی۔ پولینڈ اور آسٹریا کی فتح میں مشغول تھا۔ اس نے اس طرف اپنی حکومت قائم کر لی اس کا دارالخلافہ سرقیق تھا۔

ہلاکو خاں | ہلاکو خاں بن تولی خاں بن چنگیز کا بھائی منگو خاں ۱۲۵۱ء میں تخت نشین ہوا جس کا ذکر مختصراً آچکا ہے۔ اس نے خاقان کا لقب اختیار کیا۔ جلوس کے چند سال بعد بعض بد تمیزیوں کی بنا پر باطنیوں نے ایران میں بغاوت کر دی تھی۔ منگو خاں نے ایک لشکر جرار اپنے بھائی ہلاکو خاں کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ ہلاکو خاں نے سمرقند سے گذر کر دریائے آکسیں کو عبور کیا اور براہ بلخ کوہستان پر حملہ کر دیا۔ باطنیوں کا حاکم رکن الدین گرشاہ ثانی ہلاکو کا مقابلہ نہ کر سکا اور اس نے اطاعت قبول کر لی۔ اور ہلاکو کے کہنے سے اپنے تمام کوہستانی علاقہ کے پچاس قلعہ منہدم کرا دیئے جس سے حسن بن صباح کی یادگار حکومت ختم ہو گئی۔

یہاں جس قدر باطنی آباد تھے عورت و مرد سب کو ہلاکو نے تہ تیغ کر دیا آخر میں رکن الدین کو بھی قتل کرا دیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر خود منگو خاں کے مرنے کے بعد حکومت ہاتھ میں لی۔

مراغہ کو دارالخلافہ قرار دے کر ایران و عراق پر اقتدار قائم کیا اس کا وزیر مشہور فلسفی خواجہ نصیر الدین طوسی فلسفی تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی ارکان سلطنت تھے جن میں سے علاء الدین اور شمس الدین محمد جوینی کو عراق خراسان اور مازندران کا حاکم بنایا تھا۔

علقمی کی تمنا علقمی کو حکومت بنی فاطمہ مصر کے خاتمہ کا بڑا صدمہ تھا وہ یہ چاہتا تھا کہ دولت بنی عباس کو مٹا کر پھر کسی بنی فاطمہ کو برسر اقتدار لایا جائے۔ تاتاریوں سے خط و کتابت کی[1] چنانچہ وہ اپنے آقا مستعصم کو تباہی کی راہ پر لگا رہا تھا۔

شیعی سنی جھگڑا بغداد میں شیعہ اور سنیوں میں باہمی فساد ہو گیا اور ابوبکر بن مستعصم نے مستعصم کے حکم پر شیعوں کے محلہ کرخ کو تباہ و برباد کرا دیا۔ علقمی کو اس واقعہ سے سخت غصہ آیا اور اس نے خواجہ نصیر الدین طوسی کو یہاں کا سب حال اور یہ لکھا کہ ہلاکو کو ہر صورت سے بغداد پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کرے اور خود نے بھی ہلاکو کو بغداد آنے اپنے بھائی کی معرفت دعوت دی[2]۔

مگر ہلاکو بغداد پر حملہ کرتے ہوئے ڈرتا تھا۔ کیونکہ جانتا تھا کہ خلیفہ ناصر کے زمانہ میں جو اماغوں جس کو اوکتاقاآن نے بغداد پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا تھا دو مرتبہ فوج عباسیہ سے شکست کھا چکا تھا۔ مگر وزیر علقمی برابر ابن صلایا والی اربل کے ذریعہ تاتاریوں کو بغداد پر حملہ کے لیے اکسا تا رہا[3]۔

---

[1] دول الاسلام ج ۲ ص ۱۱۹ [2] ابوالفداء ج ۳ ص ۱۹۳ [3] ابن خلدون ج ۴ ص ۵۳۶

محقق طوسی نے یہ چال چلی کہ علم نجوم کا حوالہ دے کر ہلاکو خاں کو فتح بغداد کی بشارت دی۔ ہلاکو خاں نے خلیفہ کو لکھا کہ دویدار کوچک سلیمان شاہ، شرابی یا وزیر علقمی کو میرے پاس بھیجدو۔ لیکن ان کے بجائے خلیفہ نے محی الدین ابن الجوزی کو بھیجدیا۔ ہلاکو کو ناگوار گذرا۔

بغداد پر ہلاکو کا حملہ

ہلاکو خاں نے ہمدان سے خلیفہ کو لکھکر بھیجا کہ تم اپنے کو اور وزراء السلطنت کو مغلوں کے حوالے کردو ورنہ طاقت سے کام لیا جائے گا۔ اس کے جواب میں شرف الدین بن عبداللہ کو قاصد کی حیثیت سے ہلاکو کے دربار میں خلیفہ نے بھیجا جب اُن سے تبادلہ خیالات کیا اور خلیفہ کا جواب سنا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ دفع الوقتی کی چال ہے چنانچہ اُس نے تاتاری لشکر سوغونجاق اور باجو خاں کی قیادت میں اربل کے راستہ سے بغداد روانہ کیا۔ تکریت پہنچا جہاں دجلہ کی مغربی جانب عبور کر کے شہر انبار پر فرات کے مغربی جانب بڑھا اور فوج کے میسرہ نے باب کلواذی کے قریب ڈیرے ڈال دیے۔

ہلاکو خاں ذوالحجہ ۶۵۵ھ کو خود روانہ ہوا۔ اور آکر اس فوج کی کمان ہاتھ میں لے لی۔ باب کلواذی بغداد کا مشرقی پھاٹک تھا۔

ہلاکو تاتاریوں کے قلب لشکر کی کمان خود کر رہا تھا اُس نے وسط محرم ۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء میں بغداد کی مشرقی سمت اپنی فوجیں اُتار دیں۔ اُس وقت تاتاریوں کے لیے شیعہ بھائیوں کی ریشہ دوانیوں کے لیے آسان صورت پیدا ہو گئی۔ کرخ اور محلہ جی الکاظمیہ جو شیعوں کے مرکز تھے وہ کھلم کھلا اس سے

میل کر گئے تھے۔

ہلاکو کا تیس ہزار سواروں کا لشکر دجیل پہنچا۔ اس وقت خلیفہ کی فوج کا ایک ہراول دستہ مجاہد الدین ایبک دویدار کی قیادت میں نکلا جو قلیل تعداد میں تھا۔ ان دونوں کا بغداد کی مغربی جانب شہر سے قریب تصادم ہوا خلیفہ کا لشکر غالب رہا اور ہلاکو کا لشکر سخت ہزیمت کھا گیا۔ کثرت سے اس کے سپاہی ہلاک اور اسیر ہوئے اس وقت غنیم کے لیے وہ رود بار ایک مصیبت بنی تھی جسے اُس نے شب میں فتح کر لیا تھا۔ کیچڑ کی زیادتی نے بھاگنے والوں کے راستے مسدود کر دیے۔ صرف وہی لوگ جانبر ہو سکے جنھوں نے اپنے آپ کو پانی میں ڈال دیا تھا وہ لوگ بچ گئے جو خشکی کے راستہ شام کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے لیکن دویدار صحیح سالم اپنے دستہ کے ساتھ بغداد پہنچا۔ اس کے بعد باجو ایک عظیم الشان فوج لے کر مغربی جانب سے بغداد میں داخل ہوا اور چند روز تاج کے سامنے فروکش رہا اور اپنے جاسوسوں کے ذریعہ حالات کا جائزہ لیا اور اپنے موافق فضا پیدا کی[1]

امیر فتح الدین، مجاہد الدین اور دویدار کوچک نے قلعہ بغداد کا انتظام کیا۔ ہلاکو خاں کا لشکر ۴ محرم ۶۵۶ھ میں سیلاب کی طرح بغداد کی مشرقی طرف یعقوبی ورب سے اُمنڈ پڑا۔ اور پورے شہر پر چھا گیا۔ اس وقت لوگ گھبرا کر چھتوں اور مناروں پر چڑھ گئے۔ ہلاکو کے لشکر نے بغداد کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ سامانِ رسد بند کر دیا۔ مگر اندرون بغداد جانے کی ہمت

[1] مسلمانوں کا نظم مملکت ص ۱۱۱

نہ پڑتی تھی۔ آخر کار مغلوں کی فوج نے اینٹوں کا پشتہ بنا کر منجنیق کے ذریعہ پتھر اور تیر پھینکنے لگے۔ جب حالت نازک ہونے لگی۔ مجاہد الدین۔ سدید الدین وغیرہ خلیفہ کو چھوڑ کر ہلاکو خاں سے ساز باز کر گئے اور اُس کو اطاعت کا پیغام بھیجا اور کہلا بھیجا کہ

"حضرت علی سے ہم کو روایت پہنچی ہے کہ تم اس شہر کے مالک ہو گئے"

ابن عمران شیعی جو حاکم یعقوبیہ کا خادم تھا وہ ہلاکو خاں سے جا ملا اور اُس نے اُس کی فوج کے لیے رسد کا انتظام کیا[1]

ہلاکو خاں نے نکاہ اور علاء الدین عجمی کو بغداد میں بھیجا اور اہل حلہ کو پناہ دی[1] ادھر علقمی نے ہلاکو خاں سے جان بخشی کرائی۔ خلیفہ گھر چکا تھا اُس کے ساتھی دغا کر چکے تھے۔ صرف اُس کے لیے ایک سہارا علقمی کا رہ گیا تھا اُس نے موقعہ دیکھ کر خلیفہ سے کہا کہ مقابلہ کرنا تاتاریوں سے بیکار ہے آپ خود ہلاکو کے پاس میرے ساتھ چلئے مال وجواہر اس کی نذر فرمائیے اور اس کی لڑکی سے اپنے شہزادہ ابوبکر کو بیاہ دیجئے۔

خلیفہ کا قتل خلیفہ علقمی کے جھانسے میں آ گیا اُس نے اپنے دونوں بیٹوں ابوبکر اور عبدالرحمٰن اور چند ارکین سلطنت کو لے کر ہلاکو کے پاس پہنچا۔ ہلاکو نے تمام زر وجواہر لے کر اپنی فوج میں تقسیم کیا اور امیر دواتی اور امیر شرابی، سلیمان شاہ و دیگر خلفاء کے ساتھیوں کو فوراً قتل کرا دیا۔

---

[1] تجربۃ الامصار و تجزیۃ الاعصار [1] ابوالفدا ج ۳ ص ۴ ۱۹

لوگوں نے ہلاکو کو رائے دی کہ خلیفہ کے خون سے ہاتھ کو نہ رنگا جائے بلکہ نمدے میں لپیٹ کر اس کی جان نکالی جائے[1]

چنانچہ خلیفہ کو نمدے میں لپیٹ کر ڈنڈے سے کچلا کہ خلیفہ کا دم نکل گیا[2]۔ پھر ہاتھی کے پیر سے ٹھوکریں لگوائیں۔ اس کے بعد علقمی نے اس کی لاش کو پاؤں سے کچلا اور کہا کہ

میں اہل بیت رسالت کا بدلہ لے رہا ہوں[3]۔ غرضکہ ان میں سے کسی کو گور و کفن تک میسر نہ ہوا۔ یہ واقعہ محرم ۶۵۶ھ میں پیش آیا پہلا شخص ہلاکو خاں کی طرف سے فوج لے کر بغداد میں داخل ہوا وہ علی بہادر تھا[4]۔

تاتاری بغداد میں گھس پڑے اور کئی دن تک قتل عام کرتے رہے عورتوں اور بچوں نے نکل جانا چاہا۔ لیکن ان مغلوں نے ان کو بھی زیادہ نہ چھوڑا[5]۔ آبادی کو ختم کر کے چالیس دن تک نہایت بیدردی سے بغداد کو لوٹتے رہے علامہ ابن خلدون کا بیان ہے کہ

صرف شاہی محلات سے انہوں نے جتنی دولت اور جس قدر ساز و سامان لوٹا۔ اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ عباسی کتب خانہ کی تمام کتابیں جو صدیوں کا سرمایہ تھیں دجلہ میں ڈبو دی گئیں۔ مقتولین کی تعداد کا اندازہ سولہ لاکھ تھا۔

---

[1] تجربتہ الامصار و تجزیتہ الاعصار [2] ابوالفداء ج ۳ ص ۴ ۱۹ [3] تاریخ ابن خلدون ج ۹ ص ۱۰۹ [4] تجربتہ الامصار و تجزیتہ الاعصار [5] ابن خلدون ج ۳ ص ۵۳۷

لیبان فرانسیسی لکھتا ہے

مغلوں نے ۶۵۶ھ ۱۲۵۸ء میں بغداد پر قبضہ کیا۔ شہر میں قتل عام ہوا اور مستعصم باللہ آخری عباسی خلیفہ ہلاکو خاں بادشاہ مغل کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ساری دولت لٹ گئی۔ کتابیں کچھ جلا دی گئیں اور کچھ دجلہ میں پھینک دی گئیں۔

قطب الدین الحنفی لکھتا ہے۔ ان شائقین علوم وفنون نے اس واقعہ سے پہلے اس قدر علمی ذخیرہ جمع کیا تھا کہ جس وقت مغلوں نے مدارس کی کتابوں کو دجلہ میں ڈال دیا تو اس سے ایک پل تیار ہو گیا جس پر سے سوار پیدل بخوبی گزر سکتے تھے اور دریا کا پانی بالکل سیاہ ہو گیا[1]۔

مسلمانوں کا یہ عظیم الشان شہر جو صدیوں خلافت کا صدر مقام تھا علم وفن کا مرکز، علما اور فقہا کا مرجع۔ دولت وثروت کا مخزن تھا وہ تاتاریوں کے ہاتھوں تباہ ہوا۔ بیس لاکھ کی آبادی میں سے صرف چار لاکھ بچ رہے جس میں زیادہ تعداد شیعہ بھائیوں کی تھی۔ سوا پانچ صدی کے بعد دولت بنی عباس کا خاتمہ مستعصم کی ذات پر ہوا۔ ۹ محرم ۶۵۶ھ کو باب کلواذی کی جانب برج عظمیٰ پر مغلوں کا پرچم لہرایا گیا۔

عباسی خلافت کے خاتمہ کے بعد ابن علقمی نے تاتاریوں کو علوی خلافت قائم کرنے پر آمادہ کرنا چاہا[2]۔ مگر ہلاکو نے ٹھکرا دیا۔

---

[1] تمدن عرب ص ۱۷۵ طبع ۱۳۴۸ھ

ابن علقمی کا حشر | ابن عمران کو بغداد کا حاکم بنایا اور علقمی کو اس کا چپراسی کیا اور علی بہادر کو شحنہ بغداد کیا۔ صفی الدین بن عبدالمومن شیعی نے بھنڈئی اور گانا سُنا کر ہلاکو کے ہاتھوں جان بچائی۔ بلکہ انعام و اکرام حاصل کیے۔ محقق طوسی کی فرمائش پر شیعوں کی جان بخشی ہوئی ان کے محلہ لوٹ سے بچ رہے[1]

ہلاکو خاں قصر مامونیہ میں جو شرقی بغداد میں تھا خود ٹھہرا تمام شاہی خاندان کے افراد گرفتار کر لیے گئے اور سب کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ پھر شہر میں آگ لگا دی گئی۔ اس آگ نے خلیفہ کی مسجد، امام موسیٰ کاظم کا مشہد صافہ کا شاہی قبرستان اور بڑی بڑی عمارتوں کو خاکستر کر دیا اور چند روز میں یہ بہشت ارضی (بغداد) کھنڈر نظر آنے لگا۔

وکان ماکان مما لست اذکرہ
فظن خیرا ولا تسأل عن الخبر[2]

(ترجمہ) اس دن جو کچھ ہوا۔ میں اُس کا ذکر کرنا نہیں چاہتا تم گمان اچھا ہی رکھو اور حالات کو نہ پوچھو۔

دیگر بلاد کا حشر | ہلاکو نے انتظام بغداد کے بعد محقق طوسی سے فرمان لکھوا کر مختلف ممالک بھیجے۔ ملک کامل ناظم حلب نے حرّنے خلیفہ کی مدد کے لیے فوج بھیجی تھی مگر خلیفہ کی شکست کی خبر سنکر واپس ہوئی تھی لڑائی کا سامان تیار کیا۔ ہلاکو نے ملک کامل کے مقابلہ کے لیے بسمت

---

[1] تجربۃ الامصار و تجزیۃ الاعصار [2] الفخری ص ۲۹۷

کو فوج دے کر بھیجا۔ ملک کامل گھبرا گیا۔ خزانہ وغیرہ چھوڑ کر قلعہ انکلیکات یمانیہ میں جا پناہ لی۔ یشمت حلب پہونچا۔ اہل شہر نے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ یشمت شہر پر قابض ہو گیا۔ حلب کا بڑا خزانہ اُس کے ہاتھ آیا۔

دوسری طرف ہلاکو نے کید بوقا کو فوج دے کر شام بھیجا۔ اہل شام خوفزدہ ہو گئے۔ ملک ناصر الدین حاکم دمشق کی رائے سے کچھ اُمراء وادی رل چلے گئے۔ جب دمشق والوں نے مقابلہ کی تاب نہ پائی تو اطاعت قبول کی۔ کید بوقا سات مہینے یہاں رہا۔ ناصر الدین نے قاہرہ کے حاکم ملک مظفر کو مدد کے لیے لکھا۔ ادھر علامہ تقی الدین حرالی نے تاتاریوں کے مظالم دیکھ کر مسلمان عوام میں وعظ کہہ کر جہاد کے لیے جذبہ پیدا کر دیا۔ حاکم قاہرہ نے فوج بھیجی۔ علامہ معہ مجاہدین کے فوج میں شامل تھے۔ آکر فوج تاتاری سے مقابل ہوئے اور کید بوقا کو تلوار پر رکھ لیا۔ ہزارہا تاتاری کھیت رہے اور اُس کو شکست فاش اٹھانا پڑی۔ ہلاکو ور بند پر حملہ آور ہوا اور برکہ المول کی فوج کو تہ تیغ کیا۔ پھر موصل، دیار بکر وغیرہ بھی فتح کر لیے۔ مراغہ جا کر اُس نے محقق طوسی سے ۶۵۸ھ میں شمالی رخ رصد تیار کرائی۔ اس کی تیاری کے لیے نجم الدین کاتب کو، قزوین سے موئد الدین عرصی کو۔ دمشق سے فخر الدین مراغی کو موصل سے اور فخر الدین اعلاطی کو تفلیس سے بلوایا۔ یہ رصد گاہ تعمیر ہو گئی تو ہلاکو نے سب کو انعامات عطا کیے۔ ۶۶۳ھ میں ہلاکو فوت ہوا بہت سی حسین لڑکیوں کے ساتھ دفن کیا گیا۔ تاکہ اُس کی روح کو تسکین ہو۔[1]

---

[1] ہلاکو کے بارہ لڑکے تھے۔ ۱ اباقا خاں۔ یشمت۔ تبشن۔ منگو تمور۔ یزداد۔ اوجائی۔ تکشین۔ ہلاجا۔ تکودار۔ اجونکلب۔ قنغرا تائی۔ یسودار۔ جومغار۔

ارکان سلطنت ہلاکو

سوغونجاق نوئین وزیر، ہلاکو تاجو کے ساتھ بغداد پر حملہ آور ہوا تھا۔ تاجو امیر العسکر، قیفبتا نی تنفوز سلوک، سفرائے ہلاکو خاں۔ کید بوقا وزیر جنگ۔ علماء میں علاء الدین شمس الدین، کرت نصیر الدین۔ طوسی ان کے مشیر کار رہتے تھے[۱]

اوصاف مستعصم

مستعصم میں بہت زیادہ اخلاقی خوبیاں تھیں مگر علقمی نے اس کو عیش وعشرت پر لگا دیا تھا۔

مستعصم احسان فراموش نہ تھا۔ نیک سیرت۔ متدین، نرم خو، نیک طبیعت، گفتگو میں محتاط، خوش اخلاق اور مرنج مرنجان انسان تھا۔ مگر اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ فہم وفراست سے بڑی حد تک بے بہرہ، فوجی صلاحیتوں سے عاری امور سلطنت سے بے خبر، لالچیوں کی اُمیدگاہ اور بے رعب و دبدبہ کا خلیفہ تھا اور معاملات کی تہ تک پہنچنے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا۔ اس کا زیادہ وقت نغمہ و سرود اور مسخروں کی صحبت میں گذرتا تھا۔ علامہ طقطقی موید الدین بن علقمی کی بہت تعریف فرماتے ہیں کہ وہ خلیفہ کو فوجی استحکامات، بیدار مغزی اور احتیاط کا مشورہ دیتا تھا[۲] دوسری طرف بقول علامہ ابن خلدون شاہ اربل کی معرفت علقمی ہلاکو کو بغداد آنے کی دعوت دیتا تھا[۳]

۱؎ نصیرالدین محمد بن الحسن طوسی فیلسوف ۵۹۷ھ میں پیدا ہوا ہیئت و ریاضی کا بڑا ماہر تجرید شرح مجسطی وغیرہ یادگاریں ہیں مرض عیلاس میں مبتلا ہو کر ۶۷۲ھ میں بغداد میں مرا دائرۃ المعارف البستانی ج ۱۱ ص ۴۵۹ ماخوذ از تجربۃ الاعصار و تجزیۃ الاعصار ۲؎ الفخری ص ۲۶۴

۳؎ ابن خلدون ج ۹ ص ۱۸۸

علامہ طقطقی اُس کے اوصاف یہ لکھتے ہیں

مستعصم میں خوبیاں بہت تھیں نیک فطرت، نرم خو، شیریں بیان پاکباز و خوش خلق۔ مگر اوصاف جہاں بانی سے کورا تھا طبیعت کا کمزور، رائے کا کچا اور مملکت سے نابلد ا رعب داب نہ تھا اس کا مشغلہ ہنسی، مذاق اور تفریح تھا۔ اُس کے مصاحب و حاشیہ نشیں ادنیٰ درجہ کے جاہل عوام تھے[1]

شکار

خلیفہ مستعصم باللہ کو شکار کا بڑا شوق تھا۔ اس نے وادیٔ دجلہ میں کئی میل لمبا احاطہ بنوا رکھا تھا۔ لوگ حلقہ باندھ کر جانوروں کو اس حصار میں داخل کر دیتے پھر خلیفہ اور اُس کے رفقاء جہاں تک شکار کر سکتے تھے شکار کرتے اور بقیہ کو چھوڑ دیتے[2]

علامہ طقطقی لکھتے ہیں۔

مستعصم لہو و لعب اور رقص و سرود کا بڑا دلدادہ تھا اُس نے بدرالدین لولو والی موصل کو آلات سرود اور مطرب بھیجنے کے لیے لکھا اور ہلاکو خاں نے اُس سے منجنیق اور دیگر آلات قلعہ شکن طلب کیے تو بدرالدین نے سر پیٹ لیا اور کہا۔ رونے کا مقام ہے کہ ہمارے خلیفہ کو کن چیزوں کی ضرورت ہے[3] اور ہلاکو کیا طلب کر رہا ہے۔

مستعصم کا واقعہ

ایک شخص عبدالغنی خلیفہ مستنصر کے زمانہ میں قاہرہ کے

---

[1] مقدمہ الفخری [2] مقدمہ الفخری [3] الفخری ص ۲۵۰

پہرہ داروں میں تھا۔ جب خلیفہ نے اپنے بیٹے مستعصم کو خفا ہو کر اس قلعہ میں نظر بند کر دیا تو عبد الغنی نے شہزادے کی خلوص دگرم جوشی سے خدمت کی۔ جب مستعصم باپ کے بجائے خلیفہ ہوا تو اُس نے عبد الغنی کو قلعہ کی پہرہ داری سے نکال کر اپنے پاس رکھا اور اُس کو کچھ عرصہ میں اپنا خاص الخاص ملازم قرار دیا۔[1]

علمائے عہد مستعصم | حافظ تقی الدین صریفینی، حافظ ابوالقاسم بن الطیلسان شمس الائمہ کردی حنفی، تقی الدین بن الصلاح، علم السخاوی۔ حافظ محب الدین بن النجار مورخ بغداد، منتخب الدین شارح المفصل، ابن العیش النحوی، ابوالحجاج الاقصری زاہد۔ ابوعلی الشلوبینی النحوی۔ ابن بیطار صاحب المفردات۔ امام علامہ جمال الدین بن حاجب امام مالکیہ، ابوالحسن بن دباج نحوی، قفطی صاحب تاریخ النحاۃ۔ افضل الدین الخونجی صاحب المنطق، بہار بن بنت الحمیری۔ جمال عمرون نحوی الرضی لصنعانی اللغوی، کمال عبدالواحد الزملکانی صاحب المعانی والبیان واعجاز القرآن، شمس خسرو شاہی۔ مجد بن تیمیہ۔ یوسف سبط بن الجوزی صاحب مراۃ الزمان۔ ابن باطیش شافعی، ابن ابوالفضل المرسی صاحب التفسیر۔ عبدالعظیم المنذری۔ شیخ ابوالحسن شاذلی شعلۃ المقری فارسی شارح الشاطبیہ، سعد الدین بن الفری شاعر۔ صرصری شاعر۔ ابن الابار مورخ اسپین۔[2]

---

[1] مقدمہ الفخری [2] تاریخ الخلفاء ص ۳۵۲

محدثین وفقہا

عبید اللہ بن ابراہیم جمال محبوبی شاگرد امام زادہ محمد ابن ابی بکر و شمس الائمہ عمر بن بکر زرنجری و قاضی خاں اور آپ کے تلامذہ پسر خود و الا تاج الشریعۃ مولف وقایہ و حافظ الدین کبیر بخاری وغیرہ ۶۳۰ھ میں انتقال ہوا۔

محمد بن عبد الستار شمس الائمہ کردری شاگرد امام زادہ مولف شرعۃ الاسلام، آپ نے امام غزالی کتاب منخول کی رد میں رسالہ لکھا دجیز کردری آپ کی تالیف ہے۔

بکر ترکی ناصری نجم الدین فقیہ عارف سعید شاگرد عبد الرحمن بن شجاع مولف حاوی (رفعۃ) ۶۵۲ھ میں انتقال کیا۔

علی بن محمد نجم العلماء حمید الدین العزیز، فقیہ معروف مستند شاگرد شمس الائمہ کردری واستاد حافظ الدین عبد اللہ بن احمد نسفی صاحب کنز الدقائق و مولف شرح جامع کبیر و نافع وغیرہ۔

محمد بن سلیمان بن الحسن القدس معروف بن النقیب، فقیہ، زاہد عالم مفسر جامع فنون مختلفہ مولف تفسیر ضخیم۔ اس میں پچاس تفسیریں جمع ہیں اس کا نام تحریر و تجزیہ اقوال ائمۃ التفسیر ہے۔ ۶۷۸ھ میں فوت ہوئے۔

عبد اللہ بن محمود بن مودود موصلی ابوالفضل مجد الدین شاگرد شیخ جمال الدین حصیری مولف مختار و شرح آں اختیار ۶۸۳ھ میں فوت ہوئے

خلفاء عباسیہ

سنہ ۱۳۲ھ ۷۵۰ء سے سنہ ۶۵۶ھ ۱۲۵۸ء

سفاح	سنہ ۱۳۲ھ	سنہ ۷۵۰ء
منصور	سنہ ۱۳۶ھ	سنہ ۷۵۴ء
مہدی	سنہ ۱۵۸ھ	سنہ ۷۷۵ء
ہادی	سنہ ۱۶۹ھ	سنہ ۷۸۵ء
ہارون	سنہ ۱۷۰ھ	سنہ ۷۸۶ء
امین	سنہ ۱۹۳ھ	سنہ ۸۰۹ء
مامون	سنہ ۱۹۸ھ	سنہ ۸۱۳ء
معتصم	سنہ ۲۱۸ھ	سنہ ۸۳۳ء
واثق	سنہ ۲۲۷ھ	سنہ ۸۴۲ء
متوکل	سنہ ۲۳۲ھ ۸۴۷ء	۱۴ سال سنہ ۲۴۶ھ
منتصر	سنہ ۲۴۷ھ ۸۶۱ء	۶ ماہ
مستعین	سنہ ۲۴۸ھ ۸۶۲ء	۳ برس سنہ ۲۵۲ھ
معتز	سنہ ۲۵۲ھ ۸۶۶ء	۳/۴ سنہ ۲۵۵ھ
مہتدی	سنہ ۲۵۵ھ	۱۱ ماہ سنہ ۸۶۹ء
معتمد	سنہ ۲۵۶ھ ۸۷۰ء	۲۳ سال سنہ ۲۷۹ء
معتضد	سنہ ۲۷۹ھ ۸۹۲ء	سنہ ۲۸۹ھ
مکتفی	سنہ ۲۸۹ھ ۹۰۲ء	سنہ ۲۹۵ھ
مقتدر	سنہ ۲۹۵ھ ۹۰۸ء	سنہ ۳۲۰ھ
قاہر	سنہ ۳۲۰ھ ۹۳۲ء	سنہ ۳۲۲ھ

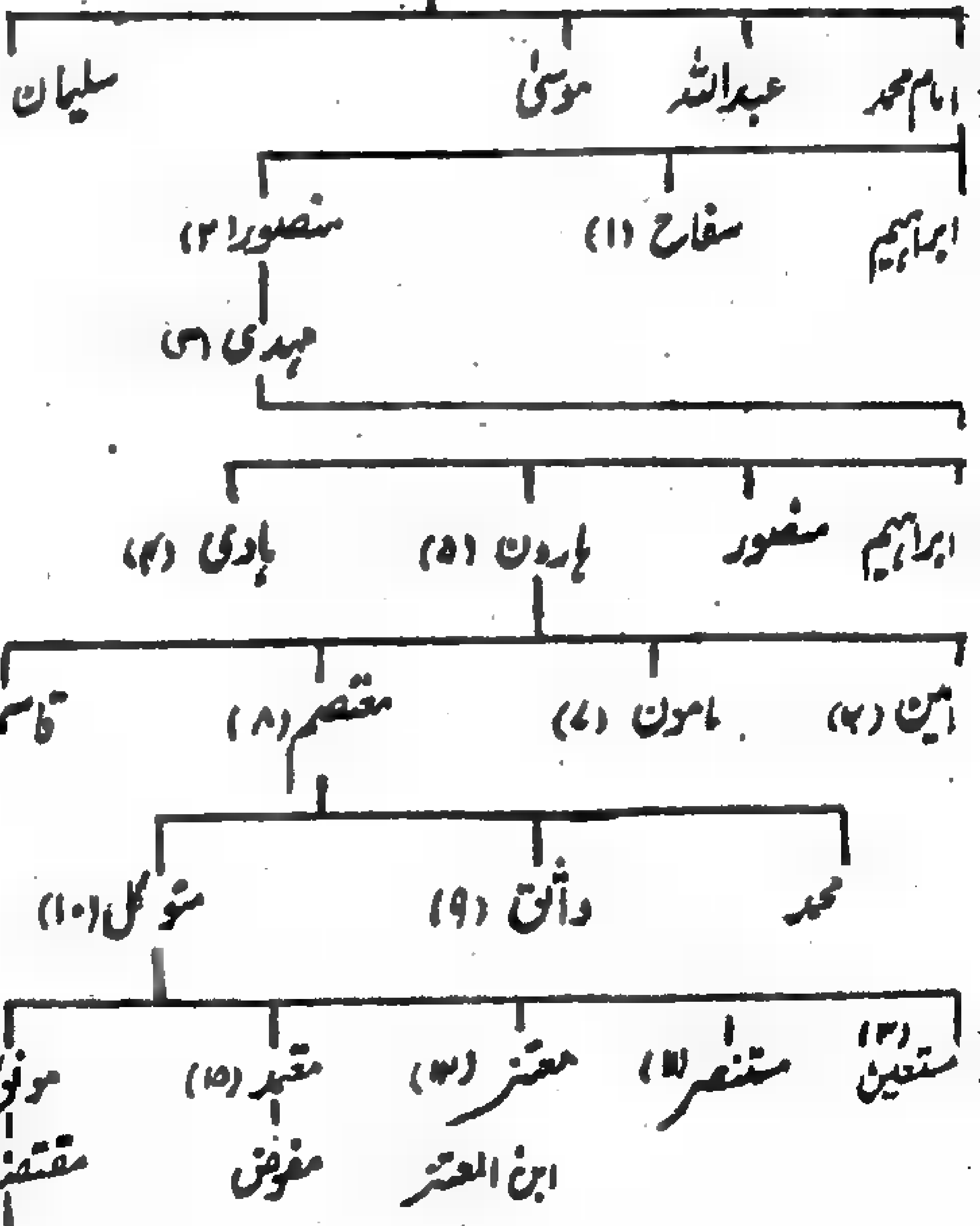
راضی	سنہ ۳۲۲ھ ۹۳۴ء	سنہ ۳۲۹ھ
متقی	سنہ ۳۲۹ھ ۹۴۰ء	سنہ ۳۳۳ھ
مستکفی	سنہ ۳۳۳ھ ۹۴۴ء	سنہ ۳۳۴ھ
مطیع	سنہ ۳۳۴ھ ۹۴۶ء	سنہ ۳۶۳ھ
طائع	سنہ ۳۶۳ھ ۹۷۴ء	سنہ ۳۸۱ھ
قادر	سنہ ۳۸۱ھ ۹۹۱ء	سنہ ۴۲۲ھ
قائم	سنہ ۴۲۲ھ ۱۰۳۱	سنہ ۴۶۷ھ
مقتدی	سنہ ۴۶۷ھ ۱۰۷۵ء	سنہ ۴۸۷ھ
مستظہر	سنہ ۴۸۷ھ ۱۰۹۴ء	سنہ ۵۱۲ھ
مسترشد	سنہ ۵۱۲ھ ۱۱۱۸ء	سنہ ۵۲۹ھ
راشد	سنہ ۵۲۹ھ ۱۱۳۵	سنہ ۵۳۰ھ
مقتفی	سنہ ۵۳۰ھ ۱۱۳۶	سنہ ۵۵۵ھ
مستنجد	سنہ ۵۵۵ھ ۱۱۶۱ء	سنہ ۵۵۶ھ
مستضئ	سنہ ۵۶۶ھ ۱۱۷۰ء	سنہ ۵۷۵ھ
ناصر	سنہ ۵۷۵ھ ۱۱۸۰ء	سنہ ۶۲۲ھ
ظاہر	سنہ ۶۲۲ھ ۱۲۲۵ء	سنہ ۶۲۳ھ
مستنصر	سنہ ۶۲۳ھ ۱۲۲۶ء	سنہ ۶۴۰ھ
مستعصم	سنہ ۶۴۰ھ ۱۲۴۲ء	سنہ ۶۵۶ھ ۱۲۵۸ء

شجرۂ خلفاء

حضرت عباس رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ

امام علی



معتضد ۱۶

مکتفی (۱۷) — مقتدر (۱۸) — قاہر ۱۹

مستکفی (۲۲)

مطیع (۲۳) — متقی (۲۱) — راضی (۲۰)

طائع (۲۴)

قادر (۲۵) — قائم (۲۶) — مقتدی

مستنصر

مسترشد (۲۹) — مقتضی ۳۱

راشد (۳۰)

مستنجد ۳۲

مستضی ۳۳

ظاہر (۳۵) — ناصر (۳۴)

مستنصر (۳۶) — مستعصم (۳۷)

بغداد کا حشر

بغداد پر تاتاری سیلاب ۶۵۶ھ کے بعد مسلمانوں کا دارالسلطنت پھر نہ بن سکا۔ ایک عرصہ تک جلائرے خاندان کے سردار شیخ حسن بوزرگ بغداد پر قابض ہو گیا۔ پچاس برس بعد ۱۳۹۳ء میں تیمور کا تسلط بغداد پر ہو گیا جس وقت جانے لگا اپنی طرف سے گورنر مرزا ابوبکر کو کرتا گیا تھوڑے عرصہ بعد سلطان احمد جلائری پھر بغداد پر قابض ہو گیا۔ اس کی حکومت ۱۴۱۲ء تک رہی پھر ترکمان شاہ سودا لے قبضہ کیا ۱۴۶۹ء تک اس کے خاندان حکمران رہے ترکمان شاہ بیضہ کے قبضہ میں آ گیا ۱۵۰۸ء میں اسمٰعیل صفوی شاہ ایران کی افواج بغداد میں داخل ہوئیں ۱۵۳۴ء میں سلیمان قانونی کے دور حکومت میں ایک ترکی جنرل نے اس پر قبضہ کر لیا۔ عثمانیوں کی حکومت بغداد پر قائم ہو گئی۔ لیکن شاہ عباس کے زمانے میں ترکوں سے صفویوں نے اسے پھر چھین لیا۔ یہ بکر آغا انکشاری کی غداری کا نتیجہ تھا ۱۶۳۸ء میں ترکوں نے ایرانیوں سے اسے دوبارہ لے لیا۔

سیاسی حالت ۶۵۶ھ میں خلافت عباسیہ ختم ہوئی۔ نظام خلافت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اب ہر طاقتور حاکم خود مدعی خلافت تھا اس کو اب سند حکومت کی بھی ضرورت نہ تھی۔

فارس میں غازان مسلمان ہونے کے بعد سلطان اعظم سلطان الاسلام والمسلمین بن گیا۔ شاہ رخ اور تونس کا حاکم ابوعبداللہ

؎ مسلمانوں کا نظم مملکت ص ۱۱۲

محمد حفصی نے خلیفہ کا لقب اختیار کیا۔ ابوعنان فارس مراکش کے خاندان مرینیہ کے ایک فرد نے اپنے لئے خلیفہ امیر المومنین اور امام کا لقب اختیار کیا۔ سلطان علاوالدین خلجی اور اوزن حسن ترکمانی بھی خلافت کے مدعی بلاد ماوراء النہر میں دولت ازبک کے بانی محمد شیبانی اور مصر کے مملوک سلاطین قائتبائی اور قالقوہ غوری نے بھی اپنے لئے امامت کا دعویٰ کیا تھا۔"

سقوط بغداد کے بعد عالم اسلامی میں ہر طاقتور اور فرمانروا خلافت کا مدعی تھا۔[1]

---

[1] النظم الاسلامیہ

سلطنت ایران

حضرت عمر خلیفہ دوم کے وقت میں یہ ملک مسلمانوں نے فتح کیا۔ اس کے بعد مدینہ۔ دمشق اور بغداد کے خلفاء اس پر حکمران رہے۔ خلافت بغداد کے ضعیف ہونے پر سلاطین صفاریہ۔ سامانیہ۔ دیالمہ غزنویہ۔ سلجوقیہ اور خوارزم شاہی اس پر حکمران ہوئے۔ اس کے بعد چنگیز کا زمانہ آیا چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خاں کی آٹھویں پشت میں ابوسعید کے زمانے میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہوئیں جس کو مٹا کر امیر تیمور نے ایران کو ایک صوبہ قرار دیا۔ تیمور کے بعد اس کے خاندان میں دسویں صدی ہجری کے آغاز تک ایران کی حکومت تھی۔ یہ سب حالات اوپر مفصل بیان ہو چکے ہیں خاندان تیموری کا زور وسط ایشیا میں دسویں صدی ہجری کے شروع میں گھٹا۔ اس کے بعد کے حالات مختصر طور پر بیان کئے جاتے ہیں ایک سید بزرگ شاہ صفی نے پیشوائے مذہب کی حیثیت سے ایران میں عروج پکڑا۔ تمام رعایا شاہ صفی کی معتقد تھی۔ اس لئے شاہ صفی نے ایک رنگ حکومت کا پیدا کیا پھر اس کی نسل میں شاہ اسمٰعیل بڑا زبردست بادشاہ ہوا اور دو صدی تک صفوی خاندان ایران پر قابض رہا۔

شیعوں سنیوں سے بالکل الگ قائم کرنا۔ اسمٰعیل صفوی اور اس کے بعد جانشینوں کی حکومت عملی تھی۔ شاہان صفوی نے بہت زیادہ

کوشش اس امر میں کی کہ شیعوں کا گروہ سنیوں سے بالکل الگ ہو جائے اپنی پالیسی میں سلاطین صفوی پورے طور پر کامیاب ہوئے اور ایران کی فوج اور ایران کی رعایا اس نئے جوش میں عرصہ تک کارنمایاں کرتی رہی اور شاہی خاندان استقلال کے ساتھ حکمران رہا۔

اسمٰعیل ۹۰۸ھ خاندان صفوی کا پہلا خود مختار بادشاہ ہے سلطان ترکی سے اس نے خوب لڑائی کی اور ازبکوں کو بھی اس نے زیر کیا۔

شاہ طہماسپ ابن اسمٰعیل: ۹۳۱ھ ہمایوں بادشاہ ہند نے اسی سے مدد چاہی تھی یہ بھی بڑا نامی بادشاہ ہوا ہے۔

شاہ اسمٰعیل ثانی بن طہماسپ: ۹۸۹ھ مدت سلطنت ۹ سال رہی۔

محمد خدا بندہ بن طہماسپ: ۹۸۷ھ یہ اپنے بھائی اسمٰعیل ثانی کے مرنے پر تخت پر بیٹھا۔ تھوڑے دنوں کے بعد راہی ملک عدم ہوا۔

حمزہ بن محمد خدا بندہ: ۹۹۴ھ اس نے برائے نام سلطنت کی۔

شاہ اسمٰعیل ثالث: ۹۹۴ھ اس نے برائے نام سلطنت کی۔

شاہ عباس: ۹۹۴ھ اسمٰعیل اول اور شاہ طہماسپ کی طرح یہ بھی زبردست بادشاہوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

شاہ صفی۔ ۹۹۴ھ اس کے وقت میں خاندان صفوی نے کوئی نمایاں کام نہیں کیا۔

شاہ عباس ثانی ۱۰۵۲ھ۔ اسمٰعیل۔ طہماسپ۔ عباس اول کی طرح یہ بھی بڑا زبردست پادشاہ ہوا ہے۔ غیر مذہب والوں سے لڑنے کی وجہ سے غازی اس کو لقب ملا ہے۔

سلیمان	۱۰۷۷ھ	سلیمان تک خیریت تھی اس کے بعد
شاہ حسین	۱۱۰۶ھ	غلجیوں اور ابدالیوں نے اس
شاہ طہماسپ	۱۱۳۵ھ	خاندان کو کمزور کر دیا۔

خاندان صفوی کے انحطاط کے زمانے میں ابدالیوں اور غلجیوں کو کچھ زور ہوا۔ ابدالی اور درانی ایک ہی قوم ہے اور غور کے پہاڑوں پر اس کا ٹھکانہ تھا لیکن اسوقت ہرات کے آس پاس آباد ہوگئے تھے۔ غلجیوں کی قوم اس زمانے میں قندھار کے گرد و نواح میں بستی تھی۔ غلجی اور ابدالی آپسمیں بھی لڑتے تھے۔ لیکن تھوڑے دنوں کے لئے غلجیوں اور ابدالیوں نے مل کر ایرانیوں کی سلطنت کو کمزور کر دیا۔ اور پھر اس کے بعد غلجیوں نے جاکر ایران پر قبضہ کر لیا۔ غلجیوں کا سردار محمود قندھار سے روانہ ہوکر ایران میں داخل ہوا اور ۱۷۲۲ء کو تخت نشین ہوا غلجیوں اور ایرانیوں کی جنگ کی ابتدا شاہ حسین کے وقت میں ہوئی۔ اور اس کے بیٹے شاہ طہماسپ ثانی نے محاصرے کی تکلیف سے گھبرا کر تاج شاہی محمود غلجی کے حوالے کر دیا۔

اپنے چچا محمود کے مرنے پر اشرف خان تخت پر بیٹھا۔ سلطان ترکی نے سلطان روس سے مل کر اشرف خان کو دبانا چاہا۔ شمالی ملک کا روس خواہاں

تھا اور مغربی حصّہ کو سلطان ترکی دبانا چاہتے تھے۔ اشرف خاں نے لڑائیوں میں بڑی بہادری دکھائی۔ ان دونوں سلطنتوں نے اسکی سلطنت تسلیم کی لیکن اشرف خاں ان حصوں کو واپس نہ لے سکا جو دشمنوں کے قبضہ میں آ گئے تھے۔

مرزا طہماسپ (جب تاج سلطنت محمود شاہ کے حوالے کر کے علیحدہ ہوا) کسی طرح نادر قلی درّانی کے قبضہ میں آ گیا اور نادر شاہ نے اپنے کو اس کا سپہ سالار بنا کر ملکی فتوحات شروع کر دی۔ نادر قلی پہلے قزاقوں کی طرح لوٹ مار کرتا تھا۔ اب طہماسپ کی سپہ سالاری نے اسکی حالتیں بہت کچھ تغیر پیدا کر دیا۔ نادر شاہ کے عہد میں ۱۷۲۹ء اشرف خاں قتل کیا گیا۔ جو ملک اشرف خاں کے عہدنامہ سے سلطنت ترکی میں داخل ہو گئے تھے۔ ان کو نادر شاہ نے بزور شمشیر لے لیا

نادر شاہ کا عروج | نادر شاہ نے طہماسپ شاہ شطرنج کو تخت سے اُتار کر اسکے شیر خوار بچے کو تخت پر بٹھایا اور ۱۸۳۶ء میں تمام لوگوں کی صلاح سے تاج شاہی اپنے سر پر رکھا۔ نادر شاہ نے اپنا مذہب بدل ڈالا۔ پہلے شیعہ تھا۔ اب سنّی ہوا۔ اور چاہا کہ خاندان صفویہ کی محبت لوگوں کے دل سے نکل جائے اور اسکے وقت سے ایک نیا رنگ پیدا ہوا لیکن نتیجہ اچھا نہ ہوا۔ لوگ اس سے بددل ہونے لگے۔ فوج کے خوش کرنے کے لئے اس نے قندھار پر چڑھائی کی اور غلجیوں کو وہاں سے نکالا۔ پھر کابل غزنی ہوتے ہوئے ہندوستان پر اس نے چڑھائی کی اور یہاں کی دولت سے اپنی فوج کو مالا مال کرنا چاہا۔ دلّی نادر شاہ کے وقت میں تباہ ہوئی۔ تیمور کے حملوں کی طرح اب بھی دلّی میں قتل عام ہوا۔ ہند سے واپس جا کر نادر شاہ نے اور بھی فتوحات کیں۔ ہند میں جو کچھ خونریزی نادر شاہ سے ہوئی، زیادہ تر دلّی والوں کا قصور تھا۔ لیکن اس کے بعد نادر شاہ میں سفاکی اور خونریزی کی عادت ہو گئی اور کچھ مالیخولیا کا دخل بھی اسمیں شروع ہوا۔ ایرانیوں نے سنہ ۱۱۶۰ھ ۱۷۴۷ء میں اسے قتل کیا۔

نادر شاہ کے بعد افغانستان میں احمد شاہ درانی (ابدالی) حکمراں ہوا اور ایران میں نادر شاہ کے مخالف اعلیٰ کا بھتیجا عادل شاہ تخت نشین ہوا۔ عادل شاہ دو برس کے بعد مر گیا اور پھر پچاس برس کے اندر ہی اندر کوئی آٹھ بادشاہ ابراہیم شاہ رخ مرزا۔ اسمٰعیل۔ محمد کریم خاں۔ ذکی خاں۔ صادق خاں۔ جعفر خاں۔ لطف علی یکے بعد دیگرے تخت پر بیٹھے اور سلطنت روز بروز کمزور ہوتی گئی۔

ان بادشاہوں میں کریم خاں زند نے ۳۰ برس تک سلطنت کی اور باقی نے برائے نام سلطنت کی۔

آغا شاہ قاچار نے ۱۲۱۲ھ میں کئی لڑائیاں فتح کر کے سلطنت ایران پر قبضہ کر لیا۔ شاہ روس سے بھی اس نے کئی لڑائیاں کیں۔ اس کے بعد اس کا بیٹا فتح علی قاچار تخت ایران پر بیٹھا اور شاہ روس سے برابر لڑتا رہا۔ ۱۲۵۰ھ میں محمد شاہ قاچار تخت پر بیٹھا۔ بادشاہ اور رعایا کا مذہب شیعہ تھا۔ افغانوں نے ان پر جہاد کی نیت سے حملہ کیا تھا۔ ۱۲۶۰ھ میں ترکی کے گورنر نجیب بادشاہ حاکم بغداد نے کربلا پر چڑھائی کی اور ۹ ہزار آدمیوں کو مذہبی تعصب سے ہلاک کیا۔ محمد شاہ قاچار یہ سن کر غضبناک ہوا۔ ۱۲۶۴ھ میں سلطان محمد شاہ قاچار نے وفات پائی۔

تاریخ ایران ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ صرف یہاں مختصر حالات لکھ دیئے گئے ہیں تاکہ عہد بنی عباس میں ایران کے مسلم حکمرانوں کا جو ذکر گزر چکا ہے۔ اس کا سلسلہ قائم رہے۔

خلافت عباسیہ پر ایک سیاسی اور تاریخی نظر

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد بنی امیہ اپنے جبروت اور سیاسی ڈپلومیسی سے خلفائے راشدین کے جانشین بنکر عظیم الشان حکومت کے بانی ہوئے اور خلفائے راشدین کی فتوحات پر اپنی دولت قائم کی۔ امیر معاویہ اسکے موسس اول تھے۔

یہ دولت بنی امیہ ۴۱ھ میں قائم ہوئی اور ۱۳۲ھ میں ختم ہوگئی خلافت راشدہ جمہوری نظام پر قائم تھی مگر امیر معاویہؓ نے خلافت راشدہ کا نظام سیاسی ختم کردیا جس کی بنیاد شوری پر قائم تھی اسکی جگہ انھوں نے موروثی نظام کی داغ بیل ڈالی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت عظمیٰ حکومت کی شکل میں تبدیل ہوگئی خلافت راشدۂ عظمیٰ کی سی سادگی کے بجائے امیرانہ کروفر اختیار کیے گئے۔" وہ حضرات قدسی جنھوں نے خلفائے راشدین کا عہد مبارک پایا تھا ان کو گراں خاطر ہوا مگر امیر معاویہؓ کی تدبیر سیاستی سے کچھ عرصہ کے لئے بے دلی کے ساتھ ساکت رہے لیکن یزید کی ولی عہدی پر اجلۂ قریش (ابن زبیرؓ وغیرہ) بگڑ بیٹھے مگر تلوار ان کے

سروں پر رکھ دی گئی انھوں نے پھر بھی بیعت نہیں کی پر جان
کے خطرہ سے خاموش رہے انکے سکوت سے یزید کی کچھ نے بیعت
کی اور اہل مدینہ یزید سے بیزار ہی رہے۔

امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد ہی ۶۰ھ میں یزید تخت حکومت پر متمکن ہوا سب سے پہلے اس نے یہ کیا کہ امیر معاویہ کے عہد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبد بن زبیرؓ۔ حضرت حسین علیؓ۔ عبدالرحمٰن ابوبکرؓ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیعت سے انکار کیا تھا ان سے اپنی بیعت کے لئے مدینہ کہلا بھیجا تو عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس نے باجبر و اکراہ بیعت کر لی مگر امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے صاف طور سے بیعت سے انکار کر دیا اور مدینے سے نکل آئے اس اثنا میں امام حسینؓ کے پاس اہل کوفہ کے خطوط آئے جس میں انھیں عراق آنے کی دعوت دی گئی۔ اور ان سے بیعت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا گیا آپ نے ان کی دعوت کو قبول کیا باوجودیکہ عبداللہ بن عباسؓ نے کوفہ جانے سے روکا اور یمن جانے کا مشورہ دیا مگر آپ کوفیوں کی طلبی پر تشریف لے گئے جہاں کربلا کا روح گداز واقعہ پیش آیا اس واقعہ نے بنی امیہ کے خلاف بنی ہاشم میں سرگرمی عمل پیدا کر دی اور حصول خلافت کے لئے "دعوت آل محمدؐ" کی بنیاد پڑی اس دعوت کی بدولت تباہی اور بربادی کے ساتھ دولت بنی امیہ کا خاتمہ ہوا گو علوئین نے اس سلسلہ میں بڑی بڑی جان کی قربانیاں دیں اس تحریک کو ہاتھ میں لے کر بنی عباس کامرانی کے درجہ کو پہونچے مگر جب انھوں نے علوئین کو نظر انداز کر دیا انھوں نے اس دعوت کی

ؔلہ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۶

بدولت قلمرو دولت بنی عباس سے علاقہ لے کر دولت ادریسیہ۔ دولت زیدیہ دولت بنی فاطمہ کے نام سے حکمرانیاں قایم کرلیں یہ بھی ایک سبب دولت بنی عباس کے زوال کا ہے لطف یہ ہے کہ اس دعوت کی آڑ لے کر خلافت بنی عباس قائم ہوئی اور اس دعوت کی مخالفت کر کے دولت بنی عباس نے زوال کی راہ اختیار کی۔ اس سے بڑھ کر دوسرا سبب زوال کا تاریخ یہ بتاتی ہے کہ بنی عباس نے عربوں کو نظر انداز کیا عجمیوں اور ترکوں کو نوازا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں کی عصبیت پائمال ہو کے رہ گئی اور وہی باتیں عربوں میں عود کر آئیں جن کو اسلام نے ختم کیا تھا اسلام نے عرب کے متفرق اور متخاصم قبائل میں وحدت اور اخوت پیدا کردی تھی جس کی بدولت تمام قبائل بھائی بھائی اور شیر و شکر ہو گئے تھے۔ انکے پیش نظر صرف ایک چیز تھی، رضائے الٰہی اور اعلائے کلمۃ الحق اس متحدہ عربی عصبیت اور قومیت سے خلفاء راشدین کے عہد میں اسلام کی شوکت و عظمت قائم ہوئی اور اسی کی بدولت شام۔ ایران مصر وغیرہ زیر نگیں اسلام آئے گو بنی امیہ میں سے آل مروان نے قبائلی عصبیت کو بھڑکا دیا مگر عربی عصبیت اس قدر کمزور نہیں پڑی تھی یہی وجہ ہے کہ عہد دولت بنی امیہ میں فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تھا مگر قبائلی عصبیت کی آگ جو مشتعل کرچکے تھے اس کے شعلوں میں آپ جل اٹھے۔

داعیان دعوت آل محمد نے عربی عصبیت پر اعتماد نہیں کیا بلکہ انھوں نے قرابت رسول کا واسطہ دیکر عرب ہو یا عجم اس کو اپنایا اور ہمنوا بنایا اور جب عجمیوں اور عرب سے کام نکل گیا تو صاحب اقتدار عجمیوں سے عربوں کو کچلوا دیا

گو انھوں نے ہاتھ پیر اپنے اقتدار کے لیے چلائے مگر حکومت کا باغی قرار دے کر ان کی طاقت کو ابھرنے نہ دیا۔ آخرش عربی عصبیت پائمال ہو کے رہ گئی

خلافت عباسیہ

خلفائے بنی عباس اپنی شان و شکوہ اور عظمت و وقار اور شجاعت وسیاست دانی میں ایک امتیازی شان کے حامل نظر آتے ہیں۔

تہذیب و تمدن علوم و فنون کی ترقی و ایجاد، مردہ علوم کے زندہ رکھنے میں خلفا کی کارفرمائی کو زیادہ دخل ہے یہی وجہ ہے کہ مورخین اس عہد زریں کا ذکر کرتے ہوئے رطب اللسان ہیں عباسی خلافت کا پہلا خلیفہ سفاح اعظم تھا۔

ثعالبی نے لطائف المعارف میں لکھا ہے کہ

"اگرچہ ابوالعباس السفاح بنی عباس کا پہلا خلیفہ تھا اس کا بھائی ابوجعفر المنصور اس خاندان کا حقیقی آغاز کرنے والا تھا المامون اس کے وسطی دور کا قائد تھا المعتضد ۸۹۲ء تا ۹۰۲ء اس کو ختم کرنے والا تھا اگرچہ یہ خاندان المستعصم پر جو ۳۷واں خلیفہ تھا ۱۲۵۸ء میں تاتاریوں کے ظلم و ستم سے ہمیشہ ہمیش کے لئے مٹ جاتا ہے"

لا ریب دنیائے اسلام میں بنو عباس کی حکومت عربوں کی سب سے بڑی سلطنت تھی اور اس خلافت شرقی کے عہد زریں کا جواب بنو امیہ اور بنو فاطمہ

کے یہاں بھی نہ تھا بنی امیہ دمشق اور بنو فاطمہ مصر کے تزک احتشام، انکے مقابلہ میں گرد تھے
بنو امیہ کی فتوحات کی یاد المہدی کے عہد نے کچھ تازہ کر دی تھی جبکہ عرب فوجیں
سنہ ۷۸۲ء میں قسطنطنیہ کے دروازہ پر پہنچ گئیں اور اس جنگ میں ہارون الرشید
نے داد شجاعت دی اور اپنے خلافت کے عہد میں "روما" کے غرور کو نیچا دکھایا "نیسی
فورس" اول کو کامل شکست دی علاوہ ہرقلہ اور الطوانہ زیر قبضہ کر لینے کے سنہ ۸۰۶ء
میں نہ صرف روما سے سابقہ مقررہ خراج وصول کیا بلکہ "نیسی فورس" کی ذات پر
محصول عاید کیا۔ غرضکہ ہارون کے دور اقبال میں مطلع سیاست صاف تھا تو
علم کی ترویج اور اشاعت کی طرف توجہ مبذول کی۔

دار الخلافہ بغداد کی شان و شوکت اس کی علمی ترقی وسعت تجارت
اور ترقی صنعت و حرفت کا الاغانی۔ عقد الفرید الفہرست کی ورق گردانی سے
پتہ چلتا ہے۔

بنی عباس کے سیاسی افکار

حقیقتاً دولت بنی عباس دعوت آل محمد کی وجہ سے قایم ہوئی آل ہاشم
میں بنی عباس سیاسی دماغ رکھتے تھے ان کی حصول خلافت میں اس قدر
قربانی نہیں ہے جس قدر علویین کی ہے بلکہ علویین نے جو حصول خلافت کے
لئے میدان تیار کیا تھا اس سے بنی عباس نے بڑا فائدہ اٹھایا علویین میں سے
ہی ایک بزرگ نے امام محمد بن علی عباسی کو اپنا جانشین کیا اور ان کی معاونت
کے لیے اپنے انصار و معاونین کو وصیت کر گئے چنانچہ ان حضرات نے اپنے

امام کی حکم کی پوری پوری اطاعت کی مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ امام محمد کی اعلیٰ قابلیت اور سیاسی دوربینی نے دولت بنی عباس کے قیام کے لیے راہیں کھولیں۔

دعوت بنی عباس

آل ہاشم میں محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بڑا سیاست داں اور قوموں کی نفسیات کا واقف کار تھا۔ اس بزرگوار نے حمیمہ سے بیٹھ کر حصول خلافت کے لیے جو طریقہ کار اختیار کیا وہ کامیاب رہا چنانچہ ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ

محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے مبلغین کو اپنی دعوت کے لیے منتخب کیا تو ان کے سامنے مختلف مقامات اور مختلف خصوصیات وضاحت سے بیان کیں۔ انھوں نے اپنے سلسلہ بیان میں کہا کہ کوفہ اور اس کے مضافات میں شیعہ آباد ہیں بصرے میں عثمانی کی طبیعت کے لوگ ہیں جو جنگ و جدل کو پسند نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ عبداللہ مقتول بنو۔ عبداللہ قاتل مت بنو جزیرے کے لوگ یا تو خارجی ہیں یا بے وقوف بدو یا ایسے مسلمان جنکے اخلاق عیسائیوں کے سے ہیں۔ اہل شام سوائے ابوسفیان کی اولاد اور بنی مروان کی اطاعت کے اور کچھ نہیں جانتے ہمارے پورے دشمن اور پورے جاہل ہیں۔ مکے اور مدینہ والوں پر ابوبکرؓ اور عمرؓ کا اثر ہے لیکن خراسان کو نہ بھولنا یہاں کے رہنے والوں

کی تعداد بے شمار ہے ان کی بہادری مشہور ہے ان کے سینے پاک وصاف ہیں ان کے دل برائیوں سے خالی ہیں۔ خواہشات فرقہ بندی اور مذہبیت نے انہیں تقسیم نہیں کیا ہے اور نہ ان میں فساد نے راہ پائی ہے ان میں نہ تو عرب کی طرح نام و نمود کی خواہش ہے اور نہ ان میں تبعین سادات کی طرح ایک دوسرے کی طرفداری کا جذبہ ہے یا جیسا کہ قبیلوں میں باہم عہد و پیماں ہوتا ہے یا ہر قبیلے میں اپنے قبیلے کی عصبیت ہوتی ہے ان میں یہ بات بھی نہیں ہے ان پر برابر ظلم کیا جاتا ہے اور انھیں ذلیل و خوار کیا جاتا ہے اور وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے ہیں۔

وہ ایک ایسا لشکر ہیں جن کے بھاری بھرکم جسم ہیں شاندار کندھے اور شانے ہیں بڑے بڑے سر ہیں ڈاڑھیاں ہیں اور مونچھیں ہیں اونچی آواز ہے شاندار زبان ہے جو ڈراونے منہ سے نکلتی ہے[۵]

دعاۃ نے خراسان جاکر دولت بنی امیہ کے خلاف میدان تیار کرلیا ابو مسلم خراسانی کو امام محمد نے بھیجا جس نے تھوڑے عرصہ میں دور دور تک یہ تحریک پھیلادی امام محمد کے بعد ابراہیم امام ہوئے انھوں نے ابو مسلم کو یہ خط لکھا۔

اگر تم ایسا کر سکتے ہو کہ خراسان میں کسی کو بھی جو عربی زبان بولتا

---

۵ عیون الاخبار صفحہ ۲۰۴

ہو نہ چھوڑو اور قتل کردو تو ایسا ضرور کردو ہر عربی لڑکا جو قد میں پانچ بالشت تک پہنچ گیا ہو اسے قتل کردو مصر کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے یہ ایسے دشمن ہیں کہ تمہارے گھر سے قریب ہیں ان کی ہری بھری کھیتی تباہ کردو ان میں سے کوئی زندہ نہ چھوڑو[1] عربوں کا قتل عام ابومسلم کے ہاتھوں ہوا ۶ لاکھ عرب قتل ہوئے[2] جن عرب دعاۃ نے ابومسلم کا ساتھ دیا تھا قحطبہ الطائی سے حضرات کو آخر قتل کرادیا[3] منصور کی ہمدردیاں خراسانیوں کے ساتھ بہت تھیں عجمی حکومت پر چھا گئے دولت بنی عباس کی شان وشوکت مثل ساسانی شہنشاہی کے مانند بن گئی جاحظ نے اسی وجہ سے لکھا ہے

عباسی حکومت عجمی خراسانی ہے اور اموی حکومت عربی بدوی[4]

گو بنی عباس کی حکومت شاندار قائم ہوگئی مگر گزور خلفا کے عہد میں یہی خراسانی وعجمی وبال جان بن گئے۔

خلافت عباسیہ کے امتیازات خصوصی

بنی امیہ کا آفتاب حکومت ۱۳۲ھ میں زاب کے معرکہ میں غروب ہوگیا۔ اور عباسی اقتدار کا آفتاب طلوع ہوا۔ تاریخ گواہ ہے کہ پانچ صدی تک نہایت شان شکوہ سے دولت عباسیہ قائم رہی۔

باوجودیکہ انکے ہی زمانہ میں دولت بنی بویہ، سلاجقہ اور خوارزم شاہی

---

[1] شرح نہج البلاغۃ جلد ا صفحہ ۳۰۹ [2] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۲۰ [3] طبری جلد ۹ صفحہ ۹۶
[4] کتاب البونہ والبحث صفحہ ۱۳۸

زبردست سلطنتیں تھیں لیکن ان کی نہ تو بنی عباس کی سی مملکت وسیع تھی اور نہ انکی حکومت عام ہوئی[1]

دولت عباسیہ، عظیم الشان حکومت تھی اس کی عالمگیر حکومت کی سیاست کا امتزاج مذہب و ملوکیت دونوں سے تھا۔ نیک اور اچھے افراد اسکی اطاعت اس کی دین پرستی و مذہب نوازی کی وجہ سے کرتے تھے اور باقی لوگ اس کے ہیبت وجلال یا اپنے حرص وطمع کی وجہ سے اس کے سامنے سر جھکاتے تھے[2]

چند خلفا خلافت بنی عباس میں ایسے عالی مرتبت تھے جن کی مثال حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد بنی امیہ میں نہیں ملتی اور بنی فاطمی تو پیش ہی نہیں کر سکتے ان کے عدل و انصاف زہد و ورع کا جواب نہیں البتہ چند خلفا ایسے تھے جنکی اخلاقی کمزوری سے امرا نے فائدہ اٹھایا اور انکے ہاتھوں بازیچہ اطفال بن گئے۔

سفاح سے واثق تک تمام خلفا اپنے کردار اور اولوالعزمانہ روش کے اعتبار سے یگانہ روزگار تھے ان میں کچھ کمزوریاں ضرور تھیں مگر اسی کے ساتھ ان کے کارنامے بہت ہی روشن ہیں البتہ منصور سے جو کوتاہی عربوں کے حق میں ہوئی یا ہارون نے ولی عہد مقرر کر کے حکومت کو تین حصوں میں تقسیم کیا اس نے خاندان شاہی میں رقیبانہ کشمکش اور باہمی بغض وعداوت پیدا کر دی جس سے خاندان کا شیرازہ بکھر گیا اور یہی دولت عباسیہ کے زوال کا پیش خیمہ تھا۔

متوکل اپنے بیٹے کے ہاتھوں کام آئے جو امرائے ترک شریک سازش تھے

---

[1] مقدمہ الفخری [2] الفخری صفحہ ۱۲۵

انکی بن آئی اور وہ اس قدر حاوی تھے کہ جس کو چاہتے خلیفہ کرتے جس کو چاہتے معزول کردیتے غرضکہ خلیفہ ترکوں کے ہاتھ میں کھلونہ تھے زندگی موت اور خلافت ترکوں کے ہاتھ میں تھی انھوں نے معتز کو تڑپا تڑپا کر مارا[1] مہدی کو خلیفہ بنایا یہ کریمۃ سیرت زہد و تقویٰ اور عبادت گزاری کے لحاظ سے بہت ممتاز خلیفہ تھا عمر بن عبد العزیز اموی سے اس کی سیرت بہت ملتی جلتی تھی مگر جاہل ترکوں نے اس متقی خلیفہ کو معطل کردیا[2] اور آخر میں اسے ترکوں نے مار ڈالا[3] اس کے بعد معتمد خلیفہ ہوا اس کو اپنی دلچسپیوں سے فرصت نہ تھی[4] مگر اس کا بھائی موفق عباسی نائب سلطنت ہوا اس نے حکومت کو سنبھالا جب اس کا بیٹا ابو العباس خلیفہ ہوا نہایت جاہ و جلال اور ہیبت و دبدبہ کا خلیفہ تھا معتضد باللہ لقب تھا اس نے خلافت عباسیہ کے بے روح جسم میں جان ڈالدی سفاح ثانی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا مکتفی نا اہل ثابت ہوا مقتدر کے زمانہ میں پھر فتنے اور شورشیں اٹھ کھڑی ہوئیں ایک خادم سپہ سالار مونس نے ۳۱۷ھ میں بغداد پر چڑھائی کردی خلیفہ بھاگنے پر مجبور ہوئے آخر کار قاہر خلیفہ بنائے گئے مگر پھر دوبارہ مقتدر کو خلافت ملی یہ عہد وہ ہے کہ اس کے عہد میں اندرونی شورشوں اور بیرونی فتنوں کے ہوتے ہوئے شان و شکوہ اور عظمت و جلال کا دور تھا اس کے زمانہ میں شہنشاہ روم کا سفیر مصالحت کی غرض سے بغداد آیا اور یہاں وہ نقشہ دیکھا جو شہنشاہ روم کے یہاں خواب خیال تھا مگر اس کی زندگی کا خاتمہ فوجیوں کے ہاتھوں ہوا۔ اس کے بعد قاہر خلیفہ ہوا اعنان خلافت سپہ سالار مونس اور وزیر اعظم ابن مقلہ کے ہاتھوں تھی ان کے

---

[1] ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۶۸ [2] الفخری صفحہ ۲۲۶ [3] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۲۲ [4] الفخری صفحہ ۲۲۶

ہاتھوں خلیفہ اندھا کیا گیا ایک دن جامع منصور میں قاہر نے صدقہ کا سوال کیا
ایک ہاشمی کو غیرت آئی پانسو درہم دئے اور سوال کرنے سے منع کیا[۱]

مستکفی کے بعد راضی تخت خلافت پر بیٹھا مگر اقتدار کا خاتمہ ہو گیا تھا
مرکز خلافت میں ترک جنرلوں کا اثر و نفوذ بہت بڑھ گیا دوسری طرف خود مختار
حکمرانیاں خلافت کے لیے مستقل خطرہ تھیں فارس میں علی بن بویہ کا اقتدار تھا
رے، اصفہان و بلاد الجبل پر اس کا بھائی حسن مستولی تھا موصل دیار بکر دیار
ربیعہ بنو حمدان کے قبضہ میں تھا مصر و شام میں اخشید کی آزاد حکمرانی تھی
خراسان میں سامانی خود مختار سلطنت قائم تھی[۲] اندلس میں عبدالرحمن ثالث
خلیفہ تھا اس سے بڑھ کر اس وقت عالم اسلامی میں تین خلافتیں تھیں بغداد۔ اندلس
تیسری خلافت بلاد مغرب میں خلافت فاطمیہ کی تھی۔

راضی نے ایک عہدہ امیر الامرا کا نیا قایم کیا بصرہ اور واسطکا گورنر ابن
رائق کو مقرر کیا مگر نظم و نسق سلطنت سدھرنے کے بجائے اور بگڑ گیا ابن رائق کی
آمرانہ حیثیت تھی[۲] خلیفہ نے جس غرض کے لیے ابن رائق کو یہ منصب دیا تھا
وہ تو پورا ہوا نہیں بلکہ خود عضو معطل ہو کے رہ گئے تو اس کے طاقتور حریف
کو کھڑا کر دیا وہ دونوں آپس میں کٹ مرے مگر رائق پھر برسر اقتدار آیا اسے
خلیفہ سے انتقام لیا متقی سریر آرائے خلافت ہوئے ابو عبداللہ بریدی والی
اہواز کو امیر الامرا بننے کی تمنا ہوئی وہ رائق سے بھڑا مگر ابن رائق کامیاب ہوا
پھر اسنے بجکم کے خلاف صف آرائی کی بجکم قتل ہوا اور ابن رائق دوبارہ عہدہ پر

[۱] الفخری صفحہ ۲۴۹ [۲] تجارب الامم جلد ا صفحہ ۳۵۱

تمکن ہوا اب یزیدی دوبارہ حریف بن کر بغداد پر حملہ آور ہوا ابن رائق اور خلیفہ ناصر الدولہ حمدانی کے یہاں موصل میں پناہ گیر ہوئے ناصر نے ابن رائق کو قتل کرا دیا یہ غلام تھا جو آگے چلکر آقا بن گیا تھا ناصر خلیفہ کو لے کر بغداد پہونچا اور یزیدی کو نکال کر خود امیر الامرا بن گیا مگر پولس افسر توزون ترکی نے اس کو بیدخل کر دیا اور خود امیر الامرا بن بیٹھا مگر متقی کو توزون گران خاطر تھا اس کے خلاف کچھ کرنا چاہا اس نے خلیفہ کو حراست میں لے کر عبداللہ بن مکتفی کو خلیفہ کر دیا اور متقی کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی مستکفی عبداللہ بن مکتفی سریر آرائے خلافت ہوا گو مستکفی خلیفہ تھا مگر بالکل بے بس مگر کچھ دن بعد توزون مرگیا تو ابو جعفر بن شیرزاد اس عہدہ پر متمکن ہوا وہ توزون سے بھی زیادہ آمر تھا علی بن بویہ نے یزیدی کی مدد ابن رائق کے مقابلہ میں کی تھی اب شیرزاد پر احمد بن بویہ چڑھ دوڑا اور وہ روپوش ہو گیا خلیفہ نے احمد کو امیر الامرا کر دیا مطیع اور طائع کے زمانہ میں احمد معز الدولہ نے خلافت کے نظم ونسق پر پورا اقتدار جمایا صرف پانچ ہزار درہم روزانہ خلیفہ کو ملتے[1] ابن بویہ نے خلیفہ کے ساتھ ناروا سلوک جائز رکھے۔

عضد الدولہ دیلمی نے طائع کو اس قدر مجبور و لاچار کر دیا تھا کہ جب وہ سفر سے آتا خلیفہ استقبال کو نکلتے[2] جب ہر دو کے تعلقات بگڑ گئے تو دو ماہ تک طائع کا نام خطبہ سے خارج کر دیا اور خلیفہ کو مجبور کرا کر اپنی ڈیوڑھی پر تین وقت نوبت بجنے کا حکم صادر کرایا مگر عام مجلسوں میں یا دربار میں عضد دولہ تیاز مندانہ حیثیت
10 سے پیش آتا تھا[3] عضد کے مرنے پر اسکا بیٹا صمصام الدولہ جانشین ہوا پھر شرف الدولہ

---

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۳۰۶ [2] ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲۰۴ [3] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۷۱ - ۲۷۰

اٹھ کھڑا ہوا اس نے صمصام کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی وہ اندھا ہو گیا تو خلیفہ نے شرف الدولہ کو نوازا[۱۱۱] اس کے مرنے پر ابونصر جانشین ہوا طائع نے سات خلعتیں مرحمت کیں تلوار کے سایہ میں خلیفہ کے حضور میں لایا گیا زمین بوس ہو کر کرسی پر بیٹھا اس نے ہی طائع کو معزول کیا اور قادر کو خلیفہ مقرر کیا قادر حکومت کی صلاحیت رکھتا تھا تہجد گذار تھا خیرات وصدقات کا خوگر تھا حسن سیرت اور حسن اطوار میں ممتاز تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ مذہبی عقاید نہایت اچھے تھے[۱۱۲]

مگر ابونصر بہاؤ الدولہ نے اپنا اقتدار بڑھا لیا خلیفہ معطل سے تھے قادر کے بعد قائم خلیفہ ہوا مگر سیاسی حیثیت ان کی کچھ نہ تھی وہ عالم اسلامی پر حکومت ضرور کرتے تھے مگر نظم ونسق میں کوئی دخل نہ تھا بہاء الدولہ کا غلام ابوالحارث ارسلان بن عبداللہ ساکن بسا (فارس) جو بساسیری کے نام سے مشہور ہے ۴۵۰ھ میں بغداد پر چڑھائی کر دی اور آل بویہ کا اقتدار بھی ختم ہو گیا بساسیری نے خلیفہ کو نظر بند کر دیا اور ظلم وستم ایسے توڑے کہ تنگ آکر خلیفہ نے طغرل بک سلجوقی سے امداد چاہی اس نے آکر بساسیری کو نکال باہر کیا اور آل بویہ کی سلطنت کا جنازہ بھی عراق میں دفن کر دیا۔

سلاجقہ کے دور اقتدار میں خلفا کی بیچارگی آل بویہ کے دور سے کچھ کم نہ تھی انھوں نے بھی خلفا کی معیشت اور گزر اوقات کے لیے جاگیریں مقرر کر دی تھیں۔ حکومت کے نظم ونسق میں دخل دے نہ سکتے تھے خطبہ میں نام ضرور پڑھا جاتا البتہ یہ اپنے اوقات محلات کی تعمیر اور مرمت میں صرف کرتے تھے[۱۱۳] سلاجقہ تحفہ دہا یہ ۱۹۳

علہ تاریخ الخلفا صفحہ ۲۷۰-۲۷۱ ملہ تاریخ بغداد جلد ۴ صفحہ ۳۷ ملہ بغدادی زبدہ الفکر صفحہ

خلیفہ کی خدمت میں بہت بھیجتے تھے اس کے علاوہ طغرل نے قائم کی لڑکی سے شادی کی مقتدی نے اسپ ارسلان کی بیٹی سے مستظہر نے ملک شاہ کی بیٹی سے اور مقتضی نے سلطان محمود کی بہن سے شادی کی اس قدر تعلقات قایم ہو گئے مگر ملک شاہ کے دل میں خلیفہ کا یہ احترام تھا کہ مقتدی کو دارالخلافہ سے نکل جانے کا حکم دیا اور صرف دس دن کی مہلت دی بنائے مخاصمت یہ تھی کہ خلیفہ کے دو لڑکے تھے مستظہر اور ابوالفضل جعفر ابن بنت ملک شاہ خلیفہ نے مستظہر کو ولی عہد کیا ملک شاہ اپنے نواسہ کو ولی عہد کرانا چاہتا تھا اس پر ملک شاہ نے کہا کہ[۱] مستظہر کو ولی عہدی سے خارج کر دو اور بغداد جعفر کو سونپ کر خود بصرہ چلے جاؤ مقتدی نے اپنے عہد میں نئے سرے سے اقتدار قائم کرنے کی پہل کی ولی عہدی کے مسئلہ میں ملک شاہ کے کہنے کو ٹھکرا دیا مستظہر نے کچھ اور ہاتھ پیر نکالے مسترشد کھل کے سلاجقہ کے سامنے آگیا۔

سیوطی کا بیان ہے۔

وہ بلند ہمت نہایت بہادر جری مدبر اور بڑا باہیبت خلیفہ تھا اس نے خلافت کے نظم و نسق کو درست کیا اور اس میں صحیح اور بہتر تنظیم و ترتیب قائم کی خلافت کے امتیازات کو زندہ کیا اور اس کی عظمت کو بڑھایا ارکان شریعت کو مستحکم کیا یہ خلیفہ بذات خود جنگوں میں شریک ہوتا تھا[۲]

مسترشد نے سلطان محمد بن محمد بن ملک شاہ سلجوقی پر چڑھائی کر دی

۱؎ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ ۲؎ تاریخ الخلفا صفحہ ۲۸۶

اور اسے شکست دی ممکن تھا کہ اس وقت وہ سلجوقیوں کا خاتمہ کر دیتا مگر حاکم بصرہ زنگی کی کمک آگئی جس سے وہ سنبھل گیا سلطان محمود مرا تو خلیفہ نے سلجوقی امرا کو باہم لڑوا دیا کہ وہ دست و گریباں ہو گئے ادھر زنگی کی خبر لی موصل تک اسے بھگا دیا مسعود سے مقابلہ ہوا ایک امیر سلجوقی نے خلیفہ سے دغا کی جسکی وجہ سے شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور اسیر ہو کر خیمہ میں محبوس ہوئے جہاں باطنی کے گروہ کے ہاتھوں شہید ہوئے خلیفہ راشد نے بھی باپ کے قدم پر قدم رکھا اس کے بعد مقتفی خلیفہ ہوا ذہبی کا بیان ہے۔

مقتفی اعظم خلفا میں سے تھا شجاع و بردبار تھا اس نے خلافت کے امتیازات کے ابھرنے کی راہ کو ہموار کیا وہ حکومت کا تمام نظم و نسق اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا اور ایک سے زائد بار فوج کی کامیاب قیادت کر چکا تھا مستعصم کے عہد کے بعد اب تک کوئی ایسا خلیفہ نہیں ہوا تھا جو باوجود چشم پوشی نرم خوئی اور رحمت و رافت کے اسقدر صاحب جاہ و جلال طبیعت کا صاف اور شجاع ہو یہ نہایت عابد زاہد اور پرہیز گار خلیفہ تھا۔

آخر دم تک اسکی فوجوں کو کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا پڑا[1]

علامہ طقطقی بھی یہی کہتا ہے کہ

مقتفی نہایت بلند مرتبہ خلیفہ تھا اس نے عباسیہ کے دور عروج کی تجدید میں سعی عمل کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا[2]

---

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۹۲ [2] الفخری صفحہ ۲۷۴

مستنجد اور مستضئی خلیفہ ہوئے۔

اسکے بعد ناصر خلیفہ ہوا اس نے خوارزم شاہ کو منہ نہ لگایا اس نے بغداد پر حملہ کرنا چاہا تو چنگیز خاں کو خفیہ خط لکھ کر اسے بھڑکا دیا[۱] ظاہر اور مستنصر کے عہد کا قابل ذکر تذکرہ نہیں ہے مستعصم آخری خلیفہ ہے جو تاتاریوں کے ہاتھوں ختم ہوا۔ بس آگے اظہار خیال کرتے ہیں۔ یہ تھی پانسو سالہ مختصر تاریخ دولت بنی عباس کی اب اس بحث پر آتے ہیں کہ عجمیوں اور ترکوں کو نوازنے نے خلفا کی کیا حالت کر دی تھی یہ تمام باتیں عربوں کو نظر انداز کرنے سے پیش آئیں کیونکہ دعوت بنی عباس کے آغاز سے ہی عرب پامال کیے جا رہے تھے بہت کچھ پہلے لکھ چکے ہیں اب کچھ باتیں تائید میں پیش کرتے ہیں۔

عربوں کی ریاست و قیادت کا خاتمہ

علامہ سیوطی کا بیان ہے۔

خلیفہ منصور پہلا شخص ہے جس نے موالی کو بہت سے کاموں پہ مامور کیا اور انہیں عربوں پر ترجیح دی بعد میں تو یہ چیز اتنی عام ہو گئی کہ عربوں کی ریاست اور قیادت ہی سرے سے فنا ہو گئی[۲]

علامہ مسعودی منصور کے بارے میں لکھتا ہے کہ

وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے اپنے موالی اور غلاموں کو عامل بنایا اور بڑی بڑی مہمات ان کو تفویض کیں اس چیز کو بعد کے خلفاء نے جاری کی

---

[۱] ابن خلدون جلد پنجم صفحہ ۱۸۵ [۲] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۵۰

اولاد بھے بطور آبائی سنت کے اختیار کرلیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب تباہ ہوگئے ان کی شان و شوکت اور عزت و مرتبہ ختم ہوگیا[۱] بادی النظر میں یہ کہا جائے گا کہ تنگ نظری اور عام مخالفت کی وجہ سے منصور عربوں کو سلسلہ سے لگا دیا کرتا تھا جس طرح مسلم بن قتیبہ الباہلی کو بصرہ کا والی بنایا مگر اس کے ساتھ ایک مولی کو بصرہ اور مانبہ کے علاقہ کی ولایت پر بھی مامور کیا[۲]

طبری کا بیان ہے۔

خلیفہ منصور کا ایک غلام گندمی رنگ کا تھا اپنے کام میں خوب ماہر تھا اور اس میں کوئی عیب نہیں تھا۔ ایک دن خلیفہ منصور نے اس سے پوچھا تم کس نسل سے ہو اس نے جواب دیا حولاں سے ہوں یمن میں قید کیا گیا دشمنوں نے قید کرکے مجھے غلام بنا دیا پہلے میں بنی امیہ کے خاندان میں آیا اور وہاں سے آپ کی خدمت میں منصور نے کہا اس میں تو شک نہیں کہ تم بہت اچھے غلام ہو لیکن میرے محل میں میری حرم کی خدمت کرنے کے لئے کوئی عربی داخل نہیں ہوسکتا اس لئے تم یہاں سے نکل جاؤ اور جہاں جی چاہے چلے جاؤ خدا تمھیں معاف کرے۔

منصور کا ہی صرف یہ عمل نہ تھا منصور کے بعد کا خلفا کا بھی یہی طریقہ رہا مجبوری درجہ عربوں سے تعلق رکھتے تھے۔

---

[۱] مسعودی جز ۲ صفحہ ۱۰۳ [۲] عیون الاخبار جز ۱ صفحہ ۲۹۰

زوال کا سبب اصلی

دوسرے اسباب کے علاوہ دولت بنی عباس کے زوال کا سبب عربوں کو نظر انداز کر دینا تھا عرب عہدوں وغیرہ سے الگ ہو کر زاویہ خاموشی میں چھپ گئے اس پر طرہ یہ اور تھا کہ منصور سے لے کر مامون تک تو عجمی سراہے جاتے تھے معتصم نے جاہل ترکوں کو بھرنا شروع کر دیا۔ پھر تو ان کے ہاتھ میں حکومت کی باگ آگئی حتیٰ کہ خلفا کے عزل ونصب کے انکو حقوق تھے جب بنی بویہ نے حکومت بغداد ہاتھ میں لی پھر تو اور بھی گئی گذری حالت ہوگئی حتیٰ کہ آخری خلفاء بنی عباس اس قدر کمزور ہو گئے تھے کہ ان کی حکومت صرف مملکت عراق پر رہ گئی تھی یہاں تک کہ قلعہ اربل جو قریب ہی تھا ان کی حکومت سے نکل گیا تھا جب مستنصر کے زمانہ میں والی اربل کا انتقال ہو گیا تو خلیفہ نے اسے فتح کرنے کا ارادہ کیا اور جب وہ بمشکل تمام فتح ہوا تو بغداد میں خوشیاں منائی گئیں خلیفہ کے دروازے پر نقارے بجے اور شہر آراستہ کیا گیا۔

یہ ضرور ہے کہ احترام خلفا کا قائم تھا۔ علامہ طقطقی لکھتے ہیں کہ

ملوک اطراف پر ان خلفا کا دینی احترام واقتدار آخر تک باقی رہا۔ شام ومصر کے بادشاہ ہر سال ان کو بڑے بڑے تحفے بھیجتے اور ان سے اپنی اپنی ولایتوں پر حکومت کرنے کی اجازت حاصل کرتے۔ خلفا نے صرف خطبہ وسکہ پر اکتفا کر لیا تھا[1]

---

[1] مقدمہ الفخری

خلفاءعباسیہ کا مذہبی اقتدار

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ خلفائے بنی عباس کا مذہبی اقتدار ہر زمانہ میں قایم رہا پہلے خلیفہ بنی عباس سفاح نے بیعت کے وقت خطبہ میں کہا تھا

اب اللہ رسول ان کے عم محترم عباس کا ذمہ ہے کہ ہم تمہارے ساتھ کتاب وسنت کے مطابق برتاؤ کریں گے اور وہی طریقہ رکھیں گے جو رسول اللہ صلعم کا تھا۔"

تاریخ گواہ ہے کہ کہاں تک خلفاء کا اس پر عمل ہوا۔ یہ ضرور ہے کہ بنی امیہ کے مقابلہ میں وہ کچھ امتیازی درجہ رکھتے تھے۔ خیرات ومبرات میں شاہان عالم سے سبقت لے گئے تھے۔ شعائر دین کا احترام ملحوظ رکھتے ان کے عہد میں اکثر ممالک میں اسلام پھیلا تمدنی اور معاشرتی ترقی ہوئی پست قومیں بلند درجہ پر پہونچی مگر یہ حقیقت ہے اسلامی روح اسمیں وہ نہ تھی جس کا دعویٰ کیا گیا تھا۔ جمہوریت کے بجائے اسمیں استبداد تھا استبداد کے جو لازمی نقائص ہیں اُن سے وہ بچ نہ سکے۔ عجمیوں اور ترکوں کو بڑھا کر انکے ہاتھوں مثل کٹ پتلی کے رہے تاہم ان کا مذہبی اقتدار اور حیثیت ہر زمانہ میں قائم رہی۔

پروفیسر علی ابراہیم حسن ام اے نے النظم اسلامیہ میں لکھا ہے۔

یہ ذہنوں میں جاگزیں تھا کہ خلافت ایک ایسا نظام ہے جو اصلاح عالم اور دنیا کے نظام کو صحیح حالت میں رکھنے کے لیے ناگزیر ہے اور خلیفہ اس نظام خلافت اور اس اقتدار کا مرکز اور

سرچشمہ ہے جب خلیفہ عباسی سے دنیاوی اقتدار سلب ہو چکا
تھا۔ اور طاقتور امراترک اور بنی بویہ و سلاجقہ نے جب جی چاہا
معزول کر دیا اور جی میں آیا تو قتل کر دیا۔ اسوقت بھی یہ عالمگیر
ذہنیت فنا نہیں ہوئی تھی اور خلیفہ کا مذہبی اقتدار اپنی جگہ پر تھا

ایک زمانہ خلفاء پروہ بھی گذرا تھا جب صدقات پر ان کی زندگی قایم
تھی اس وقت بھی ان کی مذہبی فرمانروائی پر کوئی اثر نہ پڑا تھا مسلمانوں کے
بہت سے حکمراں اس زبون حالی میں بھی اس کے اقتدار کے معترف اور اس
سے تفویض (نیابت) کی التجا کرتے تھے کہ ان کے عقیدہ میں وہ آنحضرت صلعم
کا جانشین اور مسلمانوں کی قوت کا سرچشمہ تھا ان امرا کی حکمت عملی اس تفویض
سے یہ ہوتی تھی کہ وہ اپنی بزور شمشیر حکومت کو مذہبی حیثیت دیدیں اسی پالیسی
کے ماتحت سلطان محمود غزنوی نے خلیفہ مقتدی باللہ کی خلافت کے سامنے
سر جھکایا تھا اور یوسف بن تاشفین شاہ "مرابطین" نے اس کی خلافت کو تسلیم
کیا تھا اور اس سے شرعی تفویض کی التجا کی تھی خلیفہ مقتدی نے اسے "تفویض"
عنایت کی اور اس کے اختیار کردہ لقب امیر المسلمین کو برقرار رکھا۔

غرضکہ عباسی خلیفہ عالمگیر مذہبی احترام کا مرکز تھا حتیٰ کہ سلطان صلاح الدین
ایوبی کے ہاتھوں دولت فاطمیہ کا خاتمہ ہوا مگر اس جلیل القدر سلطان نے بھی عباسی
خلیفہ مستضئ کے نام کا خطبہ مصر بلاد مغرب یمن اور سوریہ (شام) کے منبروں پر
پڑھوایا خلیفہ نے بطور اظہار خوشنودی اسے ان ممالک کی نیابت کا شرف بخشا
تھا خلیفہ مستنصر نے نور الدین عمر کو بلاد یمن کی نیابت عنایت کی اس خلیفہ نے شمس الدین

التمش کو ہندوستان کی نیابت اور سلطان کا خطاب عطا فرمایا تھا التمش نے بھی اپنی سلطنت میں سکہ خلیفہ کے نام سے جاری کیا تھا۔

اس بحث و نظر کے بعد عباسی خلفاء کے عالمگیر مذہبی اقتدار کا اندازہ دشوار نہیں ہے[1]

خطبہ و سکہ آخر میں خطبہ و سکہ ہی خلفا کا طغرائے امتیاز رہ گئے تھے۔

خطاب و القاب خلفاء کے دربار سے القاب و خطابات حاصل کرنا شان ریاست کی تکمیل کے لیے بالعموم متصور ہوتا تھا پھر تو دربار خلافت سے خطابات اس دریا دلی سے عطا ہوتے کہ دوست دشمن سب ہی خطاب یافتہ نظر آتے۔ علامہ البیرونی نے الآثار الباقیہ میں لکھا ہے۔

خطابات کی اتنی کثرت تھی کہ اس کی وجہ سے ان کی توقیر بالکل جاتی رہی تھی[2]

علویین اور بنی عباس

علویین اور بنی عباس بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے بنی امیہ نے جو کچھ علویین پر ظلم توڑے اسکا انتقام بھی عباس نے دل کھول کر لیا۔ مگر بنی عباس نے بھی ان اپنے اہل خاندان سے جو سلوک روا رکھے دعوت آل محمد میں اس پر روشنی ڈال چکے ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ علویین نے اپنی جان فروشی سے ان کے مد مقابل دولت فاطمی قائم کی۔

---

[1] مسلمانوں کا نظم مملکت مطبوعہ ندوۃ المصنفین صفحہ ۱۰۲ [2] الآثار الباقیہ صفحہ ۲۲۲

علامہ طقطقی مقدمہ الفخری میں لکھتے ہیں کہ

علویوں کے پے در پے خروج سے دولت عباسیہ کی چولیں ڈھیلی ہوگئی تھیں۔

یہاں تک حالت ہوچکی تھی کہ آخری خلفا کے عہد میں رعایا اپنے گھروں میں امن امان کی نیند نہیں سوتی تھی۔

قزوین کا یہ حال تھا کہ جب رات آتی تو ملاحدہ (قرمطی داعیلی) کے خوف کے مارے لوگ اپنا اپنا اثاثہ او متاع تہ خانہ زمین دوز میں چھپا دیتے تھے[1]

قرمطہ کے بعد باطنیہ اسمعیلیہ نے جو جو مسلمانوں پر ظلم توڑے وہ بھی اس سلسلہ کی کڑی ہے۔ تاریخ میں تفصیلی حالات ہم لکھ آئے ہیں۔

خلفا کا غلط اقدام

بنی عباس نے اپنی دولت کے تحفظ کے لیے عربوں کے مقابلہ میں عجمیوں ترکوں سے امداد لی پھر بویہ اور سلاجقہ سے معاونت چاہی خوارزمی مقابل آئے تو ان کے مقابلہ میں چنگیز کو دعوت دی آخرش خلفا ناصر کے اس کارنامہ سے اس کے پوتے ہلاکو کے ہاتھوں ان کے پوتے مستعصم کا خاتمہ ہوا۔

اگر عرب پائمال نہ کئے جاتے علویین نظر انداز نہ ہوتے تو سیلاب تاتار کو عرب ہی روک سکتے تھے۔

بغداد کی تباہی تاتاریوں اور مسلمان امرا کے ہاتھوں! حکومت بغداد کے

[1] مقدمہ الفخری۔

ختم کرانے میں علقمی و خواجہ نصیر الدین طوسی کا ہاتھ تھا ہی مگر اور مسلمان امرا بھی شریک تھے چنانچہ پروفیسر براون لٹریری ہسٹری آف پرشیا میں لکھتا ہے۔ نومبر ۱۲۵۷ء ۶۵۵ھ میں ہلاکو خاں بغداد پر حملہ کے ارادہ سے روانہ ہوا اس کے ہمراہ بہت سے مسلمان امرا بھی تھے ابو سعد زنگی اتابک شیراز بدرالدین لولو اتابک موصل۔ عطا ملک جوینی مصنف تاریخ "جہاں گشا" مشہور فلسفی اور ماہر فلکیات نصیر الدین طوسی کے نام قابل ذکر ہیں[۱]" غرضکہ دولت عباسیہ کے خاتمہ کے ذمہ دار جس قدر خود خلفائے عباسیہ تھے اتنے ہی امرائے اسلام اور سب سے بڑھ کر شیعہ سنی قضیہ کی کارفرمائی

فاعتبروا یا اولی الابصار

سقوط بغداد کے وقت اسلامی حکمرانیاں اسپین سے سمٹ کر غرناطہ مرکز تھا یوسف بن نصر خلیفہ تھا شمالی افریقہ میں عمر مرتضیٰ اپنی حکمرانی کا ڈنکا بجا رہا تھا الجزائر میں دولت زیانیہ کا دور دورہ تھا تونس میں ابو عبداللہ محمد مستنصر باللہ آمر تھا مراقش میں ابو یوسف یعقوب بن عبدالحق حکمراں تھا مصر میں نورالدین علی فرمانروا تھا۔

یمن میں مظفر بن یوسف برسر حکومت تھا

صنعاء میں متوکل شمس الدین احمد تھا

روم میں سلاجقہ میں سے رکن الدین قزل ارسلان چہارم کا عہد تھا فارس میں ابوبکر بن سعد زنگی حکمراں تھا کرمان پر قتلغ خاتون حکومت

---

[۱] ابن خلدون کتاب ثانی جلد نہم صفحہ ۱۸۴

کر رہی تھی ہند میں نصیر الدین محمود شاہ دہلی تھا۔

دولت بنی عباس کے خاتمہ پر یہ حکمرانیاں موجود تھیں ہر جگہ علم کے چرچے تھے علماء کی چہل پہل تھی یہ تھے عباسیوں کے عروج اور زوال کے اسباب مگر باعتبار شہنشاہ کے کیسے تھے اسکا جواب یہ ہے کہ حکماء نے جو بادشاہوں کے لیے رموز مملکت مقرر کئے ہیں اگر ان کو سامنے رکھا جائے سوائے چند کے باقی خلفا پورے اترتے ہیں۔

اس کے لیے الفخری کا مقدمہ دیکھنا کافی ہے[1]

سلطنت عباسیہ کا اقبال غروب ہوا مگر علم و حکمت کا مہر درخشاں طلوع ہوا گو اس وقت حکومت مختلف ٹکڑوں میں تقسیم تھی پر علمی ترقی کو فروغ تھا پہلے بغداد مرکز تھا اس کے بعد علم و فن کے سرپرستی کے متعدد مرکز ہو گئے تھے۔

خلفائے عباسیہ کے عہد کی علمی ترقی

آنحضرت صلعم کے ورود مسعود کے کچھ عرصہ بعد ہی جزیرہ نمائے عرب سے حق پرستی کا نور مشرق سے لے کر مغرب تک برق لامعہ کی طرح پھیلا اور حضورؐ کے وصال سے ایک سو برس کے اندر ہی اندر تہذیب و تمدن عدل و انصاف کے ساتھ علم و ہنر کی ترویج، اشاعت میں عرب ملل عالم سے گوئے سبقت لے گئے۔ خلفائے راشدین کے بعد بنی امیہ کے تقریباً صد سالہ دور کے اختتام تک یہ تاریخی حقیقت ہے کہ عرب چین سے لے کر بحر اٹلانٹک تک

[1] مقدمہ الفخری از علامہ طقطقی متوفی ۷۰۳ھ

حکمراں ہوگئے تھے حتی کہ بحر و بر پر انکا کوئی مدمقابل نہ رہا اگر عرب خانہ جنگی میں مبتلا نہ ہوتے تو کیا عجب ربع مسکون پر ان کا ہی تسلط نظر آتا بنی امیہ کے ابن عم بنی عباس نے عنان فرمانروائی اپنے بقوت حاصل کی یہ بھی علم و فضل کا گھرانہ تھا دنیائے علم و حکمت پر بھی انھوں نے فاتحانہ قبضہ جمایا۔ قاضی صاعد بن احمد اندلسی کا بیان ہے کہ

> صدر اسلام میں اہل عرب نے علوم و فنون کی طرف توجہ زیادہ نہیں کی ان کی دلچسپی کا مرکز ان کی زبان تھی یا احکام شریعت ہاں طب و سیر اس سے مستثنیٰ تھے۔

خلیفہ سفاح کے بعد منصور سریر آرائے خلافت ہوا اسنے بغداد کی بنا ڈالی اور دارالحکومت قرار دیا جو نصف صدی کے اندر عظیم الشان تہذیب و تمدن کا شہر بن گیا اس کی شان و شکوہ وسعت تجارت اور ترقی صنعت و حرفت اور علم و فن کا مرقع دیکھنا ہے "الآغانی، عقد الفرید، الفہرست[1]" کا مطالعہ کافی ہے

خلفائے بنی عباس میں بیشتر حضرات کشورکشائی اور جہانبانی عدل و انصاف کے پیکر مجسم تھے اس کے ساتھ ہی وہ فضل و کمال کے بھی یگانہ روزگار تھے۔ ان کے دربار میں دینی علوم کی ترویج و اشاعت کے ساتھ قدیم یونانی ایرانی ہندی علوم و فنون کا جو ایک عرصے سے مردہ حالت میں پڑے ہوئے تھے احیاء

---

[1] الاغانی۔ ابو الفرج علی بن الحسین القریشی الاصفہانی متوفی ۳۵۶ھ ۹۶۷ء عقد الفرید۔ ابن عبد ربہ قرطبی متوفی ۳۲۸ھ ۹۴۰ء
الفہرست العلوم۔ ابن ابی یعقوب الندیم الوراق متوفی ۹۹۵ء

چنانچہ جملہ علوم و فنون عربی میں ترجمہ کے ذریعہ منتقل کر لیے گئے عرب دماغ نے اپنی تحقیق و کاوش سے ان کو ترقی کی راہ پر لگا کر زندۂ جاوید بنا دیا خلیفہ منصور خود دینی علوم کا فاضل جلیل تھا۔ اس کے عہد میں حدیث و فقہ کے تمام اجزا یکجا کئے گئے چنانچہ امام مالک سے منصور نے ہی موطا کی تالیف کرائی اس زمانہ میں اور بھی مجموعہ حدیث کے مرتب ہوئے امام ابوحنیفہ نے فقہ کی ترتیب و تصنیف کے لیے قلم اٹھایا محمد ابن اسحاق نے مغازی کی طرف توجہ کی شیخ التفسیر ابن جریج۔ شیخ الحدیث اوزاعی حضرت سفیان ثوری حماد بن سلمہ وغیرہ نے مختلف علوم و فنون میں بیش بہا اور نادر تصنیفات و تالیفات تیار کیں ان کے علاوہ لغت نحو معانی بیان کے تمام ذخیرے جن کا دارو مدار اب تک زیادہ تر روایت اور حافظہ پر تھا کتابی صورت میں محفوظ ہونے لگا منصور کی توجہ علوم حکمت کی طرف بھی ہوئی اس نے روم سے کتابیں منگائیں[1] پھر تو یونانی زبان سے سریانی (رسالی) میں اور سریانی سے عربی میں قدیم یونانی علوم و حکمت کی کتابیں منتقل ہوئیں۔

ابتداً یہ ترجمے کسی قدر ناقص ضرور تھے لیکن علم کے پیاسے عربوں نے ان ہی کو پڑھا اور سیکھا حسن اتفاق سے ۱۵۶ھ میں ایک ہندی سیاح بغداد پہونچا اس کے پاس ہیئت کے متعلق کتاب "سند ہند" تھی منصور کو نذر گذاری منصور نے محمد بن ابراہیم بن جیب فرازی سے اسکا عربی میں ترجمہ کرایا ابن ابراہیم عربوں میں پہلا نجم اور محقق ہیئت تھا اس کی تحقیقات پر موسیٰ خوارزمی نے اپنی شہرۂ آفاق زیج تیار کی اور یونانی ہندی

---

[1] کشف الظنون جلد ا صفحہ ۴۴۶

مضمون کو باہم دیگر منطق کیا۔ فارسی ہیئت کی کتابوں کا عربی میں الفضل بن نوبخت متوفی ۲۰۲ھ نے جو الرشید کا مہتمم کتب خانہ تھا ترجمہ کیا۔

مذکور الذکر ہندوستانی سیاح کے ساتھ ریاضی کی کتاب بھی تھی جس میں اعداد کی کتابت ہندی طریقہ پر سمجھائی گئی تھی عربوں کا مروجہ طریقہ اگرچہ رومی طریقہ سے بہتر تھا لیکن صفر کی ایجاد سے محروم ہونے سے ہندی طریقہ کے برابر سودمند نہ تھا عربوں نے اسکو اپنا لیا۔ پھر نویں صدی میں جب ہندو حساب دانوں نے اعشاریہ کا طریقہ رائج کیا تو عربوں نے اس کے فوائد کے مدنظر اس کو بھی اختیار کر لیا۔ ہندی فنون کے علاوہ بغداد میں ایرانی علوم سے بھی استفادہ کیا وہ ادب اور فنون لطیفہ تک محدود تھے حکیم بیدپائے کا افسانہ کلیلہ و دمنہ کو ابن المقفع نے عربی جامہ پہنایا اس کے علاوہ اسے آئین نامہ۔ مزدک۔ التاج فی سیرت نوشیروان الادب الکبیر ادب الصغیر فارسی کتب عربی میں زیادہ ترجمہ ہوئیں البتہ یونانی ادب مثلاً تصانیف ہومر، سوفوکلیس وغیرہ کو عربوں نے زیادہ توجہ سے نہیں دیکھا"۔

عربوں کو یونان کی حکمت، طب، ریاضیات، اور ہیئت، منطق بہت زیادہ پسند آئی چنانچہ چند ہی سال کے اندر حکمائے یونان کے ان مضامین کے شاہکار مع شرح و تقریظ کے عربی میں منتقل کر لیے گئے ابو یحییٰ ابن البطریق نے جالینوس (سنہ ۲۰۰ء)، بقراط (۴۳۶ ق م) کی اکثر تصانیف بطلیموس کی المجسطی اور اقلیدس کے عناصر کا ترجمہ کیا ایک دوسرے مترجم شامی عیسائی یوحنا بن ماسویہ متوفی ۸۵۷ء جبرئیل بن بختیشوع کے شاگرد اور حنین بن اسحاق کے استاد نے چند طبی مخطوطات کو عربی کا جامہ پہنایا۔

موسیو سیدیو فرانسیسی لکھتا ہے کہ منصور فخر عرب خلفا کے زمرہ میں ہے اس نے سب سے پہلے عربوں کو دماغی اور ذہنی مشاغل میں مشغول کیا[1]

"گو" عربوں میں اکتساب علوم اور علمی ترقیوں کا میلان طبعاً موجود تھا علمی مشاغل ان کے مرغوب ترین شغل تھے ان میں اس بات کی طبعی استعداد تھی[2]"

منصور کے جانشین خلفا بھی علوم و معارف کی سرپرستی اور ترقی میں منصور ہی کے نقش قدم پر چلتے رہے اور اپنے مفتوحہ ملکوں سے جلیل القدر علما کو بلوا کر دربار میں رکھا۔ ان سے یونانی کتابوں کے ترجمے عربی زبان میں کرائے۔ کتب خانہ قائم کئے درس گاہیں بنوائیں تعلیم کو عام کیا شاہی مدارس میں و نیز دیگر تعلیم گاہوں میں عام و خاص ہر طبقے اور درجہ کے ادمیوں کو تعلیم حاصل کرنے کی اجازت تھی۔ ان مدارس میں ارسطو۔ بقراط۔ جالینوس و سقوریدوس اقلیدس۔ ارشمیدس۔ بطلیموس اور اپولونیوس وغیرہ حکما کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں جن کے ساتھ ساتھ متن قرآن شریف اور اسکی تفسیر کا درس بھی دیا جاتا تھا۔

علما و حکما کی خاص خاص محفلیں اور مجالس مذاکرہ علمیہ قائم تیں۔ ان مجالس میں مشکل مسائل علمیہ پر غور اور بحث ہوا کرتی تھی

[1] تاریخ عرب صفحہ [redacted] ۳۶ [2] تاریخ عرب

خلیفہ مہدی اور ہارون الرشید نے چیدہ چیدہ نصرانی علما کو اپنے درباروں میں بلایا یہ علما ممالک ایشیا میں جابجا پھیلے پڑے تھے ان پر شاہانہ انعام واکرام کا مینہ برسایا اور ان سے یونانی اور فارسی زبانوں کی کتابیں عربی اور سریانی زبانوں میں ترجمہ کرائیں[1]

ان علما میں مشاہیر یہ تھے ۔

ماشاء اللہ فلکی جس نے اصطرلاب اور اس کے دائرہ نحاسیہ پر کتاب لکھی

احمد بن محمد نہاوندی فلکی یہ بھی مشاہدات و رصد افلاک میں مثل ماشاء اللہ مصروف رہا۔ عربوں میں یہ علوم فلکیہ کے سب سے بڑے ماہر اور قدیم عالم تھے۔

ہارون الرشید نے بطلیموس کی المجسطی کا ترجمہ یحیٰی بن خالد برمکی کی زیر نگرانی حجاج بن یوسف وغیرہ سے کرایا ابن یوسف مطہر نے اقلیدس کا بھی ترجمہ کیا

اس زمانہ میں صالح بن بہلہ ہندی عراق آیا اس کا معاصر شناق (چناک) جس کی کتاب سنسکرت کا منکہ ہندی نے فارسی میں ترجمہ کیا۔ پھر یحیٰی بن خالد کے حکم سے ابو حاتم بلخی نے عربی جامہ پہنایا۔

مذکورالذکر منکہ ہندی نے اسماء عقاقیر الہند۔ کتاب سیرو فی الطب کا ترجمہ کیا[2]

کلیلہ دمنہ کے مترجم نے ارسطو کی بعض منطقی کتابوں کا بھی ترجمہ کیا انکے معاصر فاضل مترجم یہ تھے ۔

یوحنا بن ماسویہ۔ سلام الابرش۔ سیل المطران عہد ہارون میں

---

[1] تاریخ عرب صفحہ ۳۷۴ و کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۴۴۸ [2] الفہرست ابن ندیم

عربوں کی دماغی ذہنی ترقیات اور ان کے علوم و فنون کی مہارت کا جو درجہ تھا اس کے اظہار کے لیے یہ کافی ہے کہ ان کے علمی عروج و کمال کی شہادت میں ۱۰ بجنے والی گھڑی پیش کر دیں جو خلیفہ رشید نے شارلیمین شاہ فرانس کو ہدیۃً ارسال کی تھی یہ گھڑی نادرہ روزگار صنعت تھی اور پانی کے ذریعہ سے چلتی تھی [۱]

گھڑی کا موجد یونس کاتبی متوفی ۲۶۵ھ تھا جب سریر آرائے خلافت مامون اعظم ہوا تو اس نے اپنے باپ اور دادا کے قائم کردہ علمی ادارہ کو بہت زیادہ ترقی دی۔ یہ بیت الحکمۃ مامون کے ہاتھوں کچھ سے کچھ ہو گیا ہارون نے اور وزرائے برامکہ نے جس قدر بیت الحکمۃ میں علمی ذخیرہ جمع کر دیا تھا اس سے بھی اور زیادہ مامون نے اس کو وسعت دی سہل بن ہارون اس کا مہتمم تھا۔

موسیو سیدیو لکھتا ہے کہ

یہ خلیفہ آفتاب فضل تھا اور بے شمار بڑے بڑے باکمال علمائے نجوم و فلک کی طرح اس آفتاب علم کو اپنے حلقے میں لیے رہتے تھے مامون نے قیصر روم سے دوستی اس بنا پر کی کہ علوم و معارف کا خزانہ اس سے حاصل کرے مامون نے قسطنطنیہ اور سکندریہ انطاکیہ صقلیہ سے کتابیں علوم حکمت کی منگائیں اور ان کے

[۱] تاریخ عرب سیدیو صفحہ ۲۴۳ [۲] علوم عرب جرجی زیدان جلد ۳ صفحہ ۱۷۱

تراجم پر بے شمار رسائل و نذر خرچ کیا[1]

منصور سے ہارون تک کا پہلا دور تھا دوسرا دور علمی مامون سے واثق تک کا تھا اس عہد کے مترجمین کی نمایاں شخصیتیں یہ تھیں۔

یوحنا ابن بطریق۔ حجاج بن مطر۔ قسطا بن لوقا بعلبکی۔ عبد المسیح بن ناعمہ ناعمہ قمص۔ حنین بن اسحاق اسحاق بن حنین۔ ثابت بن قرہ صابی حبیش بن الحسن ابن البطریق۔ سلما

الحجاج بن مطر و ابن البطریق و سلما صاحب بیت الحکمۃ[2]

ثابت بن قرہ شیخ المترجمین تھا حران کے صابیوں میں سے تھا جو زمانہ قدیم سے ستارہ پرست چلے آرہے تھے اور ہیئت اور ریاضی کے بالطبع دلدادہ جیسے ثابت اور اس کے ساتھیوں نے ارشمیدس متوفی ۲۱۲ ق م اور اپولونیس پرگائی (۲۶۲ ق م) کے ریاضی کے شاہکاروں کا ترجمہ کر ڈالا۔ اور پہلے ترجموں کی تصحیح کی حنین بن اسحاق جو غریب عبادی (نصطوری) عیسائی کا لڑکا تھا بنو موسیٰ بن شاکر نے اپنے علمی ذوق سے دار الترجمہ قائم کر رکھا تھا اس میں حنین معہ ساتھیوں کے ملازم ہو گیا تو ماہانہ ۵۰۰ دینار مشاہرہ پاتا تھا۔ ابن خلکان نے اسکی خوشحالی کا وفیات الاعیان میں ذکر کیا ہے پھر حنین بیت الحکمۃ سے متعلق ہو گیا مامونی دربار شاہی سے کتاب کے برابر وزن کا سونا انعام میں اس کو ملا کرتا۔"

بقراط۔ جالینوس اور ارسطو کی کتابیں اور کچھ افلاطون کی کتب سے ترجمے اس عہد میں ہوئے۔

---

[1] تاریخ عرب صفحہ ۳۰۴ [2] کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۲۷۴

کتب بقراط۔ کتاب فصول (مترجمہ حنین) الکسر (حنین) تقدمۃ المعرفۃ (حنین وعیسیٰ بن یحییٰ) الامراض الحادہ۔ ابیذیمیا۔ الاخلاط (مترجم عیسیٰ بن یحییٰ) قاطیطون (حنین) الماء والہواء (حنین وحبیش) کتاب طبیعۃ الانسان (حنین وعیسیٰ) کتاب عہد بقراط (حبیش وعیسیٰ)

کتب جالینوس۔ کتاب الفرق۔ الصناعۃ۔ النبض شفاء الامراض۔ المزاج۔ الطبیعیہ العلل والامراض۔ تصرف علل۔ الاعضاء الباطنہ۔ الحمایات۔ البحران (مترجم حنین) حبیش نے ۱۸ جالینوس کی کتب کا ترجمہ کیا اصطفان نے ۵ کا اور حنین نے مذکورہ کتب کے علاوہ ۱۶ کتب کا اور ترجمہ کیا۔ بقیہ کتب کا عیسےٰ ابن صلت ثابت ابن البطریق نے ترجمہ کیا۔

کتب ارسطو۔ قاطیغوریاس (حنین) کتاب العبارۃ سریانی میں حنین نے متی نے عربی کا جامہ پہنایا۔
البرہان (اسحاق نے سریانی میں متی نے عربی میں کیا کتاب الجدل (یحییٰ) تحلیل القیاس (تیاذورس)
کتاب المغالطات (الحکمۃ المموہۃ (ابن ناعمہ اور ابوبشر نے سریانی میں عربی میں یحییٰ نے ترجمہ کیا)۔
الخطابۃ۔ کتاب الشعر۔ السماع طبعی۔ السماء والعالم۔ الکون والفساد الاثار العلویہ النفس۔ الحیوان۔ الاخلاق المراۃ اثولوجیا (اسحاق

ابراہیم ابوبشر۔ ابوروح حنین۔ قطا۔ ابن ناعمہ ابن بطریق حجاج بن مطر نے مل جلکر ترجمہ کیا۔

کتب افلاطون۔ کتاب السیاسیہ (حنین) مناسبات (یحیی بن عدی) النوامیس (حنین ویحییٰ) طیماوس (ابن بطریق) مکتوب افلاطون بنام افرطن وکتاب التوحید الحس واللذت (یحییٰ بن عدی) اصول ہندسہ (قسطا بن لوقا) ان کے علاوہ دیگر فلاسفر یونانی کی کتب عہد مامون میں کثرت سے ترجمہ ہوئیں[۱]

ان ترجموں نے عربوں کے عقل ودماغ پر اثر کیا پھر عربی فصاحت وتمدن پر اپنے نقوش قایم کئے۔ ہارون مامون نے علما واطبا وحکما کی جیسی قدر ومنزلت کی اس کی مثال کم تاریخ میں ملتی ہے جبریل بن بخت یشوع ہارون ۔ مامون کا درباری طبیب تھا۔ وزرائے برامکہ کا بھی معالج تھا جب یہ مرا ہے بقول علامہ جلال الدین قفطی آٹھ لاکھ درہم اپنے پسماندوں کے لیے چھوڑے تھے[۲]

ہیئت

مامون کے عہد میں یحیی بن ابی منصور نے ایک فلکی زائچہ مرتب کیا جس کی تیاری میں سند بن علی کی شرکت تھی۔ اور سند بن علی نے ۲۱۸ھ و ۲۱۹ھ میں خالد بن عبد الملک مروزی کے ساتھ ہی کام کیا تھا اسنے رصدین بھی تالیف کیں اور ان دونوں علما نے علی بن عیسیٰ اور علی بن البحتری کو اپنے ساتھ لے کر فلکی مشاہدات کئے اور شہر رقہ اور شہر تدمر کے مابین خط نصف النہار کا قیاس واندازہ کیا۔ احمد بن عبد اللہ بن حبش نے تین زائچے

---

[۱] ماخوذ از کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۴۴۳-۴۴۴ [۲] اخبار الحکما قفطی ذکر بخت یشوع

کواکب کی حرکات کے بارے میں تالیف کئے اور مامونی عہد کے انہیں عرب علماء فلک نے سورج گہن اور چاند گہن کے وقوع اور مدار ستاروں کے طلوع و غروب وغیرہ کا حساب لگایا اور ان سیاہ دھبوں کو دریافت کیا جو قرص آفتاب میں ہیں۔ اعتدال ربیعی اعتدال خریفی کو رصد کے ذریعہ درست طور پر جانچا اور فلک البروج کے منطقہ کا میل اندازہ لگا کر دریافت کیا۔[۱]

مذکورہ بالا عرب علما میں درجہ اجتہاد اور رتبہ امامت محمد بن ابراہیم بن جبیب الفزاری کا تھا صاحب کشف الظنون لکھتا ہے "و اول من عملہ فی الاسلام ابراہیم بن جبیب الفزاری ومن الکتب المصنفہ فیہ تحفتہ الناظر وبہجتہ الاذکار وضیاء الغین"[۲] احمد بن محمد نہاوندی نے شہر جندی سابور میں اجرام سماویہ کو رصد کیا اور ۱۸۶ھ ۸۰۲ء میں نئی جدید زائچ تالیف کی جنکا نام "المستعمل" رکھا یہ فلکی تحقیقات ہی عہد ہارون سے لگا ہوا تھا۔ موسیٰ خوارزمی جسکا ذکر آچکا ہے اسکا ہی معاصر فیلسوف عرب کندی تھا جس نے مدارس اسکندریہ وزتینیہ کی کتابوں کی مدد سے حساب ہندسہ حکمت نجوم حوادث۔ جو ئیہ اور طب وغیرہ علوم وفنون میں دو سو کتابیں ترجمہ و تصنیف و تالیف کیں کندی کا شاگرد ابو معشر فلکی تھا جسکی زیچ ابو معشر مشہور ہے[۳] فلکیات ہیں موسیٰ بن شاکر کے بیٹے محمد احمد حسن جو امرائے عہد سے تھے انھوں نے خود اس فن میں اپنی تمام مساعی صرف کر دیں اور عرب علما کی زیچوں کو صحیح کیا اور اسکا تکملہ کیا۔ نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ فاسی ستہ شمس میں حرکت آفتاب کا صحیح اوسط دریافت کیا شہر بغداد کے

---

۱ تاریخ عرب موسیو صفحہ ۵۰۷ ۲ کشف الظنون جلد ا ۳ تاریخ عرب صفحہ ۲۷۶

مشہور دروازہ طاق کے متصل دریائے دجلہ کے ایک پل پر جو رصد خانہ تھا اس رصد خانہ میں یہ برابر فلکی مشاہدات کرتے رہتے اور منطقۃ البروج کے وسط کا میل انھوں نے دریافت کیا اور اس کی حد بھی مقرر کر دی کہ یہ میل (جھکاؤ) اتنا ہوتا ہے اسی طرح عروض قمر سے عرض اکبر کے حسابوں کا فرق بھی معلوم کر لیا۔ ان بھائیوں میں بڑا محمد تھا جس نے کواکب سیارہ کی تقویمیں تیار کیں ثابت بن قرہ علم الفلک میں اسکا ہی شاگرد تھا سنہ ۲۵۹ھ میں فوت ہوا اس کے علاوہ اور بھی ماہرین علم ہیئت تھے جنھوں نے علم الفلک میں گراں قدر سرمایہ چھوڑا اس فن میں عربوں کی مہارت فن اور کمال کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ بعض فلکی علماء نے ایسے مکانات بنائے تھے، جن میں آسمان تھا آسمان پر تارے تھے۔ بادل تھے۔ بجلیاں تھیں سب ہی کچھ تھا دیکھنے والے کو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ سچ مچ آسمان کے نیچے کھڑا ہے[۱]

غرضکہ عربوں نے علم ہیئت کو بھی دیگر فنون کی طرح کمال پر پہونچا دیا اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آفتاب زمین سے کتنا بلند ہے اسکا حساب بھی عربوں ہی کا کارنامہ ہے[۲] آلات رصد میں اسطرلاب بھی عربوں کا ایجاد کردہ ہے۔ الفزاری کے متعلق ابن ندیم کا بیان ہے۔

وہو اول من عمل فی الاسلام اسطرلاباً و عمل مسطحاً و مسطحاً[۳]

ابو عبداللہ محمد بن موسیٰ خوارزمی کی جتنی توصیف کیلئے وہ کم ہے جہاں اسنے الجبر مقابلہ ایجاد کیا ہیئت کا بھی بڑا ماہر تھا۔

---

[۱] المقری نفح الطیب جلد ۲ صفحہ ۲۲۱ [۲] تاریخ فلک العربی صفحہ ۵۴ [۳] الفہرست صفحہ ۳۸۱ و ۳۸۰۔

وہو من اصحاب علوم الہیتہ[۱]

متوکل باللہ کے زمانہ میں ممتاز سربرآوردہ ہئیت دان اور ماہر کا ابوالعباس احمد الفرغانی تھا جس نے متوکل کے لیے فسطاط مصر میں ایک نیل پیما تیار کیا تھا اس کی بے نظیر کتاب المدخل الی ہیئۃ الافلاک ہے۔

موجد آلات رصد مامون کے رصد خانہ کے بعد رصد خانہ بنو شاکر کا تھا بغداد میں ۸۵۰ء – ۲۳۶ھ ۔ ۸۷۰ء – ۲۵۷ھ موسیٰ بن شاکر کے بیٹوں نے اپنے مکان میں بنایا تھا۔ بغداد میں ہی نائب سلطنت سلطان شرف الدولہ دیلمی نے ۹۸۲ء – ۳۷۲ھ میں اپنے قصر میں رصدگاہ قایم کی تھی جہاں عبدالرحمٰن الصوفی احمد الصاغانی اور ابوالوفا بوزجانی تھے الصوفی کی کتاب الکواکب الثابتۃ المصور اس کی یادگار ہے۔ اس زمانہ میں علی بن یونس متوفی ۱۰۰۹ء – ۳۹۹ھ اور دوسرا الغ بیگ سمرقندی (۱۳۹۳ء) ایک دوسرے بویہ رکن الدولہ ۹۳۲ء – ۳۲۱ھ) کے دربار میں ابو جعفر الخازن الخراسانی نے میل طریق الشمس کی ازسرنو تعین کی اور ارشمیدس کے ایک پرانے سوال کا بھی سادات کے ذریعہ حل شائع کیا علامہ ابوریحان محمد بن احمد البیرونی ۹۷۳ء – ۳۶۳ھ ۔ ۱۰۴۸ء – ۴۴۰ھ) کی عمر کا بڑا حصہ ہئیت و نجوم کے مطالعہ میں گذرا اس کی کتاب القانون المسعودی فی الہیتہ والنجوم اس وقت کی ہئیت کے سارے شعبوں پر حاوی ہے۔ البیرونی حساب میں بھی اتنا ہی ماہر تھا التفہیم لاوئل صناعتہ النجوم ہندسہ و ہیئت میں اس کی ایک دوسری کتاب الآثار الباقیہ ریڈورڈز اخاو پروفیسر جامعہ برلن نے اس کتاب

---

[۱] کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۲۷۹

کی بڑی تعریف کی ہے اور اس زمانہ کے عرب اور دیگر مسلمان محققین کے کارناموں کو پیش نظر رکھ کر لکھا ہے کہ اگر چوتھی صدی ہجری میں امام ابوالحسن اشعری اور امام ابوحامد غزالی کا مذہبی اور صوفیانہ رنگ مسلمانوں پر نہ چھا جاتا تو عرب قوم گلیلو۔ کیپلر اور نیوٹن جیسے بلند پایہ محقق پیدا کرنے والی قوم ہوتی ہے"

سلجوق سلطان، جلال الدین ملک شاہ کی رصدگاہ واقع رے یا نیشاپور میں عمر بن ابراہیم الخیامی (۱۰۳۸ء-۱۰۲۳ء) کے کارنامہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں اس کی تاریخ الجلالی کی خوبیاں جس سے پانچ ہزار سال میں صرف ایک دن کی غلطی پیدا ہوتی ہے اور جبر و مقابلہ[۱] کی کتاب جس میں ثنائی مساواتوں کا جبری و ترسیمی حل مع ترتیب و تحلیل مساوات بھی سمجھایا گیا ہے

تیسرا علمی دور المتوکل سے مستعصم تک کا ہے۔ آخری خلیفہ بنی عباس کو ہلاکو کے ہاتھوں پامال کرانے والا محقق طوسی جس نے ۱۲۵۹ء / ۶۵۷ھ میں مقام مراغہ اپنی زیر نگرانی بحکم ہلاکو رصدگاہ بنوائی یہی "زیج ایلخانی" کا مصنف ہے اس نے اقلیدس کی تعریفات و اصول موضوعہ پر تنقید کی علم المثلثات۔ کتاب المتوسطات بین الہندسہ والہیئہ۔ نزہت الناظر التذکرہ فی علم الہیئہ اس کے علمی کارنامہ ہیں اس کے شریک کار رصدخانہ میں علامہ قطب الدین شیرازی اور کمال الدین فارسی مولف تنقیح النظر جس نے قوس قزح کی ہندسی توجیہ کی ہے وہی ہے جو سولہویں صدی عیسوی میں ڈیکارٹس نے شائع کی۔[۲]

ریاضی | فن ریاضی پر عرب حکماء نے جو علمی نظریہ ہندسہ میں قائم کئے جسکا تذکرہ

---

[۱] کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۳۸۸ [۲] ایضاً

اوپر کیا جا چکا ہے جبر و مقابلہ کا موجد خوارزمی تھا اس کے بعد اس علم کا بڑا ماہر ابو کامل شجاع بن اسلم ہے جسکی مشہور کتاب الشامل ہے۔

ابو کامل شجاع بن اسلم کتابہ الشامل وہو من احسن الکتب فیہ ■
من احسن شروحہ شرح القرشی[1]

فن ریاضی کے سلسلہ میں علم مثلث میں بھی عربوں نے بہت کچھ کام کیا نسبت مثلثہ کے عداد میں عربوں ہی نے سب سے پہلے حماس (ٹنجینٹ) کو داخل کیا مناسب جیوب کا قانون بھی عربوں ہی کے انکشاف کا نتیجہ ہے اور ان کے فخر کو یہ کافی ہے کہ کروی مثلثات کے حل کا عام قاعدہ انہیں نے بنایا نظیر حماس اور قاطع اور ان کی نظیران چیزوں کے لیے جدولیں بھی سب سے پہلے عربوں نے تیار کیں اور واقعہ تو یہ ہے کہ علم المثلثات میں عربوں نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی کہ اس پر اضافہ ہو گا"

کیمیا

فن کیمیا کے ایجاد کا سہرا شہزادہ خالد بن یزید اموی کے سر ہے ہوس کے ذوق میں یہ کام اسنے شروع کیا مگر نئی راہیں سامنے آئیں جس سے جدید کیمیا دی اکتشافات ہوئے تو اسنے ایک معمل قائم کیا او علماء کو بلوا کر کتب طب کے کلی ترجمہ کرائے۔

ابن ندیم کا بیان ہے۔

خالد نے چند مصری علما طلب کئے جنہوں نے دمشق میں رہکر علمی کتابو

---

[1] قرون وسطیٰ میں عرب و عجم کے حکما کی علمی تحقیقات صفحہ ۱۹ از علامہ محمد عبدالرحمن صدر حیدرآباد اکاڈیمی

کے ترجمے کیے ان علما میں ایک پادری مرنایونس تھا جس نے خالد کو علم کیمیا کی تعلیم دی اور اصطفان نے اس فن کی کتابیں عربی میں خالد کے لیے نقل کیں[1]

البیرونی خالد کو اسلام کا سب سے پہلا حکیم لکھتا ہے[2]۔

خالد کے شاگرد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تھے جن کے فن کیمیا پر چند رسائل تھے[3] جابر بن حیان جو فن کیمیا کا امام کہا جاتا ہے وہ انکا ہی شاگرد تھا عہد بنی عباس میں جابر کے شاگردوں نے اس فن کو ترقی دی یہی لوگ بنیادی اصول کے قائم کرنے والے تھے ان عرب کیمیا گروں نے اپنے تجربی تحقیقات اور ان کے مختلف ذرائع مثلاً تحلیل۔ کشید قلما وکلنا تبخیر تخلیص ترکیب وغیرہ کی کامل توضیح کی اور متعدد نئے مرکبات خالص حالت میں تیار کیے اور ان کے صحیح خواص بھی دریافت کیے۔

معدنی تیزاب اور نباتاتی قلویات انھوں نے معلوم کیے ان تمام پر وہ مجتہدانہ نظر رکھتے تھے اور ان عربوں نے بہت سے قدیم کیمیادی نظریات کو باطل کردیا تھا مادہ کو مرکب کی صورت میں دنیا کے سامنے عربوں نے پیش کیا۔ ابن اثیر کا قول ہے کہ عربوں نے بعض ایسی دوائیں ایجاد کی تھیں کہ اگر وہ لکڑی پر مل دی جائیں تو آگ ان پر اثر نہیں کرتی تھی۔

---

[1] ابن خلکان جلد ا صفحہ ۱۶۸ [2] آثار الباقیہ صفحہ ۳۰۲ [3] الفہرست ابن ندیم

مورخ موسیو سید یو اپنی تاریخ میں لکھتا ہے۔

دوا سازی کیمیاوی طریقہ پر دوا سازی کرنے والے دواخانے عرب ہی نے قایم کئے اور فن دوا سازی جسے آجکل قواعد تحضیر الادویہ کے نام سے شہرت دی جاتی ہے یہ عرب کے کیمیاوی دوا سازوں ہی کا ستردکہ ہے۔

بہت سے نادر معدنی استکشافات عربوں کے ذریعہ ظہور میں آئے کبریتک۔ بار معشر اور سار ملکی کی ترکیب اور پارہ نکالنے اور ان کو ہل کے جوہروں کا خمیر اٹھلنے اور ایسی ہی دیگر کیمیاوی باتوں کا پتہ ابو موسیٰ جعفر کوفی کی تالیفات سے ملا جو آٹھویں صدی عیسوی میں مشہور عالم ہوا ہے ابن وحشیہ کی بھی فن کیمیا پر تصنیف کتاب الاصول الکبیر فی الصنعۃ مشہور ہے[۱] عثمان بن سوید ابو جری الاخمیمی جسکی کتاب الکبریت الاحمر ہے[۲]

معدنیات حیوانیات و نباتات سے بھی عربوں کو لگاؤ تھا عطارد بن محمد الحاسب کی کتاب منافع الاحجار کے سوا شہاب الدین التفاشی کی ازہار الافکار فی جواہر الاحجار ہے ان میں ۲۴ قیمتی پتھروں کا محل وقوع جغرافی حالات صفائی حقیقی وخیالی اثرات بیان کئے ہیں بلینوس اور ارسطو کے نام نہاد رسالوں کے سوا صرف عرب مصنفیں ہی کے حوالہ درج ہیں البیرونی کی بھی اس بحث پر ایک کتاب ہے علم نباتات میں عربوں نے ایک استاد کی حیثیت اختیار کرلی تھی۔ اس علم میں ابو عثمان ابن بیطار

---

[۱] الفہرست ابن ندیم صفحہ ۵۰۴ [۲] ایضاً

اور رشید الدین ابن صدری غیر فانی شہرت کے مالک ہیں رشید کے ساتھ مصور رہتا تھا جو جڑی بوٹیوں کی تصویر کھینچتا تھا۔[1]

ماہرین علم نباتات میں ابن الصوری کا جواب نہیں ملتا[2]

طبعیات

عربوں نے اولاً طبعیات میں تجربہ اور مشاہدہ اور آلات کے ذریعہ سے کسی چیز کے ثبوت کرنے کے بجائے باریک اور دقیق منطقی استدلال سے کام لیا غلطیاں اس سے درست نہ ہوسکیں اس واسطے ہیولیٰ اور جزء لا تجزی اور صورت نوعیہ وجسمیہ اور حسر طبعی اور خلا رکی نازک بحثوں کو اور بھی دقیق کردیا اور کائنات الجو اور اجرام فلکی اور عناصر اربعہ کی ماہیت کی تحقیق کرنے سے قاصر رہے باایں ہمہ انھوں نے اس علم میں بعض نہایت کارآمد چیزوں کی تحقیق کی ہے جیساکہ محمد بن ذکریا نے اسباب قوت جاذبہ مقناطیسی پر نہایت عمدہ رسالہ لکھا ہے پھر تو عربوں نے حکمائے یونان کی تحقیقات نظرانداز کرکے حسب عادت ایں بہت کچھ اضافہ کیا آلات بنائے جن کے ذریعہ نقل نوعی تک کا حساب رکھتے ایسے ایسے پیمانہ تیار کئے کہ ایک گرام ۴۰۰۰ حصے کم وزن کا فرق تک معلوم کرلیتے تھے نظریہ جذب کے متعلق بھی انکے بہت سے اقوال ملتے ہیں[3] روشنی کے متعلق بھی ان کے مستقل نظریات ہیں کہ اس سے پہلے کسی کی رسائی ذہن وہاں تک نہ ہوئی تھی اس کی بدولت دوربین کی ایجاد ہوئی

---

[1] ابن ابی اصیبعہ طبقات الاطبا جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ [2] عیون الانبا فی طبقات الاطبا جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ شیخ موافق الدین احمد بن قاسم بن ابی اصیبعہ متوفی ۶۵۲ھ صفحہ ۲۲ بسائط علم الفلاحۃ [3] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا

امراض چشم اور ان کی تشریح کے متعلق بھی عربوں کا بہت سا تحریری مسالہ موجود ہے[۱]

طیارہ کا اولین تصور

فضائے آسمانی میں پرواز کا خیال بھی سب سے پہلے عربوں کو آیا اب سے پیشتر اس معاملہ کی طرف جسکا ذہن منتقل ہوا وہ عباس ابن فرناس تھا نفح الطیب میں تحریر ہے کہ

عباس نے اپنے جسم کو فضا میں اڑانے کی کوشش کی پہلے تو اس نے اپنے بدن پر پر چڑے پھر دو بازو تیار کیے جیسے چڑیوں کے ہوتے ہیں اس کے بعد اس نے فضا میں کافی عرصہ تک پرواز کی لیکن یہ پہلا تجربہ اس کے لیے ایک حد تک تکلیف دہ ثابت ہوا اترتے وقت اس کے جسم کے پچھلے حصہ میں کچھ چوٹ آئی اسے یہ نہیں خیال رہا کہ پرندہ اترتے وقت اپنے پچھلے حصہ سے زیادہ مدد لیتا ہے عباس نے یہ غلطی کی کہ دم نہیں بنائی[۲]

قانون

قانون باجہ بھی عربوں کی ایجاد ہے نصاب بغدادی نے موسیقی میں زریاب ایجاد کیا قانون کی ابتدائی شکل معلم الثانی ابونصر فارابی کی دی ہوئی فارابی نے دو لکڑیوں سے ایک باجہ ایجاد کیا تھا ان لکڑیوں کی ترتیب میں جب ذرا سا تغیر کر دیا جاتا تھا تو مختلف قسم کے راگ نکلتے تھے فارابی امیر سیف الدولہ حمدانی والی موصل کے دربار سے متعلق تھا۔ حمدانی نے اس سے سوال کیا کہ تم کو گانے بجانے کا بھی شوق ہے فارابی نے اثبات میں جواب دیا پھر اپنی جیب سے ایک خریطہ نکالا اسے کھولا اور اس میں سے دو لکڑیاں نکالیں انھیں ایک خاص انداز میں

---

[۱] تاریخ الفزیکس صفحہ ۲۳ [۲] نفح الطیب المقری جلد ۲ صفحہ ۲۳۱

ترتیب دیا اور بجانا شروع کیا اہل محفل پر یہ اثر ہوا کہ تمام لوگ ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ گئے اس کے بعد لکڑیوں میں خفیف سا تغیر کر دیا اور بجانے لگا نتیجہ یہ ہوا کہ حضار مجلس پر غنودگی طاری ہوگئی اور سب سوگئے فارابی نے لکڑیاں جیب میں رکھیں اور چلتا ہوا جب سیف الدولہ کو ہوش آیا تو معلم انسانی کو ڈھونڈوا کر بلایا اور انعام واکرام سے نوازا[1]

طب طب میں عہد بنی عباس میں بہت سی تصانیف ہوئیں ہارون کے طبیب یحییٰ بن ماسویہ نے بتیس کتب طب کی شرحیں لکھیں حنین نے ماموں کے عہد میں بقراط جالینوس کی کتب کا ترجمہ کیا جیسا کہ ذکر آچکا ہے محمد بن زکریا رازی علی بن عباس مشہور طبیب تھے آخر الذکر نے دس جلدوں میں قواعد طب کے لکھے ابن سینا مشہور ومعروف ہے ابن سینا اور زکریا کی تالیفات کثیر التعداد ہیں سینا نے ۴۲۸ھ میں وفات پائی۔

علم جراحی ناصر باللہ کے زمانہ میں علم جراحی نے خاص ترقی کی اس سے پہلے عہد معتصم میں یوحنا بن ماسویہ نے ۸۳۶ء میں نوبیہ سے ایک بندر تحفہ میں آیا تھا اس کی نعش پر عمل جراحی کر کے چند ابتدائی باتیں معلوم کیں مگر ناصر کے عہد میں بغداد میں حکیم عبداللطیف المصری نے بارہویں صدی میں اس علم کی طرف توجہ کی حسن اتفاق اس کو ایک جگہ انسانی ہڈیوں کا ایک بڑا انبار مل گیا اس نے ہر ہڈی کی تحقیق کی اور ان کی ساخت ترتیب وغیرہ سے متعلق متعدد نئی معلومات فراہم کیں وہی علم تشریح کے بنیادی اصول قرار پائے اسنے مفصل ایک

---

[1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷۷، [2] تاریخ اطبا صفحہ ۱۹۵، [3] تاریخ عرب میو صفحہ ۲۲۴

رسالہ اس فن پر لکھا۔

سب سے زیادہ علم جراحت سے متعلق انکشاف زکریا رازی نے کیا عمل بالید سرجری اور آلات وغیرہ کے استعمال میں یدطولی تھا ابوالقاسم بن عباس الزہراوی کو خاص امتیازی درجہ حاصل ہے[1]

جڑی بوٹی جڑی بوٹی کی تحقیق و تفتیش میں عربوں نے اپنی توجہ مبذول کی اور اس کو بھی کمال پر پہونچایا غرضکہ فن دواسازی کے بانی ہونے کا فخر عربوں ہی کو حاصل ہے[2]

جغرافیہ فن جغرافیہ میں بھی عربوں کو تقدم کا شرف حاصل ہے یونانی وغیرہ کتابوں کے ترجمے کئے گروہ ناکافی تھے خود اس فن پر توجہ کی اپنے مشاہدات و تجربات سے اسکو وسیع معلومات کیا بطلیوس کی اغلاط کی تصحیح کی سکے یعقوب کندی نے بانیوس کے جغرافیہ کا ترجمہ کیا اس کے بعد سے خود انھوں نے اپنی تحقیق سے کتابیں لکھنا شروع کیں کیونکہ حرب حج بیت اللہ کے سوق سمت کعبہ کی صحیح تعین کی ضرورت اور سیر و سیاحت و تجارت کے شغلوں سے ان کی جغرافی معلومات بہت وسیع ہوگئی تھیں متعدد شہروں کے عرض بلد اور طول بلد انھوں نے دریافت کئے۔

ساتویں اور نویں صدی میں مسلمان تجار ایک طرف مشرق میں بری اور بحری راہوں سے چین پہنچے دوسری طرف جنوب میں انجبار راد۔ افریقہ کے بعید ترین

---

[1] آلات الطب والجراحت عند العرب صفحہ ۳ [2] تاریخ تمدن الاسلامی زیدان جلد ۳ صفحہ ۱۸۱
[3] تاریخ التمدن الاسلامی جلد ۳ صفحہ ۱۸۱

سواحل کا پتہ چلایا مغرب میں بحر ظلمات کے کناروں تک جا پہنچے اور شمال میں روس
کے اندر تک سرایت کر گئے۔ سیراف کے سلیمان التاجر نے مشرق بعید کی سیاحوں
کا حال ۸۵۱ء / ۲۳۹ھ میں لکھا یہ پہلی کتاب ہے جس سے ہند کے ساحل کی نسبت
عربوں کی معلومات کا پتہ چلتا ہے ابن واضح یعقوبی نے اپنی کتاب البلدان میں
معمولی جغرافیہ معلومات کے ساتھ معاش معادات کا اضافہ کیا قدامہ جو عیسائی
پیدا ہوا اور مشرف باسلام ہو کر بغداد میں ۲۸ء / ۳۱۶ھ کے لگ بھگ مالگذاری کا محاسب
تھا اور اپنی کتاب الخراج میں خلافت بنی عباس کے صوبجات کی تقسیم سالانہ
آمدنی اور نظام رسل و رسائل پر بحث کی ہے اس نوع کی جغرافی کتابوں میں
ابن رستہ کی الاعلاق النفیسہ ۹۰۳ء / ۲۹۰ھ اور ابن الفقیہ الہمدانی کی کتاب
البلدان بھی قابل ذکر ہیں الاصطخری ۹۵۰ء / ۳۲۹ھ کی مسالک والممالک کے
جغرافیہ میں مختلف ملکوں کے نقشے مختلف رنگوں میں دئے گئے ہیں مسعودی کے
بعد دوسرا مصنف ہے جو سجستان کی ہوا چکیوں کا ذکر کرتا ہے۔ اس کے کہنے
پر ابن حوقل ۹۴۳ء / ۳۳۲ھ نے جو اسپین تک سفر کیا تھا اس کی کتاب اور نقشوں کی
نظر ثانی کی المقدسی کی کتاب احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم بڑی عجیب
بیان کی جاتی ہے اس دور کا یمن کا جغرافیہ داں اور آثار قدیمہ کا تذکرہ نویس
الحسن بن احمد الہمدانی جو صنعا کے محبس میں ۹۴۵ء / ۳۳۴ھ فوت ہوا اپنی تصنیفات
الاکلیل اور صفۃ جزیرۃ العرب کی وجہ سے قابل ذکر ہے اس دور میں
سیاح الارض المسعودی نے بھی نشو و نما پائی جس کا ذکر مورخین میں آئے گا
بنی عباسیہ کی خلافت کے آخری زمانہ یاقوت بن عبداللہ الحموی ۱۱۷۹ / ۱۲۲۹ء

مطابق ۵۷۶۲۶ء مشرقی مسلمانوں میں سب سے بڑا جغرافیہ نویس تھا اس کی کتاب معجم البلدان حلب میں مکمل ہوئی یہ انسائکلو پیڈیا نہ صرف اس دنیا کی جغرافی معلومات کا معدن ہے بلکہ تاریخ اقوام دینی نوع انسان اور حیوانات ونباتات کی گراں قدر معلومات سے مملو ہے یاقوت کی دوسری تصنیف معجم الادبا بھی اس پایہ کی کتاب ہے۔ ابو معشر بغدادی متوفی ۸۸۶ء ۲۷۲ھ کا طبعی جغرافیہ جس میں سمندروں کے مدوجزر کا تقریباً صحیح نظریہ یعنی شمس وقمر کا سمندر کے پانی پر اثر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے[۱]

تاریخ عربی تاریخ کا سرچشمہ صرف عرب کے اشعاروں کی ضرب المثلوں کے مجموعے اور آغانی ہی نہیں ہیں بلکہ ان میں بے شمار مورخین بھی گذرے ہیں جنہوں نے مختصر ومفصل تاریخیں قابلیت کے ساتھ تالیف وتصنیف کی ہیں اور ان سے عربوں کے حالات کا پتہ چلتا ہے چنانچہ حاجی خلیفہ نے عرب مورخین کی ایک ہزار تین سو تاریخی تصانیف کا شمار کرایا ہے اور یحیٰی آفندی نے اپنی کتاب "النتائج" میں لکھا ہے کہ عرب مورخین کی تصانیف تاریخیہ نہایت خوش ترتیب ہیں[۲]

تاریخ دیسرے مسلمانوں کو ولی شغف تھا دولت بنی امیہ کے عہد میں اس پر خاص توجہ ہوئی ابن مقفع (۷۵۰) سیر ملوک العجم

محمد بن اسحاق (۷۶۸ء ۱۵۱ھ) نے آنحضرت صلعم کی حیات طیبات لکھی جو ابن ہشام

[۱] قرون وسطیٰ میں عرب اور عجم کے حکماء کی تحقیقات صفحہ ۱۹ [۲] تاریخ عرب بیو صفحہ ۴۵۲

کی صورت میں (۸۳۴ یا ۲۰۹ھ) میں شہرت پذیر ہوئی ابن قتیبہ صابی کے ۱۹۰ھ میں تاریخ لکھی اور موسیٰ ابن عقبہ (۵۸ھ یا ۲۹) الواقدی (۸۲۳ یا ۲۰۸ھ) کی کتاب المغازی ابن سعد (۸۴۵ یا ۲۳۰ھ) کی طبقات عبدالحکم (۸۷۰ یا ۲۵۷ھ) کی فتوح مصر اخبار اہل احمد بن یحییٰ البلاذری (۸۹۲ یا ۲۷۹ھ) مصنف فتوح البلدان و انساب الاشراف ابی عمر محمد بن یوسف الکندی ۲۲۶ھ تاریخ قصاد مصر ابن قتیبہ (محمد بن مسلم الدینوری (۸۸۹ یا ۲۷۶ھ) کی کتاب المعارف احمد بن داود الدینوری ۸۹۵ یا ۲۸۲ھ کے اخبار الطوال حمزہ الاصفہانی متوفی ۹۶۱ء اور ابن واضح الیعقوبی ابن مسکویہ صاحب تجارت الامم ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۹۲۳ یا ۳۱۰ھ کی اخبار الرسل والملوک۔ ابوالحسن عزالدین ابن الاثیر موصلی مصنف الکامل فی التاریخ ۲ جلد (۱۲۳۴ یا ۶۳۰ھ) ابوالفدا (۱۳۳۱) البدایۃ والنہایہ علامہ شمس الدین بن محمد بن احمد مصری الذہبی ۱۳۴۸ یا ۷۴۸ھ مصنف دول الاسلام[1]۔ الطبری نے اپنی معلومات فراہم کرانے کے لئے ایران عراق شام اور مصر کا سفر کیا بقول یاقوت حمیری الطبری نے ۴۰ سال تک روزانہ ۴۰ ورق لکھے ابوالحسن علی المسعودی نے تاریخ نویسی کے قدیم طریقہ سنہ واری اور واقعہ نگاری کو چھوڑ کر تنقیدی و سلسلہ وار طریقہ کو رواج دیا۔ ابن خلدون نے بھی اس طریقہ کی تقلید کی (۹۵۶ء ۱۵۰۱ء) مسعودی کی تیس جلدوں والی تصنیف کا ایک خلاصہ موسوم بہ مروج الذہب و معادن الجواہر جو تاریخی واقعات کو ۲۲۹ء ۹۴۷ یا ۳۳۵ھ تک پہنچاتا ہے[1]۔ بنی عباسیہ کے آخری دور میں شمس الدین احمد بن محمد بن خلکان ۱۲۸۲ یا ۸۰ شام کے صدر قاضی مصنف وفیات الاعیان و انباء الزمان تھا اس

---

[1] کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۲۲۶

کتاب میں ۵۹۶۵ سربرآوردہ تاریخی مسلمانوں کے سوانح حیات نہایت صحت کے ساتھ لکھے ہیں۔

علامہ احمد نویدی شافعی کی نہایت العرب فی فنون الادب ۱ جلدوں میں ہے تفسیر وحدیث فقہ وادب وغیرہ ذکر کیا جائے تو مضمون بہت بڑھ جائیگا بہتر اور جامع تفاسیر اور حدیث کے مجموعہ عہد بنی عباس میں ہی مرتب ہوئے ان کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے الفہرست ابن ندیم اور کشف الظنون کا مطالعہ ضروری ہے۔

علوم وفنون کی ترقی کا یہ مختصر تذکرہ عہد بنی عباس کا ہے جو اس جگہ پیش کیا گیا اس سے ہی عربوں کے نظریات وخیالات کی ندرت کاریوں سے ایک عالم کو محو حیرت بنا رکھا تھا۔

جب عرب عیش وعشرت کے میدان میں اترے تو اس میں بھی وہ سب سے بازی لے گئے اور اس کی بزم آرائیاں آج تک لوگوں کی زبانوں پر اور کتابوں کے اوراق پر محفوظ ہیں۔

انھوں نے جب شعر وشاعری کی طرف توجہ کی تو اس میں ایسا کمال پیدا کیا کہ میدان میں کوئی حریف نہیں رہ گیا۔

فنون لطیفہ میں بھی ان کے کارنامے مشہور ومعروف ہیں جب انھوں نے تعمیر پر نظر عنایت کی تو ایسے قصور ومحلات تیار کئے کہ دنیا میں جنت کا نمونہ قائم کر دیا ان کی عمارتوں کی خوبی وخوشنمائی۔ سنگینی واستحکام اور تناسب وتناسق پر جب نظر پڑتی ہے تو عقل حیران رہ جاتی ہے بغداد وسامرہ بصرہ موصل رقہ

سمرقند[۵] کے محلات سے شعرا اور ادبا کیلئے اچھا خاصا میدان ہاتھ آگیا تھا مختلف شعرا نے اپنے اشعار میں اور ادبا نے اپنی نثر میں ان عمارتوں کے کمالات اور خصوصیات حسن و جمال تشریح و تعبیر اور اصلی تصویر کھینچنے میں اپنا پورا زور قلم صرف کر دیا تھا۔

غرضکہ ممالک اسلامیہ میں حضارت و تمدن کے جو نمونہ قائم کئے وہ ایسے ہیں کہ عصر حاضر کے بڑے بڑے علما بھی ان کا اعتراف کرتے ہیں۔

خلفائے عباسیہ کی شان و شوکت

خلفائے عباسیہ کے پاس بے شمار دولت تھی لشکر و فوج ان کے یہاں ہمیشہ نہیں رہتے تھے۔ جس پر وہ روپیہ خرچ کرتے اس سے وہ زیبائش و آرائش کیطرف متوجہ ہوگئے زیب و زینت کی انھوں نے عجیب و غریب چیزیں پیدا کر دیں لوگوں کو انعام و اکرام بے انتہا دیئے۔

منصور حج کو سریر خلافت پر متمکن ہونے کے بعد گیا تو لاکھ روپیہ اہل مکہ و مدینہ میں تقسیم کیا مہدی نے حج کے موقع پر ساٹھ لاکھ دینار خرچ کر ڈالے سیدہ زبیدہ عباسی ہارون کی ملکہ نے مکے تک پانی لانے کے لیے نہر کھدوائی جسمیں پینتیس لاکھ سے زیادہ دینار صرف ہوئے۔ زبیدہ عموماً لباس دیبا کا پہنتی جس کے استر میں سموریا قماش زربفت لگایا جاتا تھا اس کے کفش پا میں قیمتی موتی جڑے ہوئے تھے خلیفہ مامون نے ایک ہی دن میں چار لاکھ دینار خرچ کر ڈالے۔ جب یونان

---

۵ تاریخ عرب صفحہ ۱۹۲

کا سفیر آیا تو اپنی مجلس میں ایک درخت طلائی کھڑا کیا جس میں موتیوں کے پھل لگے ہوئے تھے۔ دو سو آدمیوں سے زیادہ کے لیے چٹھیاں لکھیں تھیں جن کسی نے اس چھٹی کو پایا اسکی چٹھی کی تحریر کے مطابق قطعۂ زمین اور اُس کی زراعت کے واسطے غلام وغیرہ مایحتاج مل گئے۔

کہتے ہیں کہ اُس کے قصر میں اڑتالیس ہزار بساط تھے جن میں ساڑھے بارہ ہزار زرلفتی اور طلائی تھے نیز اس قصر میں سات ہزار خواجہ سرا تھے جنمیں سے تین ہزار زنگی تھے سات سو چوکیدار سپاہی تھے جو قصر کے باہر قصر کی حراست کرتے تھے۔

خلیفہ معتصم نے بغداد کے قریب شہر سامرہ کو ایک اونچی زمین پر آباد کیا تھا اسکی آبادی میں بے انتہا روپیہ صرف کیا۔ اور اس میں گھوڑوں وغیرہ کے لیے اصطبل بنائے تھے جنمیں لوگ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ گھوڑے باندھے جاسکتے ہیں

خلفائے عباسیہ کی فخامت وشوکت حاصل ہوگئی تو شارلمین بادشاہ فرانس نے ہارون الرشید کو تحف و ہدایا بھیجے خلیفہ نے بھی اس کے مقابلہ میں اقمشہ نفیسہ۔عطر۔ آگ نکالنے والی لکڑی ایک ہاتھی اور ایک عظیم الشان خیمہ بھیجا اور ایک آواز دینے والی گھڑی بھیجی جسکا ذکر اوپر آچکا ہے۔[۱]

عہد بنی عباس میں ہر قسم صنعت وحرفت وتجارت منصور سے لیکر متوکل تک مسلمانوں کی معاشرت انتہائے کمال پر پہونچ گئی تھی یہ مسلمات سے ہے کہ راستوں میں پوری سہولتیں حاصل تاجر محفوظ بری وبحری باربرداری کا انتظام معقول لازمی

---

[۱] تاریخ عرب سیو صفحہ ۱۹۵

طور پر تجارت میں ترقی ہونا چاہیئے برکات خلافت نے رعایا ملک کو تحفہ امن وامان دے کر اپنی شان وشوکت کو انتہائے عروج پر پہنچا دیا تھا دار الخلافہ بغداد اعلے شہریت میں ڈھلا ہوا تھا بغداد سے شام ومصر موصل۔ فارس حدود کابل تک راستے محفوظ تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغداد تجارت کا مرکز بن گیا جس سے دولت و تمول میں بے حد ترقی ہوئی بغداد کے بعد بصرہ تجارتی منڈی تھا۔ کیونکہ بصرہ سے دجلے کے راستہ آمد تھی۔ اور بصرہ سے دوسری جگہ مال بھی جاتا تھا کھجوریں سفید کچی شکر فولاد روئی۔ شیشہ آلات۔ کپڑا وغیرہ دوسرے ممالک جاتے اور دوسرے ملکوں ہندوستان اور چین تک سے مسلمان تجار مال لاکر بغداد کے بازار میں فروخت کرتے تجارتی گرم بازاری نے ملکی مصنوعات کی مانگ کو بڑھا دیا جگہ جگہ صنعتی کارخانہ کھل گئے اور تھوڑے عرصہ میں عربوں نے معمولی صنعتوں کو اعلیٰ درجہ پر پہونچا دیا۔ اور بہت سی اشیا ایجاد کیں۔ گو بعض صنعتیں عہد بنی امیہ میں ترقی کی راہ پر لگ گئیں تھیں مگر عہد بنی عباس میں ان کو کمال تک پہونچا دیا

صنعت پارچہ بافی کو سلمان بن عبد الملک کے زمانہ میں ترقی ہوئی۔ چنانچہ مسعودی نے لکھا ہے۔

> اور اس کے زمانہ میں یمن کوفہ اسکندریہ میں رنگین اور عمدہ کپڑے بنے گئے اور لوگوں نے ان کپڑوں کے جبے چادریں پاجامے عمامے اور ٹوپیاں پہنیں[۱]

پارچہ بافی | چنانچہ عباسیوں کے زمانہ میں پارچہ بافی کی صنعت عروج پر تھی

---

[۱] مروج الذہب صفحہ ۶۱۱

خلافت کے ہر بڑے صوبہ میں کپڑا اتنا تیار ہوتا تھا کہ مقامی ضروریات پوری کرکے بڑی مقدار میں منڈیوں میں بھیجا جاتا تھا اور ہر صوبہ کا خاص کپڑا ہوتا تھا جس کو بڑی شہرت ہوتی تھی جنوبی عرب کی چادریں بہت مشہور تھیں یہی چادریں بعد کے زمانہ میں برد اور عدنی کہلانے لگیں کیونکہ یہ عدن میں بنائی جاتی تھیں اور وہیں سے دساور کی جاتی[1]

عراق ایران۔ یزد ابرقوبہ میں بھی کپڑے بنے جاتے اور دساور ہوتے[2] ہرات کے بنے ہوئے کپڑوں کی بڑی شہرت تھی[3] کوفہ اور اسکندریہ میں ریشمی کپڑے بنے جاتے[4] شہر تنیس میں بیش قیمت کپڑے بنتی۔ کتان کا کپڑا دبیقی زربفت اطلس مخمل، خراسانی وغیرہ تیار ہوتے تھے تنیس اور دمیاط (مصر) میں باریک تن زیب تیار کی جاتی اور سفید کپڑے کا تھان جس پر زردوزی کا کام ہوتا تھا جسکی قیمت تین سو دینار تھی[5] مسندیں اور شوخ رنگ فرش بھی دمیاط میں تیار ہوتے مسند کی بناوٹ میں زری کا تار استعمال ہوتا خاص ریشم کا نہایت بیش قیمت کپڑا دیباج بھی تیار ہوتا طالقان میں اونی کپڑے تیار ہوتے نمدا طالقان کا بہت مشہور تھا اونی فرش قالین یہاں بنتے یہاں کے بنے ہوئے گرم کپڑوں کی بہت شہرت تھی جو جبوں میں استعمال ہوتے ریشم اور کتان دونوں تیار کرنے کی صنعت کو بڑا فروغ ہوا بغداد میں حکومت کی طرف سے ایک محکمہ صاحب الطراز قائم ہوا جو پارچہ بافی کے کارخانوں کا نگران تھا شاہی لباس بھی وہیں تیار ہوتے

زیور | زیور بنانے کی صنعت کو بھی بڑا فروغ تھا سادہ کار اپنے کمالات زیور دل

---

[1] ابن محمد من ورق ۸۲ [2] ابن حوقل صفحہ ۲۱۴ [3] ایضاً صفحہ ۲۵۲ [4] مسعودی جلد ۸ صفحہ ۳۶۰
[5] مقریزی جلد ا صفحہ ۱۰۳ [6] معجم البلدان

تک محدود نہ رکھتے تھے بلکہ بعض جانوروں کے مجسمہ بنا کر خلیفہ کے حضور پیش کئے جاتے مقریزی نے لکھا ہے کہ

مہرجان کے موقعہ پر ایک مرتبہ دربار خلافت کے ایک امیر کو سونے کا بنا ہوا ہاتھی عطا کیا گیا تھا جسکی آنکھیں لعل کی تھیں[۱] فاطمی خلیفہ جو عہد بنی عباس میں مصر کے حکمراں عرصہ تک رہے انکے خزانہ میں اس قسم کی صناعی کے نوادر بڑی تعداد میں موجود تھے مثلاً سونے کا ایک مور جسکی آنکھیں لعل یمنی کی تھیں مینا کاری شیشے (الزجاج المینا) کے پر تھے ۔ اور ان پر سونے کا ملمع کیا ہوا تھا ایک مرغ تھا جسکی کلغی لعل مروارید اور دیگر جواہرات سے مرصع تھی ایک ہرن تھا جس کے پیٹ کو سفید رنگ دینے کیلیے موتیوں سے بنایا گیا تھا انسے زیادہ قیمتی کھجور کا ایک درخت اور طلائی باغ تھا جو صناعی کے شاہکار سمجھے جاتے تھے تمام باغ سونے اور چاندی سے بنایا گیا تھا اور جواہرات کی مینا کاری سے مرصع تھا[۲] مقریزی نے ایک سنگ یشب کی چیز کا ذکر کیا ہے جو مایدہ کہلاتی تھی ۔

خلیفہ ہارون الرشید کے نبیذ پینے کے جام "ہادنہر" کے تھے چھریوں اور چمچوں کے دستے یشب اور عقیق کے تھے بلور صافی کے برتن سلیچی آفتابے بھی بنائے جاتے تھے ۔

۱؎ مقریزی جلد ا ورق ۸۰۷ صفحہ ۲ ۲؎ مقریزی جلد ۹ صفحہ ۴۱۶

خلیفہ کے آئینہ کا پورا دستہ زمرد کا تھا۔

ہاتھی دانت اور آبنوس کی شطرنج کے مہرے اور نرد سے کھیلنے والے کھیلوں کی نردیں اور بساط بہت عمدہ تھیں۔

ذہب مشبک (جالی دار) کام بھی چاندی سے کیا جاتا تھا۔

ہتھیاروں۔ تلواروں۔ بھالوں۔ خودوں ڈھالوں وغیرہ پر سونے چاندی کا کام ہوتا تھا محلات شاہی و امرا کے دولت کدوں کی دیواروں کو مزین کرنے کے لیے مطلا و مذہب کرنے اور تصویریں بنانے کا رواج تھا اس سے اس صنعت نے بھی خوب ترقی پائی۔

مصوری گو عام رواج مصوری کا نہ تھا مگر اس فن میں بھی ترقی ہوئی سامرہ میں جو محلات تھے اس کی دیواروں پر تصاویر بنائی گئی تھیں۔ مقریزی نے بصرہ میں تصویر کشی کے فن کا ذکر کیا ہے۔ مصوروں کا ایک خاندان تھا جو بنو معلم کہلاتا تھا اس عہد کے مشہور مصور قیصر اور ابن عزیز تھے یہ دونوں وزیر یازوری کے زمانہ میں تھے[1]

مصوری کے ساتھ فن سنگ سازی اور لکڑی پر میناکاری کو بھی فروغ ہوا مطلا و مذہب عمارت کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ قلمی کتابوں میں بھی نقش و نگار کے کمالات دکھلائے جاتے تھے مامون کے عہد میں اس فن کے بڑے بڑے صناع تھے

کاغذسازی گو عہد بنی امیہ میں کاغذ سازی کے کارخانہ قائم ہو گئے تھے مگر عہد بنی عباس میں اسکو بڑا فروغ ہوا اس صنعت کا مرکز

[1] مقریزی جلد ا صفحہ ۴۱۲ [2] مقریزی جلد ۲ صفحہ ۳۱۸

دریائے نیل کے ڈیلٹا اور علاقہ دمیاط کے چھوٹے ساحلی شہر میرا میں تھا[۵] کیونکہ کاغذ کے لیے پیپرس درخت کی ضرورت رہتی تھی وہ اس علاقہ میں بہت پیدا ہوتا تھا پیپرس کو قافیر عرب کہتے تھے اس سے جو کاغذ بنتا اس کو قرطاس کہتے تھے[۶]

معتصم کے زمانہ میں سامرا میں کاغذ سازی کا کارخانہ قائم ہوا یہی وجہ تھی کہ کاغذ اسقدر بازار میں رہتا تھا کہ مصنف کو فراہم کرنے کی دقت نہ تھی عہد بنی عباس میں لاکھوں کتابیں تھیں خلفائے بنی عباس کا کتب خانہ مشہور ہے آمد میں صلاح الدین کو کتب خانہ ملا جسمیں دس لاکھ کتابیں تھیں۔ بنی فاطمہ کے کتب خانہ میں دو ڈھائی لاکھ کتابیں تھیں اور سپین کا کتب خانہ جدا تھا۔

غرضکہ کاغذ سازی کی صنعت کو بہت ہی فروغ ہوا۔

تاریخ و تمدن کے نقطہ نظر سے کاغذ کی صنعت بھی تجارت اور اسکے ساتھ ہی ساتھ لکھنے کے سامان کی ارزانی ایک نہایت اہم واقعہ ہے۔

جلد سازی

صنعت جلدبندی کا فروغ عہد مامون ہے ابتداء میں جلدیں بدنما بنتی تھیں۔ ان میں ایسا چمڑا لگایا جاتا تھا جو چونے سے کمایا جاتا مگر کوفہ میں کھجوروں سے۔ باغت کا نیا طریقہ ایجاد ہوا جس سے نرم اور اچھا چمڑا بننے لگا جلدیں تیار کرنے اور ان کو مزین کرنے میں بڑی صنعت دکھائی جانے لگی اور اس فن کو بڑی سرعت سے ترقی ہوئی قرآن مجید کی ایسی جلدیں بننے لگیں کہ وہ سنہرے نقش و نگار سے دیدہ زیب اور سونے کا ڈلا معلوم ہوتی تھیں

علا۵ یعقوبی صفحہ ۲ ۱۳ ۲۷ علا۶ ابن بیطار صفحہ ۲۷، علا۷ الفہرست صفحہ ۱۲۱ علا۹ غسانی جلد ۲ صفحہ

کتب فروش عہد بنی عباس میں بڑے بڑے کتب فروش تھے جن کے یہاں بڑے بڑے خطاط کام کرتے تھے یاقوت حموی جو معجم البلدان اور ارشاد الاریب کا مصنف ہے ایک کتب فروش کے یہاں کتابیں نقل کرنے پر مامور تھا بغداد کے ایک کتب فروش کے یہاں تین سو رتل قلمی کتابیں بکری کے لیے تھیں ابن ندیم نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ

ابتدائے عہد اسلام کے بہت سے مشہور تاریخی اشخاص کی تحریریں اس کے پاس محفوظ تھیں[۱]

کتابت عہد بنی عباس میں کثرت سے کتابیں تصنیف و تالیف ہوئیں ان کی نقول کے لیے ہزارہا کاتب پیدا ہو گئے جن کی وجہ سے خوش نویسی کو بڑا فروغ ہوا۔

مامون کے عہد خلافت میں جب علم و ادب کی کتابوں کی تالیف و تصنیف و تجارت کا زور ہوا تو اس کے ساتھ ساتھ طرز تحریر کے خوش نما بنانے پر بھی توجہ ہوئی مشہور عالم و مدبر وزیر ابن مقلہ متوفی ۳۲۸ھ نے عربی رسم الخط کو مدور اور خوبصورت بنانے پر خاص توجہ کی اس کے بعد ابن بواب متوفی ۴۲۳ھ مشہور خوش نویس تھا جس نے حرفوں کو مدور اور جوڑنے کے عمل کو مکمل کر کے رسم الخط کی خوش نمائی کو کمال پر پہنچا دیا مشہور خطاط یاقوت متوفی ۶۱۸ھ نے اور بھی اسمیں کمال دکھایا[۲]

عطر سازی عربوں کی نفاست طبع نے عطر سازی کو ترقی دی۔ ایران

---

[۱] الفہرست صفحہ ۴۰ [۲] مسلمانوں کی صنعت و حرفت زراعت تجارت صفحہ ۸۴

کے علاقہ فارس اور خاص کر خوزستان عطریات بنانے کے لیے مشہور تھا اس کے علاوہ سر میں خوشبودار تیل ڈالنے کا کارخانہ ایران کے شہر گور میں تھا[۱] اور شاپور میں بھی عمدہ خوشبودار تیل بنتا تھا کوفہ میں گل شبو اور گل بنفشہ کا تیل تیار ہوتا خوشبودار تیلوں اور عطروں کے بنانے کی صنعت بہت جلد ان تمام ملکوں میں جو خلافت بنی عباس کے محروسہ میں شامل تھے وہاں عام ہوگئی "

زراعت و فلاحت بعض خلفائے بنی عباس کو زراعت سے دلچسپی تھی چنانچہ حکومت کی طرف سے زراعت پیشہ لوگوں کو بڑی سہولت بہم پہونچائی جاتی دریائے فرات کے کنارے زرعی خطے کچھ عرصہ میں بن گئے مصر سے چاول لاکر ان علاقوں میں بویا گیا ماش جو یمن میں ہوتی تھی وہ دوسرے ملکوں میں بوئی جانے لگی گنے کی کاشت کو بھی ترقی ہوئی قطن عموماً بلوچستان میں زیادہ ہوتی تھی وہاں سے دوسری جگہ پہونچائی گئی مختلف درختوں اور نباتات کی داشت و پرداخت اور انہیں دور دراز ملکوں میں عربوں نے رواج دیا۔

آب پاشی عہد بنی عباس میں آب پاشی کو بھی بڑی ترقی ہوئی نہریں جگہ جگہ جاری کیں بغداد کی نہر صراط میں ایک پن چکی تھی جو تیز چلتی تھی اسے رحا البطریق کہتے تھے[۲]

رنگ زعفران کو اہل عرب نے اپنے ممالک میں خود کاشت کی۔ حنا کا پودا عربوں کی کوشش سے دنیا میں پھیلا۔

شیشہ شیشہ بنانے کی صنعت کو عہد عباسیہ میں بڑا فروغ ہوا ملک شام[۳]

۱؎ ابن حوقل صفحہ ۲۱۳ ۲؎ یعقوبی ص ۲۵ ۳؎ مسعودی جلد ۸ صفحہ ۸۰

کا شیشہ مشہور تھا خاص بغداد میں بھی اس صنعت نے فروغ حاصل کیا[۱]

صنعت شیشہ سازی کو جلدی ہی فن لطیف کا درجہ حاصل ہوگیا
بہت سا بیش قیمت سامان تعیش و تکلف شیشے سے بنے لگا۔
شیشہ پر مینا کاری کا رواج بھی ہوگیا بغداد میں اس کے کارخانے
تھے مقریزی نے لکھا ہے۔

فاطمئین مصر کے خزانہ میں ایک بلوری جام تھا جو تین سو ساٹھ
دینار کا فروخت ہوا تھا[۲]

عراق میں سفید شیشہ کی قندیل بنتی تھی جو مساجد میں ٹانگی جاتی تھیں
امرا بنی عباس کے یہاں شیشہ آلات کا رواج بہت بڑھا ہوا
تھا چنانچہ فاطمین مصر کے یہاں کے شیشہ کے برتن وغیرہ اٹھارہ ہزار
میں فروخت کئے گئے

کانیں عہد بنی عباس میں لوہے وغیرہ کی کانیں بھی کھدوائیں چنانچہ موسیو
سید یو لکھتا ہے

خلفائے عباسیہ نے کانیں بھی نکلوائیں خراسان میں لوہے
کی کان تھی کرمان میں سیسہ کی کان تھی۔
انھوں نے قار اور نفط دمٹی کا تیل نکلوایا چینی کے برتنوں کی
مٹی پیدا کی طورس کا سنگ مرمر۔ اندارانی نمک اور گندھک
عربوں نے ہی برآمد کئے تھے[۳]

---

[۱] کامل صفحہ ۲۹۲ [۲] مقریزی خطط جلد ۱ صفحہ ۴۱۴ [۳] تاریخ عرب صفحہ ۱۹۲

کارخانہ آہن لوہے کے بالعموم برتن بنانے کے کارخانہ قائم ہوئے فرغانہ اس کے لیے مشہور تھا یہیں سے لوہے کی اشیا بن کر بغداد آتیں اور بکتیں[1]

بحرین۔ عمان یمن اور خاص کر عراق میں ہتھیار اور زرہیں تیار ہوتی تھیں۔ یمن کی سیف مشہور تھی دمشق میں اس کے بڑے کارخانے تھے یہیں بنتی۔ ایران میں برچھوں کا کارخانہ تھا۔

مطلا و مذہب جوشن بنتے تھے۔

اس کے علاوہ فولادی اسلحہ بھی بنائے جاتے تھے[2]

غرضکہ عہد بنی عباس کے عربوں نے بالعموم دھاتوں کے کام میں اتنی ترقی کی تھی کہ اسے انتہائی کمال کو پہنچا دیا تھا۔

مسلمانوں کی صنعت و حرفت پر ایک ضخیم جلد لکھی جا سکتی ہے مگر اس جگہ صرف مختصراً عہد عباسیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

---

[1] ابن حوقل صفحہ ۳۰۸ [2] مقریزی جلد ا صفحہ ۲۱۵

تاریخ ملت

جلد ششم

خلافتِ بنی عباس

حصہ دوم

متوکل باللہ سے مستعصم باللہ تک

تالیف

مفتی انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی

ندوۃ المصنفین دہلی